دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ حقیقت نیوش ہے — غالب

صدائے وطن

متعلق بہ

نان کوآپریشن

یعنے

چند مشاہیر ملک اور رہنمایان قوم کے معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ

جن کو

مسز اینی بسنت صاحبہ نے جمع کرکے بشکل کتاب شائع کیا

اور **شان الٰہی زبیری** (علیگ) اسسٹنٹ ایڈیٹر و منیجر علی گڑھ گزٹ نے

سلیس اور بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوا ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء

(دفتر علی گڑھ گزٹ علی گڑھ سے شائع ہوا)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچۂ مترجم

(اول ایڈیشن)

میں ۲۰، ۲۲ سال سے اپنے ملک کی سیاسی حالت کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ رہنمایان ملک و محبان وطن ہمیشہ ایسی تجاویز ملک کے روبرو پیش کرتے ہیں جن سے اپنے ملک اور ابنائے وطن کی کسی نہ کسی قسم کی فلاح اور بہتری متصور ہوتی ہے لیکن آج تک ایسی مہمل اور خطرناک تجویز ملک کے روبرو کبھی پیش نہیں ہوئی جیسی کہ نان کوآپریشن کی تحریک ہے اور جس کے محرک مسٹر گاندھی ہیں جن کو ہندوستان کی حالت کا مطلق تجربہ نہیں ہے۔ اُن کو نہ تو اس ملک کی مختلف قوموں کے خصائل، اُن کے تعلقات اور باہمی اختلافات کا علم ہے اور نہ گورنمنٹ اور رعایا کے تعلقات اور آپس کے برتاؤ کی کچھ حقیقت معلوم ہے۔ کیوں کہ اُن کی عمر کا بیشتر حصہ افریقہ میں صرف ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن کی کوئی

رائے مستقل نہیں ہوتی - روزانہ اس میں ترمیم ہوتی رہتی ہے - اپنی دور از کار اور
ناقابل فہم تجاویز کی ناکامیوں کو پوشیدہ کرنے کے لیئے وہ نت نئی تجاویز پیش کرتے
رہتے ہیں -

امرتسر میں[1] مسٹر گاندھی نے کوآپریشن کی حمایت کی لیکن ریفارم ایکٹ پر بحث و
مباحثہ کے دوران میں جب اُنھوں نے دیکھا کہ گرم پارٹی کا ایک با اثر حصہ گورنمنٹ سے
اشتراک عمل کرنے پر راضی نہیں آپ نے فوراً نان کوآپریشن کی تحریک پیش کردی -

مسٹر گاندھی کی ناکامی کا اصل راز اُن کی ناتجربہ کاری ہے - ہم ان کی مختلف [illegible]
مختصر طور پر بطور مثال درج کرتے ہیں -

آپ نے نہایت زور شور کے ساتھ طلباء کو اسکول و کالج چھوڑ دینے کی [illegible]
اور اُن کے لیئے کوئی کام تجویز نہ کیا جب اُس میں ناکامی ہوئی اور سرکاری طلبا کی [illegible]
گردی کی شکایت ہونے لگی تو آپ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ مجھ سے غلطی
ہوئی کہ میں نے طلباء کے لیئے کوئی کام تجویز نہ کیا اس سے تو وہ چرخہ ہی [illegible]
کرتے تو بہتر ہوتا -

آپ[2] نے سرکاری عدالتوں کی بے حد مذمت کی اور خود "پان سپاری" کے مقدمہ
میں بمبئی کی ایک سرکاری عدالت میں جاکر شہادت دی اور آپ کے صاحب زادے
نے ایک سرکاری عدالت میں دعویٰ دائر کیا -

ولائتی کپڑے[2] کو بائی کاٹ کرنے کی اوّلاً سخت مخالفت کی اور بائی کاٹ کو قومی
تعصب اور قومی منافرت پیدا کرنے کا موجب قرار دیا - لیکن پھر خود ہی ولائتی کپڑے[3]

[1] دسمبر ۱۹ء [2] مارچ ۲۰ء [3] دسمبر ۲۰ء

کا بائی کاٹ حصولِ سوراج کا زبردست ذریعہ بتایا۔

کئی جگہ ولائتی کپڑے کو دیاسلائی دکھلائی اور اپنے اس فعل کو ہندوستان کی سب سے بڑی غلاظت رفع کرنے کا وسیلہ بتایا۔ ولائتی کپڑے میں گائے اور سور کی چربی کی آمیزش بیان کرکے اُس کو ناپاک بتایا۔ لیکن جب کپڑا جلانے کی مخالفت ہوئی اور سوداگروں نے اپنے نقصان کی شکایت کی تو موجودہ ولائتی کپڑے کے فروخت کرنے کی بخوشی اجازت دیدی۔

ریلوے کے متعلق آپ نے فرمایا کہ ہم پاگلوں کی طرح ریلوے اور دوسرے ایسے ہی جھمیلوں کے ذریعے سے مارے مارے نہ پھریں تو دنیا کی سراسیمگی اور ابتری کم ہوجائے۔ پھر فرمایا کہ ہر دفعہ جب میں ریلوے اور موٹر میں سفر کرتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں گناہِ عظیم کا مرتکب ہوتا ہوں۔

انگریزی زبان کے متعلق آپ نے فرمایا کہ نئی تہذیب کا حملہ روکنے کے لئے کوشش عظیم کی ضرورت ہے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ کافی اخلاقی جرات اور قوت ہو اور یہ اُن ہی لوگوں میں سے ہوسکتی ہے جو انگریزی زبان کا کم سے کم استعمال کریں۔ انگریزی نے ہم کو غلام بنا دیا اور منافقت اور ظلم کو بڑھا دیا۔ لیکن آپ اپنا اخبار ینگ انڈیا انگریزی زبان میں نکالتے ہیں اور زیادہ تر انگریزی ہی میں تقریریں کرتے ہیں۔

دولت کی نسبت فرمایا کہ وہ انسان کو مجبور کرتی ہے اور جسم اور روح کو برباد کردیتی ہے۔ بمبئی، کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں کی نسبت اُن کی دولت مندی کی وجہ سے فرمایا کہ وہ موت کا دروازہ ہیں۔ لیکن دوسروں کی پیدا کی ہوئی یہی ناپاک دولت

۱؎ اگست ۲۱ء

اپنے مقاصد کے حصول کے لیئے ایک کروڑ سے زیادہ جمع کی اور جب میعاد معینہ کے اند رقم پوری نہ ہوتے دیکھی تو جسم اور روح کو ناپاک کرنے والی دولت وصول کرنے کے لیئے آپ خود بمبئی تشریف لے گئے جسے آپ دوسروں کے لیئے موت کا دروازہ بتاتے ہیں۔ اسی ناپاک دولت سے خوش ہو کر اسی بمبئی کو خوب صورت بمبئی بتایا۔

آپ نے دورانِ جنگ میں فوج کی بھرتی میں گورنمنٹ کی بے حد اعانت کی اور اس امداد کو حصولِ سوراج کا ذریعہ بتایا اور اس حسنِ خدمت کے صلہ میں گورنمنٹ سے تحفے پائے۔ اب اسی گورنمنٹ کو ڈاکو اور فوجی بھرتی کو آپ گناہ بتاتے ہیں۔

گورنمنٹ برطانیہ کو آپ ظالم اور شیطانی گورنمنٹ بتاتے ہیں اور گورنمنٹ سے تعلقات منقطع کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔ لیکن اسی شیطانی گورنمنٹ کے افسر اعلیٰ یعنی حضور وائسرائے کی خدمت میں خود درخواست پیش کر کے آپ حاضر ہوتے ہیں اور اپنے معروضات پیش کرتے ہیں۔

آپ نان کواپریشن کو غیر تشددی بتاتے ہیں اور تشدد سے اجتناب کرنے کی زور شور سے نصیحت کرتے ہیں لیکن یہ آپ ہی کا مقولہ ہے کہ اگر سوراج ملنے کا مجھ کو یقین دلا دیا جائے تو میں کروڑوں جانیں قربان کرنے کو تیار ہوں۔ اور خون کے دریا بہانے کی آپ حمایت کرتے ہیں۔

الغرض آپ کے قول و فعل میں کوئی مماثلت نہیں پائی جاتی ہے اپنے قول پر خود آپ کا عمل نہیں ہے آپ کی رائے روزانہ نئے پلٹے کھاتی رہتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے ناقابل فہم اور خلافِ فطرت احکام کی لوگ اندھی تقلید کریں۔

اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ ایسی خلاف فطرت اور مہمل تجویز کی طرف لوگوں نے کیوں توجہ کی؟ وجہ یہ ہوئی کہ جنگی خدمات کا کافی صلہ نہ ملنے، اور باوجود جملہ غیر سرکاری ہندوستانی ممبران کونسل کی متفقہ مخالفت کے رولٹ ایکٹ کے خواہ مخواہ پاس ہوجانے، ٹرکی کے ساتھ ناقابل اطمینان صلح نامہ مرتب ہونے، پنجاب میں افسوس ناک واقعات رونما ہونے اور اُن کے مجرم حکام کو سزا نہ ملنے۔ پارلیمنٹ کے مباحثہ میں اُن کی بے جا حمایت ہونے سے اہل ہند کے دل میں گورنمنٹ کی جانب سے ناراضی اور نفرت کے خیالات پیدا ہوگئے تھے۔ مسٹر گاندھی نے اس موقع کو تاڑلیا اور فوراً ہی ہندوستانی سیاسیات کے اکھاڑے میں آکودے اور لوگوں کی پریشانیٔ خاطر سے فائدہ اُٹھا کر جھٹ پٹ نان کوآپریشن کی تحریک پیش کردی۔

اوّلاً نان کوآپریشن کی تحریک صرف ٹرکی صلح نامہ کی اصلاح تک محدود رہی اور اس میں معاملاتِ مصر وغیرہ شامل نہ کرنے کی صلاح دی گئی لیکن جب مسٹر گاندھی نے دیکھا کہ معاملات ٹرکی کا صرف مسلمانوں سے تعلق ہے اور بہ خیال ہندو لیڈران کے عام طور پر ہندو صاحبان کو ٹرکی کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں اور اس کی وجہ سے وہ اس تحریک میں شریک نہیں ہوسکتے ہیں اس لئے نان کوآپریشن کا دائرہ وسیع کردیا گیا اور واقعات پنجاب کو بھی اس میں شامل کردیا گیا۔

ابتدا میں یہ تحریک محض سیاسی رہی اور نان کوآپریشن کا ترجمہ اُردو اخبارات اور تحریر و تقریر میں عدم اشتراک عمل۔ عدم رفاقت، عدم تعاون، ترکِ تعلقات ہوتا رہا۔ لیکن سیاسی معاملات سے چوں کہ عام طور پر دلچسپی نہیں ہوتی ہے اس لئے

اِس تحریک کو مذہبی جامہ پہنانے کی ضرورت لاحق ہوئی اور سیاسی علمانے نان کوآپریشن کا ترجمہ ترکِ موالات کردیا۔ حالانکہ نان کوآپریشن اور ترکِ موالات دو مختلف چیزیں ہیں۔
ترکِ موالات مسلمانوں کا ایک مذہبی مسئلہ ہے اور کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کرسکتا ہے کہ کفار اور مشرکین سے مسلمانوں کو ترکِ موالات کرنا چاہیئے اور اس سے غرض یہ ہے کہ کفار اور مشرکین کے زندقہ اور الحاد، ان کے مذہبی خصوصیات اور اُن کے مذہبی معتقدات کو مسلمان دل سے پسند نہ کریں اور اپنے اسلامی احکام کے مقابلہ میں اُن کو اچھا نہ سمجھیں۔

چونکہ اب اس بحث میں نان کوآپریشن کی جگہ ترکِ موالات ہی کا لفظ عام طور پر استعمال ہونے لگا ہے اور اس سے نان کوآپریشن یعنی ترک تعلقات ہی مقصود ہوتا ہے اس لیئے غلط العام فصیح پر عمل کرکے میں نے بھی نان کوآپریشن کا ترجمہ ترکِ موالات ہی تحریر کیا ہے۔

مسٹر گاندھی نے جب یہ تحریک ملک کے روبرو پیش کی تو جملہ سیاسی لیڈران نے اِس کے خطرات سے ملک کو آگاہ کردیا چنانچہ جب عمل کا وقت آیا تو اُس کی ناکامی صاف ظاہر ہوگئی۔

جب مسٹر گاندھی نے دیکھا کہ یہ منتر تو چلتا نہیں فوراً اس میں سوراج اور شامل کردیا اور اس تحریک کو حصول سوراج کا واحد ذریعہ قرار دے دیا ملک کا سمجھدار اور تعلیم یافتہ طبقہ تو اس تحریک کا پہلے ہی سے مخالف تھا وہ تو اُن کی گرفت میں آیا نہیں۔ آپ نے پھر ناسمجھ طلباء کو ورغلانا اور بہکانا شروع کردیا اور برائے چندے کچھ لڑکے اُن کے دامِ تزویر میں آگئے تھے۔ لیکن چند روز بعد اُن کی عقل درست ہوگئی

اور اپنی تعلیم کو انھوں نے پھر شروع کر دیا۔ نوعمروں کے حق میں اس سے زیادہ
مضرت ناک اور مہلک کون سی نصیحت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو خیرباد کہہ دیں اور
اپنے والدین اساتذہ کی نافرمانی کریں۔

واقعات موجود ہیں تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ تحریک اپنی ابتدائی منزل
میں ناکام ثابت ہوئی۔

حصولِ سوراج[1] کا ذریعہ اوّل نان کوآپریشن قرار دیا گیا اس میں ناکامی ہوئی
تو[2] ایک کروڑ روپیہ، ایک کروڑ ممبران کانگرس اور بیس لاکھ چرخوں کی فرمائش ہوئی
بقول ان کے روپیہ تو ایک کروڑ سے زیادہ جمع ہو گیا ممبران اور چرخوں کی تعداد
کے[3] متعلق فرض کر لیا گیا کہ وہ بھی حاصل ہو گئی لیکن سوراج اس تدبیر سے بھی نہیں ملا
اب ولایتی کپڑے کو بائی کاٹ کرنے کی تجویز پیش ہوئی ہے۔ جس کی ابتدا ہی سے مخالفت
ہو رہی ہے۔

مسٹر گاندھی تو نادرشاہی احکام نافذ کرتے رہتے ہیں اور اس قدر ضدی واقع
ہوئے ہیں کہ اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے اور کسی کی نصیحت اور مخالفت کی پرواہ
نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ کلکتہ میں کانگرس کا اسپیشل اجلاس[4] ہونے سے قبل آپ نے فرمایا
تھا کہ اگر میری تجویز کو اجلاس نامنظور کر دیگا تب بھی میں اپنی رائے پر قایم رہونگا
اور اپنی تحریک کو پھیلانے کی کوشش کرونگا۔

جب وہ اپنی رائے تبدیل کرنے کو تیار نہیں ہیں پھر دوسروں سے بھی ان کو یہ کہنے کا
ہرگز استحقاق حاصل نہیں ہے کہ ان کے ناقابل فہم احکام کی سب لوگ تعمیل کریں۔

---

۱ دسمبر ۱۹۲۰ء ۲ مارچ ۱۹۲۱ء ۳ ۲۸ جولائی ۱۹۲۱ء ۴ ۴ ستمبر ۱۹۲۰ء

مسٹر گاندھی کی تحریک کا گورنمنٹ پر تو کچھ اثر پڑا نہیں کہ وہ مفلوج اور معطل ہو جاتی البتہ اس کا اِس قدر نتیجہ تو ضرور برآمد ہوا ہے کہ گستاخی، تمردی، بے ادبی کے اعلیٰ اوصاف پیدا ہو گئے ہیں اور اِس تحریک نے رعایا میں باہمی نفرت اور عداوت کا بیج بو دیا ہے۔ بھائی بھائی کا۔ باپ بیٹے کا اور دوست، احباب، عزیز و اقارب آپس میں ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن بن گئے۔

نان کوآپریٹروں میں یہ خصوصیت ہر جگہ نمایاں ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے دشمن بن گئے ہیں اور خلاف رائے کا سننا ہرگز گوارہ نہیں کرتے ہیں اِس کا ذاتی تجربہ مجھ کو بہت کچھ حاصل ہے۔

چونکہ میرا تعلق اخبار علی گڑھ گزٹ سے ہے جو اس تحریک کا سب سے بڑا اور کامیاب مخالف ہے۔ اِس لیئے میرے بہت سے اعزہ اور قدیم احباب خواہ مخواہ مجھ سے کبیدہ خاطر ہو گئے ہیں۔

ہر طرف سے مایوس ہو کر اب یہ خطرناک تحریک جاہلوں میں پھیلانے کی کوشش ہو رہی ہے جس کا لازمی نتیجہ بدامنی اور خوں ریزی ہے۔ چنانچہ اسی تحریک کی بدولت رائے بریلی، فیض آباد، مالی گاؤں، دھاروار، علی گڑھ، کالی کٹ، مالابار وغیرہ میں بلوے اور خوں ریزیاں واقع ہوئی ہیں اور کارخانوں کے اندر ملک کے ہر گوشے میں روزانہ فساد برپا ہوتے رہتے ہیں۔

اخبار علی گڑھ گزٹ سے تعلق رکھنے کے باعث میرا دن رات یہی مشغلہ ہے کہ اپنے عزیز ہم وطنوں کو نان کوآپریشن کے خطرات اور مضرتوں سے آگاہ کروں لیکن میں نے ارادہ کیا کہ اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے تا کہ اس کے مطالعہ سے تحلہ شکوک و شبہات دُور ہو جائیں اور اس غرض کے لیئے میں نے مسز اینی بسنت کی کتاب کو نہایت موزوں پایا۔ جس میں ملک کے مسلمہ لیڈر وال منتخب

(۱) سر آسو توش چودھری (۲) سر اے، پی وادیا

(۳) آنریبل ڈاکٹر تیج بہادر سپرو (۴) آنریبل پی پرنجپے

(۵) میسرز سری نواس شاستری (۶) سیتل داد

(۷) راما سوامی آئر (۸) جمنا داس دوارکا داس

(۹) جی اے نیٹسن (۱۰) غلام محمد بھرگری

(۱۱) جے چودھری وغیرہ

اور اخبار نیو انڈیا کے اڈیٹوریل مضامین اور خود اپنے مضامین جمع کر کے ممدوحہ نے شائع کئے ہیں۔

اِس کتاب کا میں نے اُردو میں ترجمہ کر دیا ہے البتہ ترتیب مضامین میں اس قدر ضروری ترمیم کر دی ہے کہ چند مضامین کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ درج تھے اُن کو میں نے تاریخ اشاعت کے لحاظ سے مناسب مقام پر درج کیا ہے اور دو تین مضامین کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے جو میری رائے میں کتاب کے معیار سے گرے ہوئے تھے۔ اِن مضامین میں جن خطرات سے آگاہ کیا گیا تھا وہ سب رونما ہو رہے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مُطالعہ سے لوگوں کے خیالات کی پوری طور پر اصلاح ہو جائیگی اور مُسلمہ لیڈران کے مضامین کا مطالعہ کرنے سے اُن کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ ملک کے حقیقی خیر خواہ لیڈر اس تحریک کے کیوں مخالف ہیں۔

ترجمہ کے متعلق اِس قدر گزارش کر دینا ضروری ہے کہ میرے واسطے یہ کوئی

نیا کام نہیں۔ سالہا سال سے میں اس کام کو برابر کرتا رہتا ہوں اور میں نے اصل عبارت کے ایک نقطہ کو بھی بیکار نہیں جانے دیا ہے۔ اور حتی المقدور سلیس اور بامحاورہ عبارت تحریر کی ہے۔

میری دلی تمنا ہے کہ اس کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہو تاکہ مؤلفہ اور مترجم کا مقصد حاصل ہو جائے۔ فقط

خاکسار

شان الٰہی ربیری

مترجم

دفتر علی گڑھ گزٹ
مورخہ یکم ستمبر ۱۹۲۱ء

دیباچہ طبع ثانی

صدائے وطن کا پہلا اڈیشن آخر ستمبر ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا جو ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور مانگ برابر جاری ہے جس کے لحاظ سے یہ جدید اڈیشن اور زیادہ اہتمام کے ساتھ اور بہت زیادہ تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اوّل اڈیشن شائع ہونے بعد تحریک نان کوآپریشن نے یہ شکل اختیار کی کہ حضور شہزادہ ولی عہد بہادر کی آمد کے موقع پر ماہ نومبر میں بمبئی میں سخت بلوہ ہوا جس میں تارکین موالات نے نہایت شرمناک اور عبرت ناک حرکتیں کیں پھر کلکتہ میں ۲۴ نومبر کو ہڑتال کی تکمیل کے لئے امن پسند لوگوں اور دوکانداروں کو نان کوآپریٹروں اور والنٹیروں نے بیحد پریشان کیا ان کی نازیبا حرکتوں سے عاجز آکر لوگ الاماں پکار اُٹھے۔ اس کے بعد مالابار وکالی کٹ کے اضلاع میں جاہل موپلوں میں شورش پھیلائی گئی جس نے نہایت خطرناک صورت اختیار کرلی مدراس کے ان اضلاع میں مارشل لا جاری کیا گیا اور فوجی قوت کے زور سے

وہ شورش رفع کی گئی۔

ان مقامات کی شورش اور ہنگاموں نے گورنمنٹ کی آنکھیں کھول دیں اور قیام امن اور امن پسندوں کی حفاظت کے لئے کچھ تدابیر اختیار کرنے کا خیال دامن گیر ہوا۔ گورنمنٹ نے ترمیم شدہ ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء کو ہر ایک صوبے میں نافذ کردیا اور والینٹروں کی جماعتوں کو جو ہر قسم کی بدامنی اور شور و شر کے بانی مبانی تھے اور جو نہایت بیباکی کے ساتھ امن پسند لوگوں کو طرح طرح سے ڈراتے اور دھمکاتے تھے مجالس خلاف قانون قرار دیدیا۔

گورنمنٹ کا یہ حکم نافذ ہوتے ہی تحریک کے گرو اور اُن کے چیلے غصہ کے مارے جامہ سے باہر ہوگئے فوراً دہلی میں کانگرس کی کارکن کمیٹی کا جلسہ منعقد ہوا جس میں والینٹروں کی بھرتی پر زور دیا گیا اور گورنمنٹ کے حکم کی علانیہ مخالفت اور خلاف ورزی کرنے کی ہدایت کی گئی۔

اپنے احکام کی علانیہ خلاف ورزی کو گورنمنٹ کس طرح پر روا رکھ سکتی تھی چنانچہ ہر مقام پر گرفتاریاں شروع ہوگئیں اور نہایت افسوس کا مقام ہے کہ پنڈت موتی لعل نہرو۔ مسٹر سی آر داس لالہ لاجپت رائے اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے مقتدر لیڈران مسٹر گاندھی کی غلط رہبری کی بدولت سزایاب ہوگئے کیونکہ مسٹر گاندھی نے جیل خانے جانے کو حصول سوراج کا ذریعہ بتایا تھا۔

دسمبر میں کانگرس کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا اُس میں بھی دہلی کا رزولیوشن پاس ہوگیا لیکن ڈیڑھ سال سے سوراج کا جو سبز باغ دکھایا جاتا تھا اور جس کی بابت آخر تاریخ ۳۱ دسمبر قرار دی گئی تھی اُس کے متعلق کانگرس میں کوئی رزولیوشن پیش نہ ہوا جس سے نان کو اپریٹروں کو سخت مایوسی کا سامنا ہوا۔

لیڈروں کی گرفتاری پر ماڈریٹ پارٹی بھی گورنمنٹ کو سختی کا الزام دینے لگی اور کونسلوں میں جدید قوانین کی واپسی اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کا زور شور سے مطالبہ

کیا گیا علاوہ بریں پنڈت مدن موہن مالوی نے مصالحت کرانے کے لئے اپنی امکانی کوششیں صرف کر ڈالیں۔

ماہ جنوری ۱۹۲۲ء میں بریلی میں باوجود مجسٹریٹ ضلع کی تحریری ممانعت کے والنٹیروں نے جلوس نکالنے کی کوشش کی اور بہت کچھ بدامنی پھیلائی۔ پھر چوراچوری ضلع گورکھپور میں ... ان کو اپریٹر والنٹیر دو ہزار گنواروں کو لیکر تھانہ پر چڑھ دوڑے اور تھانہ کے کل اسٹاف کو یعنی ۲ سب انسپکٹر چودہ کانسٹبل اور چار چوکیداروں کو نہایت شقاوت اور سفاکی سے مار کر جلا دیا اور تھانہ کی عمارت میں آگ لگادی۔

اس خونریزی کی المناک داستان سن کر مسٹر گاندھی نے بھی حسب عادت بہت کچھ اظہار ملامت اور افسوس کیا اور اس کے کفارہ میں ۵ دن کا روزہ رکھ لیا اور کارکن کمیٹی کا بردولی میں جلسہ منعقد کیا گیا جہاں پر کہ قانونی نافرمانی شروع ہونے والی تھی۔

گورنمنٹ نے یہ احکام نافذ کر دیئے تھے کہ اگر مسٹر گاندھی بردولی میں قانونی نافرمانی کی اجازت دیں تو فوراً گرفتار کر لئے جائیں۔ چوراچوری کی خونریزی کا پورا بہانہ ان کے ہاتھ لگ ہی گیا تھا آپ نے قانونی نافرمانی کو اور جلوس وغیرہ نکالنے جلسے کرنے اور شور و شر مچانے کو ملتوی کرنے کا رزولیوشن پاس کرالیا گورنمنٹ نے بھی گرفتاری کے مسئلہ کو ملتوی کر دیا۔

پھر آخر فروری میں کانگرس کمیٹی کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا جس میں مسٹر گاندھی کی سخت مخالفت کی گئی اور جملہ سرگرمیوں کو جاری رکھنے اور انفرادی قانونی ...... نافرمانی کا رزولیوشن پاس ہوگیا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ گورنمنٹ پوری مستعدی کے ساتھ ملک میں قیام امن کی تدابیر پر عمل کرے گی ورنہ اندیشہ ہے کہ اس وقت تک کی سہل انگاری اور دفع الوقتی سے جو خطرناک حالت پیدا ہوگئی ہے اس سے بھی زیادہ مہلک خطرے رونما ہو گئے

جن کا تدارک بہت زیادہ دشوار اور دقت طلب ہوگا اور اسی رائے کی تائید ہندوستان اور انگلستان کے بڑے بڑے مُدبّرین کر رہے ہیں۔

مؤرخہ ۸ مارچ ۱۹۲۲ء

خاکسار

شان آلہی زبیری

دیباچۂ مؤلفہ

یہ کتاب چند مشہور و معروف اصحاب کے مضامین کا مجموعہ ہے جو ترک موالات کے خلاف تحریر کیئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ تحریک روز بروز زیادہ اشتدادی ہوتی جاتی ہے اس لیئے سمجھدار حضرات اگر زبردست مخالفت کرکے اس کو نہ روکینگے تو اس کے مظالم سے ملک تباہ ہو جائیگا اور بدامنی اور فسادات یعنی ملکی خودکشی رونما ہوگی۔

اس جہاد کے بانی مسٹر گاندھی نے حیرت انگیز تیز رفتاری کے ساتھ بہت سے پلٹے کھائے ہیں۔ آخر دسمبر ۱۹۱۹ء میں آپ نے شہنشاہ معظم کے فرمان کے جواب میں اشتراکِ عمل تجویز کیا تھا لیکن آپ نے یہ رزولیوشن کانگریس میں نہیں پیش کیا۔ آخرکار آپ ایک مصالحت کے رزولیوشن پر راضی ہوگئے جس میں اشتراکِ عمل کا تو عدہ و لیج نہ تھا بلکہ سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کے لیئے اصلاحات پر عمل کرنے کی ہدایت تھی۔

جنوری، فروری اور وسط مارچ تک ملک کی نظر اصلاحات پر لگی رہی اور جو سیاسی تقریریں ہوئیں اُن میں رائے دہندگان کو اُن کی جدید ذمہ داریاں اور فرائض بتائے گئے۔ میں نے اصلاحات کو ہر دل عزیز بنانے کے لیئے خود اس کے متعلق سخت کوشش کی لیکن اِسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں ایک تحریک پیدا ہو گئی جو خلافت اور ٹرکی کے مسائل کی وجہ سے سخت مضطرب ہو رہے تھے۔ مسٹر گاندھی بھی اُن کے شریک ہو گئے اور اُنھوں نے ترکِ موالات کی مشہور و معروف چار منزلیں قرار دیدیں۔ سنہ ۲۰ء کے شروع میں ایک خلافت کمیٹی بن گئی اور ٹرکی سے ہمدردی ظاہر کرنے کے لیئے جلسے کیئے گئے۔ ۹ر مارچ کو ایک جلسہ زیرِ صدارت آنریبل مسٹر یعقوب حسن مدراس میں منعقد ہوا مسٹر ستیا مورتی اور بہت سے ہندو صاحبان اس جلسہ میں موجود تھے۔ صاحبِ صدر نے مسٹر مانٹیگو کی تعریف کی اور فرمایا کہ مسٹر مانٹیگو نے چند مسلم خود مختار ریاستیں قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے جن سے مل کر گورنمنٹ برطانیہ کام کرے گی۔ چنانچہ خلیفہ کی غیر متزلزل وفاداری کا رزولیوشن پاس کیا گیا اور بیان کیا گیا کہ:-

"ہندوستان کے مسلمان جنھوں نے لڑائی فتح کرنے میں اتحادیوں کی بے حد مدد کی ہے ایسی شرائط کو منظور نہ کرینگے جن کی رُو سے ترکی کو اپنے یورپین اور ایشیائی ممالک پر آزادانہ حکومت کا حق نہ حاصل ہوگا۔ اور سلطان کو عرب۔ فلسطین۔ شام اور عراق عرب پر حکومت کا حق نہ ہوگا تاکہ وہ خلیفہ ہونے کی پوزیشن کو برقرار رکھ سکیں اور اسلام کے اماکنِ مقدسہ کے محافظ رہ سکیں۔ ۱۹ر مارچ کو ہڑتال تجویز کی گئی۔ اور مسٹر گاندھی نے ایک اعلان شائع کیا کہ کسی قسم کا تشدد نہ ہونا چاہیئے اور ہڑتال اختیاری ہے لازمی نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر صلح نامہ ٹرکی ناقابل اطمینان ہے تو خیال تقریر اور عمل میں کسی قسم کا تشدد نہ ہونا چاہیئے اور نہ انگریزی مال کو بائی کاٹ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بھی ایک شکل تشدد کی ہے اور مسئلہ ٹرکی میں مصر وغیرہ کا کوئی

اور مسئلہ ہرگز نہ شامل کرنا چاہیئے - اعزازی اور تنخواہ دار ملازمان سرکار اور رضاکارانہ
سرکاری ملازمان کو استعفےٰ دے دینا چاہیئے - رعایا کے پاس نہایت مؤثر علاج یہی ہے
کہ وہ گورنمنٹ سے ترکِ موالات کرے لیکن یہ ہر قسم کی اشتداد سے مبرا ہو' برادری
سے خارج کرنے کی ہرگز دھمکی نہ دینی چاہیئے - ترکِ موالات اختیاری اور خوشی پر منحصر
ہو" اور اُنھوں نے اشتداد کے خلاف نہایت زوردار تقریر کی اور فرمایا کہ :-

"جس وقت کسی اشتدادی کارروائی پر عمل ہوگا یا اس کی نصیحت کی جائیگی یا رونما
ہوگی تو میں فوراً اس تحریک کا ساتھ دینے سے دست بردار ہوجاؤنگا اور ہر ایک ہندو
کو نصیحت کرونگا کہ وہ بھی اب اس کا ساتھ چھوڑ دے - اس لیئے میں ہر ایک اسپیکر سے
التجا کرتا ہوں کہ بے حد اشتعال دلائے جانے پر بھی وہ تحمل سے کام لے - استقلال
اور نرمی سے کامیابی یقینی ہے - لیکن اگر نفرت' عداوت' بے پروائی اور سختی سے کام
لیا جائیگا تو ہمارا مقصد فوت ہوجائیگا - میں تو مدت العمر ان حرکتوں کی مخالفت کرونگا خواہ
میں تنہا ہی کیوں نہ رہ جاؤں - میرا مقصد تمام دنیا سے محبت کرنا ہے اور ناجائز کارروائیوں
کی سخت مخالفت کرنے پر بھی میں محبت کرسکتا ہوں" مارچ سنہ ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کی
یہ کیفیت تھی -

اس کے بعد واقعات تیزی کے ساتھ حرکت کرنے لگے - خلافت کمیٹی بن گئی اور جلسے
منعقد ہونے لگے - کلکتہ میں ۱۳ مارچ کو خلافت کے دفاتر کی خانہ تلاشی لی گئی - حضور وائسرائے
کی اعانت سے جو ڈیپوٹیشن انگلستان کو گیا تھا اُس کا تعلق ہندوستان سے قائم رہا -
مارچ میں ترکوں کے خلاف جو جہاد انگلستان میں جاری رہا اُس نے مسلمانانِ ہند کے جذبات
کو اور بھی برانگیختہ کردیا - مدراس پراونشل کانفرنس نے سب لوگوں سے درخواست
کی کہ ۱۹ مارچ سنہ ء کی ہڑتال میں حصہ لیں - اور چند سربرآوردہ مسلمان اور ہندو
صاحبان نے ایک متفقہ اپیل شائع کیا - ۱۹ مارچ سنہ ء کو تقریباً ہر مقام سے پرسکون

جواب ملا لیکن برھما میں کسی قدر سخت گیری ہوئی۔ اور اخبار نیو انڈیا نے ۲۰ر مارچ کو ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا جس میں بتایا گیا کہ مسئلہ خلافت کے نتیجے ایشیا میں یورپین صاحبان کی سختیاں بھی ہیں اور یورپین صاحبان جو ایشیا کی تہذیب کو برباد کرنا چاہتے ہیں اس پر سب ہندوستانیوں کو اعتراض ہے اور ہم ایشیائی اور یورپین صاحبان میں مساوات چاہتے ہیں۔

پنجاب کے مظالم کی یادگار منانے کے واسطے ۹ر اپریل کو قومی ہفتہ منایا گیا اور جلسے منعقد کیے گئے جن میں ہر ایک پارٹی کے لوگ شریک ہوئے۔ ۹ر اپریل کو خاص درخواست یہ کی گئی کہ رولٹ ایکٹ منسوخ کر دیا جائے۔ مسٹر گاندھی نے بمبئی میں اعلان کیا کہ اصلاحات پر عملی کارروائی شروع ہونے سے پیشتر اگر رولٹ ایکٹ منسوخ نہ کیا جائیگا۔ تو ہم سے کوآپریشن کی درخواست کرنا بے سود ہے۔ اور میں ایسی حالت پیدا کر دونگا جس سے سلطنت کے اندر رہنا ناممکن ہو جائیگا۔ جو تجاویز کہ پاس ہوئی تھیں اُن میں مسئلہ خلافت کا کچھ تذکرہ نہ تھا۔ جلیان والے باغ کے لیئے چندہ جمع ہونے پر زور دیا گیا۔ لیکن اِسی ہفتہ کے اندر ۹ر اپریل یوم خلافت مقرر کر دیا گیا اور اس کے متعلق بمبئی اور دیگر مقامات پر رزولیوشن پاس ہوئے بمبئی میں خود مسٹر گاندھی نے رزولیوشن پیش کیا کہ:۔

"اگر مسلمانوں کے جائز مطالبات نہ پورے کیئے جائینگے اور اگر کوئی خلاف فیصلہ ہوگا تو ہر ایک ہندوستانی پر فرض ہوگا کہ وہ گورنمنٹ سے اپنے تعلقات منقطع کرے تا وقتیکہ وعدے وفا نہ ہوں اور مسلمانوں کے جذبات کو تسلی حاصل نہ ہو"

اِس طرح یہ مہلک ضرب لگائی گئی اور ترکِ موالات کی تحریک ۹ر اپریل سے شروع ہو گئی۔

یکم جون کو الہ آباد میں ایک کونسل قائم کرکے اور زبردست اضافہ کیا گیا جس کے اوامر اور نواہی کی پابندی لازمی قرار دی گئی گویا کہ ایک جنگی کونسل قائم کی گئی۔ وائسرائے کے نام ایک اعلان جنگ روانہ کیا گیا۔ اور مہربانی فرما کر ان کو ایک مہینہ کا نوٹس دیا گیا جس کے بعد یکم اگست کو ترک موالات کی پہلی منزل پر کام شروع کرنا قرار پایا۔ کامیابی نہایت خفیف ہوئی لیکن تمام ملک میں آتش بیانی اور شررگفتاری کے ساتھ بحث جاری کر دی گئی۔

۴ ستمبر کو کانگریس کا اسپشل اجلاس ہوا اور اس میں مسٹر گاندھی کا رزولیوشن پاس ہو گیا اور پہلی منزل کی تفصیلات بتا دی گئیں۔ ۳۰۰۰ سے زیادہ ڈلیگیٹ صاحبان نے ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ اور ۱۸۲۶ صاحبان نے مسٹر گاندھی کی تائید اور ۸۸۴ نے مسٹر پال کی ترمیم کی تائید میں ووٹ دیئے۔ ۴۳ اصحاب نے دونوں پر اعتراض کیا اور کسی کے لیئے بھی رائے نہیں دی یہ رزولیوشن آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی سب کمیٹی کے پاس بھیج دیا گیا جس نے بعد ترمیم اس کو شائع کر دیا۔

بنگال مدراس اور بمبئی کے اکثر لیڈروں نے مقاطعہ کونسل کے متعلق کانگریس کے حکم کی تعمیل کی اگرچہ جلسہ میں وہ رزولیوشن کے خلاف ووٹ دے چکے تھے چند وکلاء نے وکالت چھوڑ دی۔ ولائتی مال کا بائیکاٹ کسی نے نہیں کیا۔ خود مسٹر گاندھی ریلوے، ڈاک خانہ، تار اور موٹر کو استعمال کرتے ہیں۔ اس تحریک کی ناکامی نے آتش بیانی کو اور بھی تیز کر دیا۔ اور جلسوں کو درہم برہم کرنے میں بدزبانی سے کام لیا جاتا ہے۔ مسٹر گاندھی اور علی برادران نے کھیا گراب مدرسۃ العلوم علی گڑھ، بنارس ہندو یونیورسٹی اور خالصہ کالج امرت سر پر چھاپہ مارا علی گڑھ نے تو اپنی مدافعت کر لی۔ باقی ۲ پر سخت حملہ نہیں ہوا۔ لیکن خالصہ کالج نے سرکاری نگرانی ترک کر دی ہے۔

لبرل پارٹی اور نیشنل ہوم رول لیگ کے ممبران نے مل کر رائے دہندوں کو
اُن کے فرائض کی تعلیم دی تھی اب ان دونوں جماعتوں کے ممبران متفق ہو کر ترک
موالات کے جہاد کا زور شور کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں اور اس کے خطرات سے
ملک کو آگاہ کر رہے ہیں۔

یہ کتاب مقابلہ کرنے والوں کے لیئے زبردست ہتھیار مہیا کرتی ہے ہم اس جنگ
میں شریک ہوگئے ہیں اور زمانۂ قدیم کے بہادروں کی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔

”خداوند کریم حق کی حفاظت کرے“

۱۷ر نومبر ۱۹۲۰ء

مسز اینی بسنت

مسئلۂ خلافت

سر ایس پی سیوا سوامی آئر کے سی ایس آئی سی آئی ای

مسئلہ خلافت کے متعلق ایجیٹیشن برپا کرنے کے لیئے مسٹر گاندھی نے جو تجویز پیش کی ہے اور جس پر غالباً عمل درآمد ہونے والا ہے وہ اس قدر مضر اور خطرناک ہے کہ ہندوستان کے جملہ بہی خواہوں اور خادموں کو بے حد تردد اور انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ ۹ر اپریل کو جو رزولیوشن مسٹر گاندھی نے پیش کر کے پاس کرا لیا ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اس سے مسئلہ خلافت حل ہو جائیگا اور یہ طے ہوا ہے کہ اگر مسلمانانِ ہند کے مطالبات اور خواہش کے بموجب مسئلہ خلافت طے نہ ہو اور وزراء سلطنت برطانیہ اگر اپنے وعدوں کو پورا نہ کریں تو ہر ایک ہندوستانی گورنمنٹ سے اپنے تعلقات منقطع کرلے۔ اِس لیئے یہ ضرورت پیدا ہو گئی ہے کہ نہایت توجہ اور غور کے ساتھ اس خطرناک تجویز کے نتائج کو دیکھا جائے۔ رزولیوشن میں مسلمانوں کے مطالبات کی تفصیل نہیں دی گئی ہے لیکن جو وفد خلافت وزیر اعظم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اِس نے مسلمانوں کے حسب ذیل مطالبات پیش کیے تھے۔

(۱) حفاظتِ اماکن مقدسہ۔

(۲) حکومت جزیرۃ العرب۔

(۳) بقا و استحکام سلطنت ٹرکی تاکہ سلطان ٹرکی مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کی پوزیشن قائم رکھ سکیں۔

مسٹر محمد علی کے جواب سے صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ اگر امیر فیصل بادشاہ تسلیم کر لیے جائیں تو اول دو مطالبات نہیں پورے ہونگے۔ کانفرنس صلح کی تجاویز کی مخالفت مسلمان اس بنا پر کرتے ہیں کہ ان سے مسلمانوں کی واحد باقی ماندہ سلطنت کی قوت و اقتدار میں فرق آجائے گا اور عراقِ عرب اور شام کی پس ماندہ قوموں کو آزادی عطا کرنے یا ایک جدید مسلمان سلطنت قائم کرنے سے وہ قوت نہیں پیدا ہوگی جو عیسائی یورپ کی سختی کا مقابلہ کر سکے۔ ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ مطالبات مذہبی بنا پر ہیں یا قومی ہمدردی کے باعث ہیں۔ جہاں تک کہ ہندوستان کی دوسری قوموں کا تعلق ہے وہ اس کو ضرور محسوس کرتے ہیں کہ اُن کے مسلمان بھائی سلطنت ٹرکی کے ٹکڑے ہو جانے سے نہایت پریشان و مضطرب ہیں اور مسلمانوں کے ان مطالبات سے کہ مسلمانوں کے اماکن مقدسہ مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہیں اور جن صوبوں میں کہ ترکوں کی آبادی زیادہ ہے وہ سلطنت ٹرکی ہی کے قبضہ میں رہنے چاہئیں۔ ہر ایک معقول پسند شخص کو ضرور ہمدردی کرنی چاہیئے اِس مسئلہ کے متعلق مسلمانوں کی محسوسات کی ہندوؤں نے قدر کی ہے اور اس حد تک ایجیٹیشن سے اپنی پوری ہمدردی اور اعانت ظاہر کی ہے۔ جنوری ۱۹۱۸ء میں جو وعدہ کہ صاحب وزیر اعظم کر چکے تھے اب اس کے خلاف تھریس اور ایشیائے کوچک کا کچھ حصّہ ترکوں سے لے لینے کی تجویز بھی نہیں مانی جا سکتی کیونکہ ان مقامات پر عنصر غالب ترکی آبادی کا ہے۔ ٹرکی کی غیر مسلم رعایا کی حفاظت کے مسئلہ پر کانفرنس صلح میں پوری توجہ سے غور کیا گیا ہے۔ ہمارے ہم وطنوں

سر سیوا سوامی کا مضمون مسئلہ خلافت کے متعلق اخبار نیشنل آف مدراس اور نیو انڈیا میں ۱۰ اپریل کو شائع ہوا جو چیلنج کا پہلا جواب ہے یہ مضمون ہماری کتاب کا اول مضمون ہے اور ابتدا ہی میں درج ہے۔ ۱۵، ۱۶، ۲۰ و ۲۱ اپریل کو میں نے ۴ مضامین تحریر کئے جو کتاب کے آخر میں درج ہیں۔ ۱۷ اپریل کو مدراس میں عظیم الشان مظاہرہ خلافت کا کیا گیا اور مسٹر گاندھی کی ۴ تدریجی منزلیں ایک رزدلیوشن کی صورت میں پاس ہوگئیں کہ:۔

آل انڈیا خلافت کمیٹی کے رزولیوشن کے منشاء کے مطابق اگر موجودہ ایجیٹیشن بے نتیجہ اور غیر موثر ثابت ہو تو تمام ہندوستانیوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ حسب ذیل تدابیر سے گورنمنٹ سے ترکِ موالات کریں۔

(۱) تمام اعزازی عہدے، خطابات اور کونسلوں کی ممبریاں ترک کردی جائیں۔

(۲) گورنمنٹ کی جملہ ملازمتیں چھوڑ دی جائیں۔

(۳) پولیس اور فوج کی نوکریاں چھوڑ دی جائیں۔

(۴) گورنمنٹ کو کسی قسم کا ٹیکس ادا نہ کیا جائے۔

مولوی عبد المجید شرر نے یہ رزولیوشن پیش کیا۔ مسٹر کنوری رنگا آئر نے اس کی تائید اور میسرز سیتا مورتی۔ راجہ گوپال اچاری سوامی آئنگر پنڈت بسی دم اور چند مسلمانوں نے اس کی تائید ثانی کی۔ صدر جلسہ مولانا شوکت علی نے چاروں منازل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ:۔

"ہم نے یہ تجویز بلا سوچے سمجھے نہیں پیش کی ہے ہم جانتے ہیں کہ اس سے کیا مطلب ہے اس تحریک کے معنی مکمل آزادی حاصل کرنے کے ہیں"

اس وقت مسٹر گاندھی اس حد تک نہ بڑھے تھے لیکن ہم میں سے بعض حضرات کو

صاف معلوم ہوگیا کہ یہ تحریک بظاہر معصوم صفت لیکن فی الحقیقت غدارانہ ہے۔ اس وقت سے ہمارا اخبار نیو انڈیا اس کے متعلق برابر جد و جہد کر رہا ہے اور میں نے سٹیزن نیشنل سرونٹ آف انڈیا لیڈر اور دیگر اور اخبارات میں مضامین شائع کئے۔ ۱۵ رمئی کو مسٹر سری نواسن شاستری بھی اس بحث میں شریک ہوگئے اور انھوں نے اخبار سٹیزن میں مضمون لکھے۔ اور مسٹر جمنا داس دوارکا داس نے جو امپیریل لیجسلیٹو کونسل اسمبلی کے ممبر ہیں اخبار بمبئی کرانیکل میں خامہ فرسائی فرمائی۔

کانگریس کے ممبر مسٹر پرنجپے۔ مسٹر راما سوامی آئر اور میں نے اخبارات سرونٹ آف انڈیا میں۔ سر آسوتوش چودھری، مسٹر امبکا چرن مظمدار، میسرز ستیا نند بوس، جے این رائے، جے چودھری، اور بی سی چیٹرجی نے اخبار بنگالی میں۔ مسٹر جی اے نیٹسن نے رسالہ انڈین ریویو میں۔ آنریبل مسٹر ہرگری نے اخبار نیو ٹائمس میں۔ اور مسٹر این این سارتھ نے رسالہ ایشیاٹک ریویو میں مضامین تحریر فرمائے۔ ان کے علاوہ اور بھی مضامین شائع ہوئے ہونگے اور اگر اس کا دوسرا اڈیشن شائع کرنے کی ضرورت ہوئی تو میں جملہ اخبارات کے اڈیٹر صاحبان سے درخواست کرونگی کہ وہ اپنے اخباروں کے مضامین مرحمت فرمادیں۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی منعقدہ بنارس میں تاریخ ۳۰ و ۳۱ رمئی ایک اور جدت ہوئی۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ماہ مارچ میں مسٹر گاندھی نے ترک موالات کرنے کے لیئے مسئلہ خلافت میں اور مسائل شامل کرنے کی ممانعت فرمادی تھی لیکن اس جلسہ میں یہ قرار پایا کہ ہندوؤں کو متوجہ کرنے کے لیئے مسئلہ خلافت کافی نہیں ہے اس لیئے اشتعال پیدا کرنے کے واسطے مظالم پنجاب اور ریفارم ایکٹ کے نقائص بنارس کے جلسے نے اور شامل کردیئے۔

کے مطالبات خواہ جائز ہی کیوں نہ ہوں لیکن خلافت وفد کو صاحب وزیر اعظم کے جواب پارلیمنٹ میں ممبران کی تقریروں اور انگریزی اخبارات کی رائے زنی اور امریکہ کے نوٹ سے یہ بات تو ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ ترکی سلطنت کے متعلق تصفیہ کرنے میں اتحادی جو اُصول اختیار کرینگے اُن کو مسلمانانِ ہند نہیں قبول کرینگے۔ گورنمنٹ ہند۔ صاحب وزیر ہند اور ہندوستان کے نمائندوں نے کانفرنس صلح میں مسلمانوں کے مطالبات نہایت زور اور شدومد کے ساتھ پیش کیئے ہیں اور گزشتہ مہینہ میں جو عام جلسے مسلمانوں نے منعقد کیئے اُس میں سلطان المعظم سے بہ حیثیت خلیفۃ المسلمین ہونے کے پوری وفاداری اور کامل اطاعت کیشی کا اظہار کیا ہے اسی کے ساتھ جو اور قرار دادیں مسلمانوں نے پاس کی ہیں اُن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تخت برطانیہ کے ساتھ اُن کا جو رشتۂ وفاداری ہے اُس کو توڑنے کی سخت دھمکی دی گئی ہے۔ مسٹر گاندھی کی تجویز غالباً اس خیال سے تسلیم کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے سے اشتداد اور بغاوت کا رجحان رُک جائیگا اور با ضابطہ اُصول کے اندر متفق ہو کر آجائے لیکن اس بات کا نہایت خفیف امکان معلوم ہوتا ہے کہ ایجیٹیشن ضابطہ کے اندر رہے گا اور سوسائٹی کے لیئے کوئی خطرہ پیدا نہ ہوگا۔ مسٹر گاندھی بذات خود امن پسند ہیں اور ہر قسم کی باغیانہ حرکات سے نفرت کرتے ہیں لیکن سال گزشتہ اُن کو کافی تجربہ ہو چکا ہے کہ عوام میں ایجیٹیشن پیدا کرکے سے وہ اپنے کو قابو میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں اور ایجیٹیشن ضابطہ کے اندر رہ سکتا ہے یا نہیں۔ کیا ایک سال کے اندر ہی لوگوں کی فطرت دفعتاً تبدیل ہو گئی ہے۔ گورنمنٹ سے جملہ تعلقات منقطع کرنے کی تجویز کے متعلق مسٹر گاندھی نے ۱۱ اپریل کو اپنا مضمون شائع کیا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ :-

"سر اور پیر دونوں طرف سے اس پر عمل کرنا چاہیئے یعنی خطابات واپس کیئے

جائیں اور ادنیٰ ملازمان سرکاری تک ملازمت ترک کردیں۔

ترکِ موالات کے نتائج۔

اِس سے اُن کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جملہ سرکاری ملازمان مثلاً جج۔ مجسٹریٹ افسرانِ پولس وجیل وغیرہ۔ سب ایک سیاسی وجہ کی بنا پر سرکاری ملازمت یک لخت ترک کردیں۔ ہم کو ہڑتال کرانے والوں کی حرکتیں خوب معلوم ہیں پس اِس کی کیا ضمانت ہے کہ جو لوگ کام چھوڑنے سے انکار کرینگے اُن کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہیں کیا جاوے گا۔ ہر مسئلہ پر بحث کرنے کے لیئے اوّل اُس کی کامیابی کے امکانات کو دیکھنا چاہیئے صرف اُس کی ناکامیوں کے متعلق ناممکنات سے بحث نہ کرنی چاہیئے۔ فرض کیجئے کہ سب لوگوں نے سرکاری ملازمت سے دستکشی اختیار کرلی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ گورنمنٹ پریشان ہوجائیگی اور سارا کام بند ہوجائیگا۔ مسٹر گاندھی کی تحریر سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت ٹیکس دیا جائے گا یا نہیں لیکن اس کا منطقی نتیجہ تو یہی ہوسکتا ہے کہ نہیں دیا جائیگا۔ مسٹر گاندھی نے اپنی تحریر میں یہ بھی درج کیا ہے کہ فوجی ملازمان کو استعفٰے نہ دینا چاہیئے اور اُن سے ملازمت ترک کرانا ہمارا آخر کام ہوگا اور ہم اس کارروائی کے اس وقت مستحق ہونگے جب کہ وایسرائے صاحب وزیر ہند اور وزیر اعظم بھی ہم کو چھوڑ بیٹھینگے۔ صاحب وزیر اعظم نے صلح کانفرنس میں اتحادیوں کی منفصلہ تجاویز سے ایک انچ بھی تجاوز کرنے سے انکار کیا ہے۔ تو کیا اس کارروائی کا وقت آگیا ہے۔ خواہ فوج سے کام چھوڑوانے کا وقت آیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن صرف سول انتظام کو مفلوج کردینے سے ہی عام بدامنی اور رعایا کے لیئے بے حد تباہی اور مصیبتیں پیدا ہوجائینگی۔ لیکن اس قدر ڈرانے اور دھمکانے کا آخر نتیجہ کیا نکلے گا۔ کیا اس کا یہی جواب دیا جاوے گا کہ اس کارروائی

سے گورنمنٹ ہند عاجز ہو جائے گی اور مسلمانوں کے مطالبات پورے کردیگی۔
فرض کیجئے کہ گورنمنٹ ہند مسلمانوں کی مرضی کے مطابق کارروائی کرنے کو تیار ہے تو وہ کیا طریقہ اختیار کریگی وہ صرف اسی قدر کرسکتی ہے کہ مسلمانوں کے مطالبات سے امپیریل گورنمنٹ کو اطلاع دے اور یہ مطالبات صلح کانفرنس میں پیش کرادے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ گورنمنٹ ہند ترکِ موالات کی تجویز سے بہت پیشتر ہی یہ سب کچھ کرچکی ہے مسٹر گاندھی گورنمنٹ ہند سے کیا کارروائی کرانا چاہتے ہیں۔ کیا گورنمنٹ ہند گورنمنٹ برطانیہ اور اتحادیوں کے ساتھ جنگ کرے اور اگر اس قسم کی حماقت ہو سکتی ہے تو کیا مسلمانان ہند اور ہندوستان کے دیگر باشندے گورنمنٹ برطانیہ اور اتحادیوں سے جنگ کرکے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مسٹر گاندھی خود اشتداد کو ناپسند کرتے ہیں اور یہی مشورہ دیتے ہیں کہ رعایا گورنمنٹ کے ساتھ کسی قسم کی سختی کا برتاؤ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ پھر کیا گورنمنٹ برطانیہ، اتحادیوں اور ساری عیسائی دنیا سے جنگ کرنے کا خیال مضحکہ انگیز نہیں ہے۔
اگر انگلستان کی اولوالعزمی اور عالی ظرفی سے کوئی اپیل کیا جائے تو اُس کی ضرور سماعت ہو سکتی ہے لیکن کسی دھمکی سے اُس کو مرعوب کرنا یا شکست دینا محض طفلانہ خیال ہے۔

ترکِ موالات کے خطرات

لفظ ترکِ موالات بہ ظاہر کیسا ہی معصوم صفت کیوں نہ ہو لیکن گورنمنٹ سے رعایا کا تصادم ہو جانا اس کا لازمی نتیجہ ہے اور اِس کا انجام یہ ہوگا کہ رعایا کھلم کھلا گورنمنٹ کی مخالفت پر آمادہ ہو جائے گی امن و امان کا قائم رکھنا ہر ایک گورنمنٹ کا اوّلین فرض ہے اس لیئے بغاوت اور سرکشی کی سرکوبی اور انسداد کے لیئے گورنمنٹ کو ضرور انسدادی تدابیر اختیار کرنا ہونگی اور مجھ کو تو اس احمقانہ تجویز کا یہ انجام نظر آرہا ہے کہ رعایا بغاوت کریگی اور گورنمنٹ انسدادی تدابیر کرے گی اور دونوں صورتوں میں ملکی ترقی رجعت

تفرقی اختیار کرگئی. ترکِ موالات کا اصول مقاومت مجہول کے اصول سے ملتا جلتا ہے جس کے متعلق ہم نے عرصہ سے کچھ نہیں سُنا اور سلطنت کے اندرونی انتظامات کی خرابیوں کے متعلق خواہ یہ تحریک انتہائی ضرورت کے وقت جائز ہی کیوں نہ تسلیم کی جائے لیکن بین الاقوامی مسائل کے متعلق تو یہ سراسر ناجائز ہے اس ایجیٹیشن کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے ملکی انتظام کی کسی خرابی کے انسداد کے لیئے ہے یا گورنمنٹ نے ہمارے کسی مذہبی معاملہ میں دست درازی کی ہے۔ جنوبی افریقہ میں سفید رنگ والوں نے ہمارے اہلِ وطن کے جو حقوق پامال کیئے ہیں اُن کی دادرسی کے لیئے بھی کبھی یہ تجویز پیش نہیں کی گئی کہ گورنمنٹ سے ترکِ موالات کیا جائے۔ اس لیئے مسٹر گاندھی اور اُن کے مسلمان رفقاء کی یہ تحریک ایک بین الاقوامی مسئلہ کو حل کرانے کے لیئے اور اس طور پر حل کرانے کے لیئے جس کے مخالف خود مسلمان ہیں ہرگز جائز اور معقول نہیں ہوسکتی ہے۔

اِس دنیا میں لوگوں کے مابین جو نزاعات ہوتی ہیں اُن کی ایک آخری حد ہوتی ہے جس پر پہنچ کر اُن کا فیصلہ پنچایت یا کسی اور طریقہ پر ہوسکتا ہے۔ لیکن سیاسی اور بین الاقوامی مسائل کا آخری فیصلہ تلوار سے ہوا کرتا ہے۔ ٹرکی بلا ضرورت اپنی خوشی سے شریکِ جنگ ہوئی اور صلح کے وقت وہ خسارہ میں رہی۔ گورنمنٹ ہند۔ صاحب وزیرِ ہند اور ہندوستان کے نمائندوں نے صلح کانفرنس میں اپنی انتہائی کوشش کی کہ ٹرکی کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا جائے اگر ان سب حضرات کو اپنی اس کوشش میں ناکامی ہو تو اس ملک میں ٹرکی کے متعلق ایجیٹیشن کو ختم کردینا چاہیئے۔ مسٹر محمد علی نے صاحب وزیرِ اعظم سے اپنی ملاقات کے دوران میں یہ توقع ظاہر کی تھی کہ میں ترکوں کی سلطنت قائم رکھنے کی اسکیم میں عرب لوگوں کے لیئے ایسی مناسب مراعات رکھ دی جائینگی جس سے عرب لوگ مطمئن ہوجائینگے، اگر مسٹر محمد علی اور اُن کے ساتھی اس کوشش

میں کامیاب ہوجاتے اگر عرب ترکوں کی عملداری گوارہ کرلیتے تو انجمن اقوام میں کوئی ایک سلطنت بھی ایسی نہ تھی جو اُن کے مطالبات کو تسلیم کرنے میں حارج اور مانع ہوتی۔

اپنے مسلمان بھائیوں کے جذبات کا پورا احترام اور اُن سے مخلصانہ ہمدردی کرکے اور اس مسئلہ پر بہ خوبی غور کرنے کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ تحریک ترکِ موالات ملک کے حق میں تباہ کُن ثابت ہوگی اور مجھ کو افسوس ہے کہ میں مسٹر گاندھی کی تجویز کی مخالفت کررہا ہوں جن کی بے حد قدر و منزلت میرے دل میں ہے۔ چونکہ میری قطعی رائے ہے کہ اس ایجیٹیشن کا نتیجہ مضر ہے اس لیئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُن کو متنبہ کردوں۔ اِسی کے ساتھ یہ کہہ دینا بھی ضروری ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ میری ذاتی رائے ہے۔ میں کسی انجمن وغیرہ کی طرف سے رائے زنی نہیں کررہا ہوں۔

موالات یا ترکِ موالات

مسز اینی بسنت صاحبہ

مجھ کو یہ معلوم کرکے بے حد افسوس ہوا کہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں گورنمنٹ سے ترکِ موالات کی تجویز نہ صرف پاس ہوئی بلکہ صلح نامہ ٹرکی کے متعلق سرکاری اعلان کے بعد اس پر عمل کرنے کا وقت مقرر کیا گیا۔ سب کمیٹی جس نے کہ اس منحوس تجویز کی سفارش کی اُس میں مسٹر گاندھی، مولانا شوکت علی

اور مولانا ابو الکلام آزاد شریک تھے۔ اس کے بعد حسب ذیل قاعدہ مقرر کیا گیا کہ :-

"پراونشیل اور دیگر خلافت کمیٹیوں کو کوئی رزولیوشن اُس اصول کے خلاف پاس نہیں کرنا چاہیئے۔ جو آل انڈیا خلافت کمیٹی نے مقرر کر دیا ہے کیونکہ اُن کا صرف یہ کام ہے کہ سنٹرل خلافت کمیٹی نے جو مقاصد قرار دیدیئے ہیں اُن کی تعمیل کریں"۔

اِس حالت میں ہم کو یہ خیال ہوتا ہے کہ مدراس کمیٹی اور بمبئی کا جلسہ تمام ہندوستانیوں سے درخواست کریگا کہ وہ گورنمنٹ سے ترک موالات کریں۔ اِس کے یہ معنی ہوئے کہ خواہ کمیٹی نے اس کا یہ مطلب نہ رکھا ہو کہ جملہ ہندوستانی بجز ممبران کونسل، ریفارم ایکٹ کے متعلق کام کرنے سے انکار کر دیں اور ممبرانِ گورنمنٹ سے ترکِ موالات کر دیں اور اِس طرح پر ریفارم ایکٹ کی تباہی یقینی ہے۔ اس حالت میں جو شخص کہ ہندوستان سے اِس قدر محبّت کرتا ہے کہ وہ ٹرکی سلطنت سے کرتے ہیں وہ خلافت کمیٹی کے ساتھ ہرگز کام نہیں کر سکتا ہے۔ خلافت کمیٹی کے وفد نے لندن جاکر درخواست کی کہ ٹرکی کا وہی رتبہ قائم رکھا جائے جو جنگ سے پیشتر تھا۔ برطانیہ کے امکان میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ وہ اتحادیوں میں سے ایک فریق ہے۔ امریکہ، فرانس اور اٹلی اُس کے اتحادی ہیں جو ٹرکی کے مخالف ہیں۔ مسٹر مانٹیگو اپنی امکانی کوشش صرف کر چکے ہیں اور وزیر اعظم اور اُن کے ماتحت دیگر وزراء عملًا دو چند زور لگا چکے ہیں۔ اِس لیئے کیا یہ منصفانہ اور ایماندارانہ حرکت ہوگی کہ تمام اہل ہند ایک ایسی گورنمنٹ سے اپنے تعلقات منقطع کر لیں جس نے مسلمانوں کے واسطے جو کچھ بھی حاصل ہو سکتا تھا اُس کے حصول میں اپنی امکانی کوشش صرف کر ڈالی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ مسٹر گاندھی اختلافات کی عمومًا اور ریفارم ایکٹ کی خصوصًا کچھ پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ امرت سر میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ نامکمل۔ ناقابل اطمینان اور مایوس کن ہے۔ اور پھر آپ نے اپنی ترمیم یہ وعدہ کرکے واپس لے لی کہ اس کی عملی کارروائی

ہیں حکام سرکاری کے ساتھ میں اشتراک عمل کرونگا۔ اس لیئے ان پر یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی محبت اور ہندو مسلم اتحاد قائم کرنے کی خاطر سے اُنھوں نے اختلافات کو قربان کر دیا۔ اس کا نتیجہ غالباً یہ ہوگا کہ موالات کرنے والے ہندو مسلمان اور ترک موالات کرنے والے ہندو مسلمان دو فرقے قائم ہو جائینگے۔ سالِ گزشتہ ستیاگرہ کی تحریک نے بمبئی کی سیاسی زندگی میں تفرقہ ڈال دیا۔ اور جو وفد اصلاحات کے لیئے انگلستان گیا تھا اُس کے کام کا ستیاناس کر دیا۔ اور غالباً اِسی قسم کی خرابی امسال واقع ہوگی جب اِس پر عملی کام شروع ہوگا۔

ترکِ موالات کے معنی

علاوہ اِس امر کے کہ جدید نزاعات اور تفرقے پیدا ہو رہے ہیں دریافت طلب یہ ہے کہ ترک موالات کے کیا معنی ہیں؟ اِس کے اصلی معنی تو ہو نہیں سکتے البتہ یہ مطلب ضرور ہو سکتا ہے کہ خالی رزولیوشن پاس کرکے بہت سے لوگوں کو مصیبت میں ڈال دیا جائے اور چند بہادر آدمیوں اور اُن کے خاندانوں کا صفایا کر دیا جائے۔ اگر اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ تمام سرکاری ملازمان استعفےٰ دیدیں اور گورنمنٹ تباہ ہو جائے تمام فوجی سپاہی اور ملازمانِ پولس اپنا کام چھوڑ دیں اور جرائم پیشہ لوگ لوٹ مار اور ڈکیتی شروع کر دیں۔ تمام میونسپلٹیاں اور ڈسٹرکٹ بورڈ توڑ دیئے جائیں اور اُن کے افسران اور ملازمان علیحدہ کر دیئے جائیں تاکہ تباہی، بدامنی اور ردبا نمودار ہو۔ تمام ملازمان ریلوے کام چھوڑ دیں تاکہ آمد و رفت بند ہو جائے اور اناج کی آمد و رفت مسدود ہو جائے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ہندوستانی ملازمان کام چھوڑ دیں اور یہ کارروائیاں کر دی جائیں لیکن ان کی بجائے اور بندوبست کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سر ایڈورڈ کارسن نے اوّل آئرلینڈ میں مشروط گورنمنٹ قائم کر لی تھی اُس کے بعد

گورنمنٹ کو مفلوج کرنے کی تدبیر سوچی تھی - تاکہ حکام کو پریشان کر کے اُن کی بجائے مشتہر وطنکو کام کرے اور ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لیئے فوج تیار کر لی تھی اور جس تبدیلی کا ارادہ کیا گیا تھا اُس کے لیئے پوری تیاری پیشتر سے کر لی گئی تھی تاکہ رعایا کو کچھ تکلیف نہ پہونچنے پائے لیکن یہاں پر ۳۱ کروڑ ۰ ۵ لاکھ باشندوں کی حفاظت کا کچھ انتظام نہیں کیا گیا ہی جو کوہ ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک پھیلے ہوئے ہیں - غالباً اس کا جواب یہ دیا جائیگا کہ یہ سب باتیں واقع نہ ہونگی، بہت ٹھیک - تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ رزولیوشن محض زبانی جمع خرچ ہے اور جن حضرات نے کہ اس کو پاس کیا ہی اُن کا یہ مطلب نہیں ہی کہ اس پر عمل کیا جائے نتیجہ یہ ضرور ہوگا کہ چند لوگ ترک موالات کر دینگے - بعض مقامات پر فساد ہوئے ہونگے جس طرح کہ سالِ گذشتہ ہو چکے ہیں - بعض خاندان اپنے محبوبوں سے ہاتھ دھو بیٹھینگے - بعض لوگوں کو جیل خانہ ہوگا اور قومی منافرت بے حد ترقی کر جائیگی - سنہ ۱۹ء کی قطعی ناکامی سے سنہ ۲۰ء کو سبق حاصل کرنا چاہیئے تھا - ہم کو یہ توقع کرنی چاہیئے کہ امسال اور بھی زیادہ ناکامی حاصل ہوگی اور کوئی متنفس نہ مارا جائیگا - نہ زخمی ہوگا اور نہ جیل خانہ جائیگا - کیا خوب ہو اگر ایسا ہی واقعہ پیش آئے اور یہ بھی ممکن ہی کہ آل انڈیا خلافت کمیٹی نے تحریکِ ترکِ موالات کو اس خیال سے نہ دیکھا ہو - لیکن اُس نے کچھ نہ کچھ مطلب تو ضرور رکھا ہوگا - کیا اُس کی یہ غرض ہی کہ لوگ ایسے بے پرواہ ہیں کہ رزولیوشن پاس کرنے کے بعد اس کا کچھ اثر نہیں پڑیگا - معلوم نہیں کہ عام جلسوں کے ذریعہ سے ایجیٹیشن پھیلانے سے کیا حاصل ہو سکتا ہی اور کیا نہیں ہو سکتا ہی - جلسے گورنمنٹ سے یہ اپیل کر سکتے ہیں کہ فلاں کام کیا جائے یا فلاں کام نہ کیا جائے اور گورنمنٹ پر ان جلسوں کی کارروائی کا اسی حد تک اثر ہو سکتا ہی کہ گورنمنٹ یہ دیکھینگی کہ یہ جلسے رائے عامہ کی کس حد تک نیابت کرتے ہیں لیکن جن جلسوں میں کہ کسی کام کے کرنے کے لیئے رعایا سے درخواست کی جائے وہ اُسی وقت مؤثر ہو سکتے ہیں جب کہ لوگوں کی زیادہ تعداد اُس پر عمل پیرا ہو جائے - اس لیئے اگر

اگر [illegible] کی جن سے درخواست کی گئی ہے تو مرقومہ بالا نتیجہ ضرور برآمد ہوگا [illegible] لوگ اُس پر عمل نہیں کرینگے۔ تو ایسی تجاویز کا مذاق اُڑایا جائیگا۔ اور گورنمنٹ [illegible] بے فائدہ ہو کر اپنے کام میں بدستور مصروف رہیگی۔ اس لیئے لیڈر کو اپنے مقلدین کی طرف سے اوّل پورا اطمینان کر لینا چاہیئے قبل اس کے کہ وہ اُن سے کسی کام کے کرنے کے لئے درخواست کرے۔

بحالتِ موجودہ ہم میں سے بہت لوگ نہایت تکلیف دہ پوزیشن میں ہیں۔ ہم امسال مسٹر گاندھی کی اس قدر بھی حمایت نہیں کر سکتے ہیں جس قدر سال گزشتہ ہم نے کی تھی چونکہ اُن کی موجودہ پالیسی ۱۹ء کی پالیسی سے کہیں زیادہ خطرناک ہے جس کا نہایت اندوہ ناک خاتمہ ہوگا۔ ہم میں سے بعض لوگ مسٹر محمد علی اور مسٹر شوکت علی کی بہت وقعت کرتے ہیں جنھوں نے اُن کی تکلیف کے زمانہ میں اُن کے لئے بہ نسبت اُن اصحاب کے بہت زیادہ کوشش کی جو آج کل اُن کے مداح ہیں اور اُن کو شاباش دیتے ہیں لیکن اب ہم اُن موجودہ پالسی کی داد نہیں دے سکتے ہیں، کیونکہ خدانخواستہ اگر یہ پالیسی کامیاب ہو گئی تو ملک کے حق میں سخت مہلک ثابت ہوگی اور اگر ناکام رہی جیسا کہ ہم کو یقین ہے تو وہ اسلام کے خلاف اور خود اُن کے حق میں بے حد مضرت رساں ثابت ہوگی اور یہ پالسی جدید قومیت پرست گروہ میں تفرقہ اندازی پیدا کر کے اور اُن کو بدنام کر کے نقصان پہنچائیگی۔ اور مجھ کو اُمید ہے کہ آئندہ انتخاب میں اس جماعت کے بہت کم اصحاب منتخب ہونگے۔ اُن کی بدنامی کی ہرگز خواہاں نہیں ہوں کیونکہ ملکی آزادی کے واسطے جو لوگ کہ ناممکن باتوں کے لیئے کوشش کرتے ہیں اُن کی اس سعی سے ممکن باتوں کا حصول بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

ضمیمہ

مسز اینی بسنت صاحبہ

مسئلہ خلافت کی موجودہ حالت میں گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے ترکِ موالات پر عمل کرنے کے متعلق اختلاف رائے پیدا ہوگیا ہے۔ اس کے متعلق خود مسلمانوں کی مختلف رائیں ہیں۔ بعض اس کو پسند کرتے ہیں اور بعض ناپسند کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی پابندی ہر ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُس گورنمنٹ کو کسی قسم کی مدد نہ دے جو اتحادیوں سے مسلمانوں کے مطالبات پورا کرنے پر اصرار نہیں کرتی ہے۔ اس لیئے کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیئے مسٹر گاندھی نے جملہ غیر مسلم ہندوستانیوں سے استدعا کی کہ گورنمنٹ سے تعلقات منقطع کرنے میں وہ اپنے مسلمان بھائیوں کا ساتھ دیں۔ میں اس کے متعلق گزشتہ مضمون میں لکھ چکی ہوں اب اُسی دلیل کو دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے اس میں رزولیوشن کو ناقابل عمل تصور کرتی ہوں کیوں کہ مقامی کوشش اس پر عمل کرنے کی اگر کی گئی تو یہ تجویز خطرناک ثابت ہوگی اور یہ ایک ایسی تجویز ہے جس سے کسی غیر مسلم کو اتفاق نہیں کرنا چاہیئے۔

کیونکہ مسلمان کے واسطے ہر بات کا انحصار اُس کے ضمیر پر ہے جب وہ یہ فیصلہ کرلیتا ہے کہ یہ اُس کا مذہبی حکم ہے یا مذہبی حکم نہیں ہے اب وہ خود ہی اس کا فیصلہ کرسکتا ہے کہ اُس کو خلیفہ کی اطاعت کرنی چاہیئے یا اپنے بادشاہ کی کرنی چاہیئے۔ آخر صورت میں وہ سلطنت کا مطیع رہ کر بھی ہر قسم کی مدد آزادی کے ساتھ اپنے خلیفہ کی کرسکتا ہے۔ مسٹر محمد علی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا۔ کہ "اگر ترک ہندوستان پر خلیفہ کے حکم سے حملہ کریں تو میں اپنے ملک کی حفاظت کے لیئے اُن سے لڑونگا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیک خیال مسلمان حب الوطنی کی خاطر خلیفہ سے جنگ کرسکتا ہے اور اس صورت میں وہ اپنے بادشاہ کی اطاعت کریگا اور خلیفہ کا مقابلہ کریگا۔ اب یہ سوال مسلمان ہی طے کرسکتے ہیں کہ دونوں میں سے

کس کی اطاعت زیادہ ضروری ہے۔ غیر مسلم اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔

لیکن بفرض محال یہ سوال خلیفہ کی اطاعت کا نہیں بلکہ رسول مقبول صلعم کے احکام کی تعمیل کرنے کا ہے اگر یہ صورت پیدا ہو جائے تو اُس وقت ہر شخص کا ضمیر اس کا فیصلہ خود کریگا اور کوئی شخص اپنے ضمیر کے فیصلہ کا مخالف ہوگا اور کوئی حامی ہوگا۔ اور اپنے فیصلہ کی خود عزت کریگا اور اُسی کے بموجب عمل کرنے کی ہمت کریگا۔ ابتدائے زمانہ کے عیسائیوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ قیصر کے بُت کے روبرو ذری سی خوشبو جلا دینے کے یہ معنی تھے کہ اس کو خدا مان لیا گیا۔ اس لئے لوگ فرما نبردار کرتے لیکن خوشبو روشن کرنے سے ڈرتے تھے کیونکہ خوشبو روشن کرنے سے مان لیا جاتا تھا کہ یہ شخص سلطنت کا غدار اور دشمن ہے میرے نزدیک وہ لوگ شہدا جیسی عزت کے مستحق ہیں خواہ اُن کا عقیدہ حق تھا یا باطل۔ جو لوگ اپنے ضمیر کے خلاف عمل کرنے کی بجائے اپنی ہر ایک چیز یعنی اپنی جان مال اور آزادی قربان کرنے کو تیار ہیں وہ اپنی سوسائٹی کا رتبہ بلند کر دیتے ہیں اور اُس کو طاہر بنا دیتے ہیں اور اس وجہ سے وہ ہر ایک عزت کے مستحق ہیں۔ جو مسلمان کہ یہ کہتے ہیں کہ اُن کا مذہبی عقیدہ اُن کو حکم دیتا ہے کہ وہ ترک موالات پر عمل کریں میں اُن کو کچھ نہیں کہنا چاہتی ہوں البتہ جو مسلمان کہ اس کو مذہبی مسئلہ تصور نہیں کرتے ہیں میں زور کے ساتھ اُن کو اس پر عمل کرنے سے منع کرتی ہوں۔ اور چونکہ میں خود ترک موالات کی تحریک کو پسند نہیں کرتی ہوں اس لئے جملہ غیر مسلم صاحبان کو بھی یہ صلاح دیتی ہوں کہ وہ بھی اس کو تسلیم نہ کریں۔

خلافت کمیٹی نے از راہِ نوازش مجھ کو بھی اپنے جلسہ میں مدعو کیا ہے اور میرا ارادہ اس میں شریک ہونے کا ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ جس تحریک کو میں غلط جانتی ہوں اس کے متعلق میں سننا چاہتی ہوں کہ زبردست سے زبردست کون سی دلیل اس کی حمایت میں پیش کی جائے گی۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مجھ کو مسلمانوں سے بے حد ہمدردی ہے کہ اُن

کی حکمراں سلطنتیں یکے بعد دیگرے مٹتی جاتی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ گورنمنٹ اُس عہد کو پورا نہیں کر سکتی ہے جو اُس کے وزیراعظم نے کر لیا تھا اور اس طرح اس نے اپنی مسلمان رعایا کو بڑا صدمہ دیا ہے علاوہ ازیں مجھ کو اس شخص کے ساتھ بے حد ہمدردی ہے جس نے ۵ سال تک سزا برداشت کی اور اب میں اس کا احترام کرونگی کیونکہ وہ اپنے مذہبی عقیدہ کا پابند ہے۔ جب کوئی شخص اپنے دلی عقیدہ سے بیان کرے کہ مجھ کو خدا کی اطاعت کرنی چاہیئے بجائے اس کے کہ میں کسی انسان کی کروں، اِس وقت جو لوگ کہ خدا کے معتقد ہیں اُن کو آمین کہنی چاہیئے۔

سچا ستیا گرہی

مسز اینی بسنت صاحبہ

مسٹر راجہ گوپال اچاری کی تقریر کل جلسۂ خلافت میں نہایت دلچسپ ہی کیوں کہ اوّل تو اُنھوں نے اپنے ذاتی خیالات ظاہر کر دیئے دوسرے اُن کی صاف بیانی سے حاضرین جلسہ کو بھی اپنے دلی خیالات ظاہر کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اِس لیئے وہ تقریر نہایت قابل قدر رہی اور سامعین اُس سے بہت کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں خواہ جنگ جو فرقہ پر اُس کا کچھ اثر نہ ہوا ہو۔

مسئلۂ خلافت

میرا یہ خیال نہیں ہے کہ میں مسئلہ خلافت کے جواز یا مسلمانوں کے جذبات کی شدت کو نہیں سمجھ سکتی ہوں۔ میں خیال کرتی ہوں کہ صاحب وزیراعظم کی وعدہ خلافی غیر منصفانہ ہے اور مسلمانانِ ہند کو حقیقی نقصان پہنچاتی ہے جن کے متعلق مسٹر لائڈ جارج نے خود تسلیم کیا ہے کہ مسلمانانِ ہند بہ تعداد کثیر فوج میں داخل ہوئے اور اپنے خلیفہ سے لڑنے کے

لیئے میدانِ جنگ کو گئے یہ وعدہ قابلِ احترام تھا اور اس کا یہ صلہ نہ تھا کہ سلطان کو اتحادیوں
کی توپوں کے سایہ میں قسطنطنیہ میں چھوڑ دیا جائے اور اُن سے تھریس اور ترکوں کے آبائی
ملک چھین لیئے جائیں اگر کم از کم ایک حد تک مجھ کو مسلمانوں کے جذبات کی حقیقت نہ معلوم
ہوتی تو میں ترک موالات کی چار منزلوں سے چشم پوشی کرتی جس کا لازمی نتیجہ یہ معلوم ہوتا
ہے کہ ہندوستان اور برطانیہ کے تعلقات منقطع ہو جائیں لیکن چونکہ مجھ کو مسلمانوں کی جذبات
کا صحیح علم ہے اس لیئے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ اس حرکت سے ہندوستان پر تباہی آجائیگی۔ میں
بیان کر چکی ہوں کہ مسٹر گاندھی کے رزولیوشن ترکِ موالات کے متعلق ہندوؤں کی رائیں
مختلف ہیں اور یہ بات ہرگز مناسب نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اس تحریک سے ہندوؤں کی
عام رائے ظاہر ہوتی ہے۔ مسٹر راجہ گوپال اچاری فرماتے ہیں "کہ یہ مسٹر گاندھی کا پروگرام
نہیں ہے وہ تو صرف اس قدر کہتے ہیں کہ وہ (ہندو صاحبان) خلافت کے مسئلہ کے مخالف
نہیں ہیں۔ لیکن ترکِ موالات کی تجویز خلافت کمیٹی نے جو پاس کی ہے اور جس کی تائید بمبئی اور
مدراس کی کمیٹیوں میں ہو چکی ہے اس لیئے یقیناً یہ تجویز مسئلہ خلافت کا ایک ضروری اور لازمی
جز بن گئی ہے اور اگر لازمی جز نہیں ہے تو میں شکر گزار ہوں مجھ کو تو صرف اس سے اختلاف
ہے اصل مسئلہ کی تو میں مخالف ہوں نہیں اس کے متعلق تو میں اپنی ہمدردی ظاہر کر چکی ہوں
اور اس میں اعانت کرنے کی کوشش بھی کر چکی ہوں۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ مسٹر گاندھی
اس معاملہ کو صاف کر دینگے اور اس تجویز کی تائید نہیں کرینگے مجھ کو تو یہ خیال ہوا تھا کہ وہ ترکِ موالات
کی پابندی کرنے کے لیئے ہندو صاحبان پر زور ڈالنا چاہتے ہیں اور میں اُسی کے متعلق مضمون
لکھتی ہوں جیسا کہ میرے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ میں اس کو بھی تسلیم کرتی ہوں کہ جو شخص کہ
اس تجویز کا حامی ہو اُس کا عمل نہ کرنا اس کی اخلاقی کمزوری ہے میں تو اس تجویز کی سخت
مخالف ہوں کیونکہ مجھ کو اس کا نتیجہ بدامنی اور خونریزی نظر آتا ہے اگر اس پر بڑے پیمانہ پر
عمل کیا جائیگا۔ پہلی منزل معصوم صفت ہے اور اس سے گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہ پہنچیگی اور اس لیئے

محض فضول ہی کیونکہ مقصد تو یہ قرار دیا گیا ہی کہ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا جائے۔

فوج و پولس کی ترکِ ملازمت کے نتائج۔

مسٹر راجہ گوپال اچاری فرماتے ہیں کہ پولس کی علٰحدگی سے بدامنی نہ ہوگی۔ کیا فی الحقیقت آن کا یہ خیال ہی کہ جو لوگ نہایت اہم مسائل پر تقریر کا سننا تو گوارہ نہیں کرتے اور بیہودہ شور و غل مچاتے جس کی وہ خود مذمت کرتے ہیں تو یہ لوگ ضبط نفس اور تحمل کرنے کے لائق ہیں۔ ان حضرات کو اپنی زبان اور اپنے جذبات پر اس قدر تو قابو ہی نہیں کہ وہ مخالف رائے کا سننا تک برداشت نہیں کرتے اور جن لوگوں کی رائے اُن سے مختلف ہی اُن کی ہر قسم کی اہانت اور بے عزتی کرتے ہیں۔ علاوہ بریں ہر ایک بڑے شہر میں جرائم پیشہ لوگ موجود ہیں۔ پس جب غیر محفوظ شہروں میں اُن کی باگ چھوڑ دی جائیگی وہ قتل، ڈکیتی اور آتش زنی کے جرائم کرنے لگینگے۔ مسٹر اچاری نے فرمایا ہی کہ: "پولس کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر ضرورت لاحق ہوئی تو پولس تیار ہو جائیگی۔ اِس طرح پر کہ نوجوان خود قواعد سیکھ لینگے اور امن و امان قائم رکھینگے" لیکن جب تک کہ وہ قواعد سیکھینگے شہر تباہ ہو جائینگے اور اہلِ شہر قتل ہو جائینگے مسٹر اچاری نے بیرونی حملہ کے متعلق فرمایا کہ گورنمنٹ کو ملک کی حفاظت خود کرنی چاہیئے لیکن کس طرح اور کس قوت سے؟ ہند و مسلمان تو علٰحدہ ہونگے صرف مٹھی بھر انگریزی فوج رہ جائیگی حاضرین بیرونی حملہ کے متعلق مسٹر اچاری کی رائے سن کر قہقہہ لگانے لگے پھر فرمایا کہ فوج کو مفلوج کرنے کے بعد ہم اور خیال میں ہونگے اور پٹھان و افغان سڑکوں پر لوٹ مار اور قتل کر رہے ہونگے۔

اِس فقرہ پر رائے زنی کرنا فضول ہی بہتر ہی کہ اس کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے۔

میں مسٹر اچاری کی اس تقریر کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ہلڑ مچانے والوں سے میں واقف ہوں۔ مسٹر اچاری نے اُن کو اشتعال دینے کی کوئی بات نہیں بیان لیکن اس پر بھی اُن کی توہین ہو گئی۔ کیا اچھا ہو کہ ہر ایک سچا ستیا گرہی آپ ہی جیسا ہو۔

ترک موالات

آنریبل مسٹر وی۔ ایس سری نواس شاستری

مسٹر گاندھی انسانوں اور قوموں کے معاملات پر درویشوں کے خیال سے بحث کرتے ہیں۔ وہ چھوٹے اور بڑے سب معاملات کو خلط مبحث کر کے فوراً ایک نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ غلط دلائل سے بھی وہ اپنی منطق پر قایم رہتے ہیں۔ اُن کے نزدیک فرض منصبی کے یہ معنی ہیں کہ بلاپس وپیش اُس پر عمل کیا جائے ایثار اور تکلیف اُٹھانے سے کچھ سروکار نہیں اگر صرف اُن ہی کی ذات تک اس کا اثر ہو لیکن جب اس کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے تو اُن کے دل کو صدمہ ہوتا ہی لیکن فطرت کی قوت کی طرح وہ اُس کا اتباع کرتے ہیں۔ کیا سوسائٹی تکلیف اُٹھانے ہی کے لئے ہوتی ہے یہ خیال افسوسناک ہی لیکن ہم کو وہی راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس میں صداقت ہو جب ایک ہیرو کسی آئیڈیل کو اختیار کر لیتا ہی تو وہ اس کی صعوبات کی پرواہ نہیں کرتا ہی۔ انصاف۔ عزت اور صداقت کے متعلق دم زدن کی مجال نہیں۔ انسانی زندگی اور انسانی مسرتیں ان کے مقابلہ میں بالکل حقیر ہیں اگرچہ ان کے دائرہ میں اُن کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے مسٹر گاندھی نے اپنی ذاتی رائے یہ قایم کر لی ہی کہ خلافت کا مسئلہ جائز اور بہت بڑا ہی اور اپنے ہموطنوں کو مشورہ دیا ہی کہ اُن کی رائے کے بموجب اس کو طے کرنا چاہیئے۔ ورنہ جان دینا چاہیئے لیکن ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہی کہ وہ خود اس معاملہ پر غور کرے قبل اس کے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ اُس کو اس کا کیا جواب دینا چاہیئے۔

مسئلہ خلافت کا تاریخی پہلو

خلافت کے مسئلہ کے مذہبی پہلو کے متعلق کسی غیر مسلم کو ہرگز رائے زنی کا حق حاصل نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ سنا ہے یا اس کے متعلق قرآن شریف جو کچھ حکم دیتا ہے اس کے متعلق میں ایک حرف بھی نہیں کہوں گا۔ لیکن تاریخی واقعات موجود ہیں اور ان کو ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔ یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ خلیفہ اسلام بہت عرصہ تک بغیر دنیاوی حکومت کے رہا اور اس کا روحانی اقتدار ایک مختصر دائرہ تک محدود تھا۔ اور یہ کہ سلطان ٹرکی نے خلافت کو صرف تھوڑے زمانہ سے اختیار کر لیا ہے اور ان کو اس کا استحقاق مسلمان سلطنتوں کی رضامندی سے حاصل ہوتا ہے اور وہ اس قبیلہ سے نہیں ہیں جس قبیلہ کا خلیفہ اسلام ہونا چاہیئے اور یہ کہ مسلمانان ہند نے خواہ وہ شاہی خاندان سے تھے یا پرائیویٹ اشخاص تھے سلطان ٹرکی کو گزشتہ ۵۰-۶۰ برس سے خلیفہ تسلیم کیا ہے۔ میں ان بیانات کی بہت قدر کرتا ہوں اور ان کے ثبوت میں مستند اقوال پیش کر سکتا ہوں میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی ایک بڑی سلطنت کے فنا ہو جانے سے مسلمانوں کا دنیاوی بہت نقصان ہوگا۔ لیکن میری یہ رائے نہیں ہے کہ اس سے اُن کے مذہبی جذبات کی توہین مقصود ہے۔ مسلمانوں کا بڑا دعویٰ صرف وزیر اعظم کے وعدہ پر ہے۔ جو انھوں موصل کے تیل کے کنوؤں اور دیگر ترغیبات کے باعث کر لیا تھا۔ انجمن الاقوام اُن سلطنتوں کی طمع خود غرضی کا مجموعہ تھی جو آزادی حاصل کرنے اور نوع انسان کو اپنی مرضی کے موافق آزادی عطا کرنے کی دعویدار تھیں۔ واقعہ نہایت افسوسناک ہے جو اس عالم میں تاریخ نے پیش کیا ہے۔ لیکن ہر ایک اعلیٰ خیال نے رفتہ رفتہ ایک مستقل انسٹی ٹیوشن کی صورت اختیار کر لی ہے یہ خیال بہت قدیم زمانہ سے ہے کہ ہر ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا بھائی سمجھے

اس کو کمال تک تسلیم کیا ہے۔ میں مسٹر گاندھی کی اس رائے سے متفق ہوں کہ مسٹر لائڈ جارج کو اپنے وعدہ سے منحرف ہو جانے پر ملامت کی جائے لیکن میں اُن کے اس خیال کا ہرگز مؤید نہیں ہوں کہ اہل ہند کسی معنی میں نقصان اٹھانے والا فریق ہو سکتے ہیں۔ صاحب وزیر اعظم کے افعال کے ذمہ دار برطانیہ اعظم کے تمام ووٹر (نہ کہ کل باشندے) قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

گورنمنٹ ہند سے مقاطعہ کرنا حماقت ہی

ہم اہلِ ہند بالکل ذمہ دار نہیں ہیں حتیٰ کہ گورنمنٹ ہند کی کارروائی کے بھی ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے ہیں اور اس معاملہ میں گورنمنٹ ہند کا دامن ہر ایک اعتراض سے پاک و صاف ہی۔ مسٹر گاندھی فرماتے ہیں کہ اشتراک عمل ترک کر دینا چاہیئے کیوں کہ رعایا اس غلطی کا ایک فریق نہیں ہی، کم از کم مجھکو تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میں ایک ایسی گورنمنٹ سے تعلقات منقطع کر دوں جس نے بالکل حق بجانب کارروائی کی اور دوسری گورنمنٹ پر زور ڈالا جس نے غلطی کی ہے محض اس وجہ سے کہ اوّل الذکر گورنمنٹ آخر الذکر کی ماتحت ہی۔

یہ ساری دلیل ایک حد تک احمقانہ ہی۔ یہ سمجھنا بھی دشوار ہی کہ ترک موالات گورنمنٹ کے خلاف نہیں ہی۔ رعایا کا ایک تحریک پر متحد ہو کر باقاعدہ ۴ مدارج مقرر کر کے عمل کرنا جن میں سے ہر ایک درجہ دوسرے سے زیادہ موثر اور قوی ہی جس سے یہ مقصود ہی کہ ان سے گورنمنٹ کو پریشان کیا جائے اور پھر اس قدر مفلوج بنا دیا جائے کہ ۶ ہزار میل پرے گورنمنٹ برطانیہ دادرسی کے لئے مجبور ہو جائے۔ ایسی زبردست مخالفت برپا کرنے پر اگر کہا جائے کہ یہ تحریک خلاف گورنمنٹ نہیں ہی تو الفاظ کے صحیح معنوں کی توہین کرنا ہی۔ مسٹر گاندھی کا دعویٰ یہ ہی کہ یہ تحریک معقول اور بے ضرر ہے۔ میں اس کو معقول

نہیں مانتا ہوں کیوں کہ اس کے دلائل ہی میں مجھکو کلام ہے اور اس کے بے ضرر ہونے کے متعلق میں اس قدر ضرور تسلیم کرسکتا ہوں کہ مسٹر گاندھی کی ضرور یہ خواہش ہے کہ یہ تحریک بے ضرر رہے۔ لیکن جب معصومیت کے درجہ سے یہ تحریک گزر جائے گی تو میں بھی اپنا خیال تبدیل کردوں گا۔ میری یہ خواہش محض فضول ہے کیوں کہ جو مذہبی دلائل لوگوں کے روبرو پیش کئے گئے ہیں اُن کا بیحد اثر پڑ گیا ہے۔ مسٹر گاندھی اپنے احکام کی پابندی اُن لوگوں سے کرانے کے لئے ضرور حق بجانب ہیں جو اُن کے ساتھ اُن کے آشرم میں رہتے ہیں۔ لیکن کیا وہ سخت خطرات نہیں پیدا کر رہے ہیں اور کیا عظیم الشان ذمہ داریاں وہ اپنے سر نہیں لیتے ہیں جب وہ ستیاگرہ کی تعمیل ایسے لوگوں سے کرنا چاہتے ہیں جو فوری جوش میں کسی خاص غرض کی وجہ سے اُن کے آئیڈیل کو صحیح تسلیم کرلیتے ہیں اور جو اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ اس کی پابندی کرنے سے وہ اپنے کسی مذہبی حکم کا اتباع نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن جس وقت کہ وہ بے قرار ہو جائیں گے فطرتاً اُن کے اصلی جذبات کام کرنے لگیں گے مسٹر گاندھی فرماتے ہیں کہ مجھکو اس کا جواب معلوم ہے کہ جس حد تک لوگ میرے قابو میں رہیں گے وہ ہر ایک خطرہ سے محفوظ رہیں گے کسی اور مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ "کچھ نہ کرنا یقیناً استبداد کو مدعو کرنا ہے"

ایک جگہ آپ کہتے ہیں کہ آرام کرسی پر بیٹھنے والے پالیٹیشین مسلمانوں کے غصہ کی سختی سے واقف نہیں ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو اُن کا غصہ خود بخود رفع ہو جائے گا۔

میں ہمیشہ آرام کرسی پر بیٹھنے کا عادی نہیں ہوں اور مسلمانوں کے جذبات سے ناآشنا بھی نہیں لیکن میں اپنے اس خیال کو دُور نہیں کرسکتا ہوں جو روز بروز درجہ یقین کو پہنچتا جاتا ہے کہ مسٹر گاندھی کی حمایت نے مسلمانوں کے جذبات کو ابھار دیا ہے اور اُس کو اس قدر قوت اور جواز دیدیا ہے جو دوسری صورت میں نہیں حاصل ہوتا ورنہ غیر مسلم جماعتیں

اُن کی اس درجہ حمایت اور امداد کرتیں۔ یہ اندازہ کرنا دشوار ہے کہ اگر مسٹر گاندھی مسئلہ خلافت کے حامی نہ ہوتے تو اس صورت میں کیا کیفیت ہوتی۔ اکثر حضرات جو اس مسئلہ پر نہایت ایمانداری کے ساتھ غور کرتے ہیں اُن کو یقین ہے کہ بین الاقوامی کونسلوں میں اس کی کامیابی کے مواقع اور امکانات پیدا کرنے کے بدون مسٹر گاندھی نے اس کو اور زیادہ نقصان پہنچنے کے امکانات پیدا کر دیئے ہیں اگرچہ اُن کا کوئی ایسا عقیدہ اور خیال نہیں ہے جس کی تائید میں وہ دلیل نہیں پیش کرتے ہیں اور جو حضرات کہ اس خیال کے نہیں وہ اس کی ذمہ داری سے اُن کو بری کرتے ہیں کیوں کہ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ جب یہ تحریک قابو سے باہر ہو جائے گی تو میں ان سب سے دست بردار ہو جاؤں گا۔"

اُنھوں نے ایک اور مسئلہ بیان کیا ہے جو بحث طلب ہے۔ مسٹر گاندھی اور دنیا کے دیگر انسانوں کے عقائد میں بیحد اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ترک موالات ایک ہندو کی دوستی کی آزمایش ہے، یہ آزمایش نہایت سخت ہے۔ میں اپنے کو مسلمان اصحاب کا دوست کہتا ہوں۔ مجھکو یقین ہے کہ ان کو بہت بڑی شکایت ہے اور مجھکو اندیشہ ہے کہ مسئلہ ٹرکی کا فیصلہ وعدہ خلافی کی شکل میں ہوگا۔

مجھکو اُن کے ساتھ نہایت ہمدردی ہے اور ہر ایک جائز طریقہ پر اُن کی حمایت کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ لیکن میں اُن کی تائید ترک موالات کی پالیسی کی اور وفاداری سے دست کشی کی دھمکی کی نہیں کر سکتا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ یہ کہیں کہ میری دوستی اور حمایت اُن کے لئے کچھ زیادہ کارآمد نہیں ہے لیکن میں اُن کو سچا سمجھتا ہوں۔ تاریخ کے [illegible] س دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی ہے۔

میں اُن کے طرز عمل کو ناواجب سمجھتا ہوں اور اس کے نتائج مجھکو خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔ نہ تو قرآن شریف کے احکام کی تعمیل مجھ پر واجب ہے اور نہ مسٹر گاندھی

کا دوستی کا سلسلہ مجھکو یہ یقین دلاسکتا ہے کہ دوسرے کے مذہب کی خاطر ہمیں خود تکلیف اٹھانی چاہیئے۔

ترک موالات

آنریبل جمنا داس دوارکا داس ممبر لیجسلیٹو کونسل

مسلمانوں نے اپنے جائز مطالبہ خلافت کے متعلق جو رویّہ اختیار کیا ہی اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنے کے لئے مجھکو معافی مانگنے کی چنداں ضرورت نہیں ہی کیوں کہ معافی کی ضرورت اُن لیڈران کو ہوا کرتی ہے جو اپنی رائے ظاہر کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اُن کی خامشی تائید کے معنوں میں سمجھ لی جاتی ہے۔ کل اخبار بمبئی کرانیکل کے ایک نامہ نگار خصوصی نے تحریک ترک موالات کو ہندو مسلم اتحاد کا ایک تاریخی واقعہ بیان کیا ہی آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے بھی یہ تجویز ایک خاص اجلاس میں طے ہونے کے لئے ملتوی کردی اور اس کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلوتہی کی تاکہ اس تجویز کو ناکامی نہ ہو جائے اور مسٹر تلک اور لالہ لاجپت رائے جیسے صاحبان تک نے اُن عملی مشکلات کو بیان فرمادیا جو اس کے راستہ میں حائل ہوں گی۔ اب یہ مسئلہ کلکتہ کے خاص اجلاس میں طے ہوگا لیکن میری رائے میں اُس اجلاس میں اس کو پیش کرنے سے پیشتر لیڈران ملک کی رائے معلوم کرلینی چاہیئے اور میں اپنی رائے آج ظاہر کئے دیتا ہوں تاکہ آئندہ کو مجھپر اعتراض وارد نہ ہو۔ مجھکو اُمید ہی کہ میری ہمدردی پر شک نہ کیا جائے گا۔

مسئلہ خلافت

ترکی صلحنامہ کی ناانصافی کا مسلمانوں کو افسوس کرنا بجا ہے اور مجھکو اُن کے ساتھ

پوری ہمدردی ہے۔ یہ صلحنامہ ترقی یافتہ اسلامی تہذیب کو برباد کرنے والا اور
اسلام کی مذہبی پالیسی کو درہم برہم کرنے والا ہے۔ مسلمان اپنا مذہب برقرار رکھنے
کے لئے اپنے وجود کو برقرار رہنے کی ضرورت سمجھتے ہیں اور اُن کا مذہب اُن کو حکم
دیتا ہے کہ اپنے خلیفہ کی وقعت کو قائم رکھیں برٹش گورنمنٹ کا بار بار یہ کہنا ہے کہ یہ تو ظاہر
ہے کہ خلافت کا مسئلہ خود مسلمانوں کو طے کرنا چاہیئے۔ جب خلیفہ کو اُس کے اوصاف
سے محروم کر دیں اور اماکن مقدسہ سے اُن کی نگرانی اور محافظت علیحدہ کر دینے میں
گورنمنٹ کا ہاتھ شامل ہو تو یقیناً وہ ایک مذہبی انسٹی ٹیوشن میں دست اندازی
کرنے کی مرتکب ہے پھر اس مقولہ میں صداقت نہیں ہے کہ خلافت کا مسئلہ خود مسلمانوں
کو طے کرنا چاہیئے۔

مداخلت سے انکار کرنا بے معنی ہے اور میرے نزدیک ایک اہم انسٹی ٹیوشن
کے زوال سے دیگر مسلمان ضرور رنجیدہ ہوتے ہیں۔

اور مجھکو بھی اس پر اسی قدر افسوس ہے جس قدر مسٹر گاندھی کو ہے کہ صلحنامہ میں
اپنی مرضی کے بموجب حکومت ہونے کے اصول کو نہ صرف توڑ دیا گیا ہے بلکہ مسٹر لائڈ
جارج۔ اور لارڈ ہارڈنگ نے جو وعدے کئے تھے اُن کی خلاف ورزی کی گئی ہے
اور جن کی پابندی کل انگریزی قوم پر لازمی تھی۔ خفیہ معاہدوں کی تعمیل۔ تیل کا لالچ۔
مظالم سمرنا کے بعد ناقابل اعتبار یونانیوں کی حمایت۔ دمشق کانگرس کے فیصلے کے
بعد شاہ شام کو ڈرانا مختلف قبائل میں مخالفتوں کو ترقی دینا۔ بعض ایسے مسائل ہیں
جو یورپین مدبرین کو بدنام کرنے والے ہیں مسلمانوں کو ضرور غصہ آتا ہے کہ مذہبی مسئلہ
کو سلطنت نے ایک کھیل بنا رکھا ہے۔ تمام ہندوستانی اُن کے اس افسوس میں شریک
ہیں کہ ایسا نفرت انگیز صلحنامہ ہونے پر بھی انسانی ہمدردی کے دعوے کئے جاتے ہیں
علاوہ بریں اس عہدنامے میں تمام ایشیا کے باشندوں کو اُن کے رتبہ سے محروم کر دیا

گیاہے۔ لیکن یہ سب باتیں اس عہدنامے میں نہ ہوتیں اگر تمام قومیں عیسائی یا دوسرین ہوتیں۔ ٹرکی کے تجزیہ کا وہی انجام ہوگا جو پولینڈ کا ہوا ہی اس سے غلطیوں کی اصلاح تو نہ ہوگی بلکہ تباہ کن نتائج پیدا ہونا یقینی امر ہی۔

میں نے ترکی صلحنامہ پر یہ ظاہر کرنے کے لئے تفصیلی بحث کی ہی کہ خلافت کے اس افسوس ناک انجام پر مسلمانوں کو جو رنج و افسوس ہے میں اُس سے پوری ہمدردی رکھتا ہوں۔ اور میری رائے ہی کہ ایسی زبردست نااتفاقی کی دادرسی کے لئے کسی کوشش سے پہلوتہی نہ کرنی چاہیئے۔ مسٹر گاندھی نے اس کا علاج آل انڈیا سنٹرل خلافت کمیٹی کے اجلاس میں بطور آزمایش کے ترک موالات تجویز کیا ہی۔ اور اب یہ ہندو مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ بتایا جاتا ہی۔ قبل اس کے کہ میں اس کے چار مدارج پر بحث کروں میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تحریک کے متعلق مسلمانوں کو اپنے لیڈران کی رائے معلوم کرلینا ضروری ہے اور یقیناً میں نے یہ کوئی نامناسب مشورہ نہیں دیا ہی۔ ۱۲ مئی کو بمبئی کے جلسے میں اپنی رائے میں نے اس تحریک کی مخالفت میں ظاہر کردی تھی منجملہ بمبئی کے ۴۵ ممبران کے آخر فیصلہ کے وقت ۶ ممبر بھی موجود نہ تھے اس لئے میری رائے ہی کہ قطعی فیصلہ کرنے سے پیشتر مسلمانوں کی رائے پورے طور پر معلوم کرلینا ضروری ہی۔ اب تک مسلمانوں کی رائے آل انڈیا مسلم لیگ ظاہر کیا کرتی تھی اور پھر کانگرس سے مشورہ کرتی تھی۔ مسلم لیگ نے بمقام امرتسر ٹرکی کی نازک حالت اور خلیفہ کے زوال کے متعلق سخت اعتراضات کئے ہیں۔ لیکن آیندہ ایجیٹیشن جاری رکھنے کے لئے اُس نے کوئی رائے قائم نہیں کی۔ اب کانگرس کمیٹی سے اس مسئلہ کی فیصلہ کے واسطے درخواست کی جاتی ہے۔ حالانکہ مسلم لیگ جو مسلمانوں کی نمایندگی کرتی ہے وہ اس معاملہ میں بالکل خاموش ہے۔ مسٹر جناح۔ مسٹر حسن امام۔ مسٹر مظہر الحق اور راجہ محمود آباد جیسے مقتدر لیڈر بالکل خاموش ہیں۔ مسٹر جناح مسلم لیگ کے پریسیڈنٹ ہیں

اور جب کبھی ترک موالات کی تحریک پر بحث ہوتی ہے تو اس جلسہ میں وہ دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ جناب راجہ صاحب محمود آباد جو پیشتر لیگ کی صدارت فرما چکے ہیں۔ مسٹر ہرگری پراونشل خلافت کمیٹی کے صدر تھے اور بطور اظہار ناراضی اُنھوں نے کونسل کی ممبری سے استعفیٰ دیدیا لیکن ترک موالات کی تحریک کے یہ سخت مخالف ہیں اور اس کی زور شور سے مذمت کرتے ہیں۔ دوسروں کی رہبری کے لئے کس وجہ سے مسلم لیگ اپنی رائے نہیں ظاہر کرتی ہے اُن لیڈران کی خاموشی کے کیا معنی ہیں جن کی رائے ہم کو ضرور معلوم ہونی چاہیئے۔ میں مسلمان والیان ملک کا فرمان نہیں چاہتا ہوں لیکن جو مسلمان کہ اہل الرائے ہیں اور آزادی سے اپنی رائے ظاہر کر سکتے ہیں اُن کو میدان میں آجانا چاہیئے اور مُہر خاموشی کو توڑ دینا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ وقت گُپ چپ بیٹھنے کا نہیں ہے۔ میں مولوی آزاد سبحانی صاحب کی رائے کی وقعت کرتا ہوں جو اُنھوں نے الہ آباد کانفرنس میں بیان کی تھی اور مذہبی احکام کا حوالہ دیا تھا۔ مولوی محمدؐ علی صاحب نے الہ آباد میں فرمایا تھا کہ ترک موالات کی تحریک ہندوؤں کی خاطر اختیار کی گئی ہے کیوں کہ اُن پر احکام قرآنی پابندی نہیں عائد ہو سکتی ہے، الہ آباد کے جلسہ میں دو باتیں خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہو گئیں اوّل یہ کہ مسلمانوں کے مدعو کرنے پر ہندوستان کے ہر گوشہ سے ہندوؤں نے شرائط صلح کے متعلق مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور ہندوؤں کی ہمدردی مستقل اور غیر مشروط ہے میں نے اُس جلسہ میں کہا تھا کہ بعض ہندوؤں کے استقلال سے بعض مذبذب مسلمانوں کو سبق لینا چاہیئے۔ اس مشترکہ جلسہ میں قرآنی احکام تسلیم کر لئے گئے اور پھر اس کے متعلقہ مسائل پر آزادانہ بحث ہوئی۔ اُس کی رپورٹ میں درج ہے کہ بعض نے اس علاج سے اختلاف کیا جو تجویز ہوا تھا۔ بعض نے اس کے اصول کو صحیح مان لیا۔ بعض نے اس کی کامیابی پر شکوک ظاہر کئے۔ یہ حالت قابل اطمینان نہیں ہے اور ایسے اہم مسئلہ میں صرف چند آدمیوں کی رائے پر

لگ کھڑا ہوتا درست نہیں ہے۔ مخالفت میں صرف اینی بسنت صاحبہ کا نام ظاہر کیا گیا ہے۔ نام شمار کرانا تو ایک فضول حرکت ہو گی لیکن اس قدر ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تقریباً جس قدر بھی وزیٹران موجود تھے وہ سب کسی نہ کسی وجہ سے ترک موالات کا فوری نتیجہ حاصل ہو جانے کے مخالف تھے۔ اس بحث کے متعلق جب میں یہ سنتا ہوں تو سخت حیرت ہوتی ہے کہ ترک موالات سے عام طور پر ہمدردی تھی۔ دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ بحث ختم ہونے کے بعد رزولیوشن منظور ہونے کے وقت صرف اُن مسلمانوں نے رائے دی تھی جو اُس وقت موجود تھے۔ اگر نامہ نگار اس جلسہ کی روداد میں تاریخی ہندو مسلم فیصلہ کی بجائے تاریخی ہندو مسلم مباحثہ لکھتا تو مجھکو اس قدر تفصیل عرض کرنے کی ضرورت ہرگز نہ ہوتی۔

ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ مجھپر یہ اعتراض ہوا ہے کہ میں نے ترک موالات کی تائید میں تقریر کی اور چند دن کے بعد اس تحریک سے علٰحدہ ہو گیا۔ جلیان والے باغ کے واقعات کی یادگار میں جو جلسہ بمبئی میں ہوا تھا اُس میں رزولیوشن کی تائید میں البتہ میں نے تقریر کی تھی۔ چوں کہ سال گزشتہ ان ہی ایّام میں ہندو مسلم اتحاد کی بنا پڑی تھی۔ مجھکو نہایت صداقت کے ساتھ یقین تھا کہ سال گزشتہ تجربہ کرنے کے بعد سیتہ گرہ کی مانند کوئی تجویز پیش کرنے سے مسٹر گاندھی احتراز کریں گے بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ میں نے سال گزشتہ ستیاگرہ سے استعفیٰ دیدیا کیوں کہ مسٹر گاندھی نے قانونی نافرمانی کی تجویز پیش کی تھی۔ اب مجھسے ہرگز یہ توقع نہ رکھنی چاہیئے کہ ستیاگرہ کی ایک دوسری شکل کی میں تائید کروں گا۔ مسٹر گاندھی کے چیلوں نے اس کے متعلق مجھپر بہت کچھ اعتراضات کئے اور مجھکو بیحد رسوا کیا ہے جنھوں نے خود مسٹر گاندھی کو مجبور کیا کہ اس تحریک کو پھر نہ اُٹھانا چاہیئے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اگرچہ رولٹ ایکٹ اب بھی بطور قانون کے موجود ہے لیکن قانونی نافرمانی کی تجویز ہمیشہ

کے لئے ترک کر دی گئی ہے۔ خطابات واپس کرنے کے متعلق میری قطعی رائے ہی کہ اظہار ناراضی کے لئے اس پر پورے طور پر عمل کرنا چاہیئے۔ میری خیال میں خطابات اور اعزازات کا پبلک کے دلوں پر خراب اثر پڑتا ہی اس لئے ان کو چھوڑ دینے میں ہمارا چنداں نقصان نہیں ہی۔ مسٹر شوکت علی نے ۱۲ مئی کو مجھے اطلاع دی تھی کہ مسٹر تلک اور لالہ راجپت رائے اس تحریک کے موید ہیں لیکن آل انڈیا کانگرس کمیٹی میں یہ دیکھکر مجھکو گونہ اطمینان ہوگیا کہ ان دونوں صاحبان نے اس تحریک کی تائید نہیں کی۔

مجھکو اس بات سے مسرت ہے کہ میں نے جب اس تحریک میں نئی شاخیں پھوٹتے ہوئے دیکھیں میں نے اُس وقت اس کی کامیابی پر اپنی مایوسی ظاہر کر دی تھی اور اب بھی میری وہی رائے ہے البتہ صرف اُس رائے میں اس قدر فرق ہو گیا کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا ہے مجھکو اس تحریک میں زیادہ خطرات اور بہت کم منافع معلوم ہوتے جاتے ہیں۔

میری صرف اس قدر خواہش ضرور رہی کہ لیڈران کی خاموشی اور تذبذب کی حالت میں پبلک کو کسی دھوکہ میں آکر عمل نہ کرنا چاہیئے۔

ترک موالات کی تحریک ایک نہایت خطرناک آزمایش ہے جس پر کہ مسٹر گاندھی کو کامیابی کا اعتبار ہے اور جو صلحنامہ ٹرکی کی اصلاح کے واسطے کسی طرح بھی موزوں نہیں معلوم ہوتی ہی۔

مقاطعہ کونسل

خطاب اور اعزاز واپس کرنا مستحسن فعل ہی لیکن کونسل کی ممبری چھوڑ دینا البتہ بحث طلب ہی جو ممبر کہ کسی جماعت کا نمایندہ ہے وہ کسی معنی میں بھی گورنمنٹ کا ملازم نہیں ہوسکتا ہی۔ ان قابل اصحاب کی عدم موجودگی کی صورت میں غیر مستحق اور نااہل ان کے

قایم مقام ہوجائیں گے۔ اور یہ امر نہایت تباہ کن ثابت ہوگا۔

مقاطعہ وکالت

مسٹر گاندھی نے ترک موالات میں وکلا کا اپنی اسناد واپس کردینا بھی داخل کردیا ہے کیوں کہ قانون کے نفاذ پر وہ بھی سرکاری ججوں سے اشتراک عمل کرتی ہیں یہ تحریک قطعی ناقابل عمل ہی اور میرے مسلمان احباب جو وکلا رہیں علانیہ اس کی مخالفت میرے ساتھ کریں گے کہ وکالت کی سندیں واپس کی جائیں۔ اور اس صورت میں یہ تجویز قطعی ناکام رہیگی اور اگر بفرض محال اس میں کامیابی بھی ہوجائے تو یہ لوگوں کو اُن کے جائز محافظت کرنے سے محروم رکھے گی اور اس کا یہی انجام ہو کر رہیگا۔ ترک ملازمت میں ڈاک تار اور ریلوے کا بائیکاٹ بھی داخل کردینا چاہیئے اگر اس درجہ تک یہ تحریک پہنچ گئی تو رضا کاروں کی تنظیم بھی ناممکن ہوجائے گی کیوں کہ وسائل آمد ورفت تو مسدود ہوجائیں گے حقیقت حال یہ ہے کہ مسٹر گاندھی اور اُن کے چیلوں نے چند بے تکی باتیں جمع کرکے اُن کا نام ترک موالات رکھدیا۔

ترک ملازمت

• اب اس کے بعد ترک ملازمت کا سوال آتا ہے۔ اس کے متعلق صرف اس قدر کہا جاسکتا ہی کہ اس تجویز کو اوّل قابل اور ذی رتبہ اصحاب کے روبرو پیش کرنا چاہیئے اور اس کے متعلق فیصلہ کرکے خود ان کو مثال قایم کرنی چاہیئے۔ قبل اس کے کہ غریب ملازمان کو نوکری چھوڑنے کی رائے دی جائے۔

اس کے متعلق میری رائے یہ ہی کہ یہ تجویز مسٹر امیر علی سے لیکر وزیر حسن تک سب کے روبرو پیش کرنی چاہیئے۔ مسٹر امیر علی سب سے پرانے مسلمان جج اور مسٹر وزیر حسن بنئے جج

ہیں جو مسلم لیگ کے پہلے سکرٹری تھے۔ میں یہ بات مذاقاً نہیں کہتا ہوں بلکہ نہایت متانت کے ساتھ کہتا ہوں۔ اور یہی بات مسٹر مدن موہن مالوی اور ڈاکٹر سپرو کہہ چکے ہوں کہ اعلیٰ افسران سے درخواست کرنے سے قبل ادنیٰ ملازموں سے ملازمت ترک کرنے کی استدعا کرنا ایک قسم کا گناہ ہے۔ اس میں کامیابی کو مشتبہ تصور کرکے مسٹر گاندھی تیسرا درجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ پولس اور فوج سے استعفیٰ دلائے جائیں۔ اگر زیادہ تعداد میں ان لوگوں نے ملازمت چھوڑ دی تو بھوکے لوگوں کا ایک جم غفیر موجود ہو جائیگا جو بلا کسی قسم کی مزاحمت کے آزادی کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دے گا اگرچہ ترک موالات کا اصول غیر انشدادی ہے۔ اور ٹیکس نہ دینا اس وقت آسان ہو جائے گا کیوں کہ حکام کے پاس ٹیکس نہ دینے والوں کو طلب کرنے کے لئے ملازم ہی نہ ہوں گے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ نہ سمجھا جائیگا کہ میں مسٹر گاندھی کی تجویز کا مذاق اُڑا رہا ہوں۔ لیکن مجھکو یہ غیر ضروری چکردار طرز عمل معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کو پریشان کرنے کے لئے کام بند کر دیئے جائیں جن سے کہ زیادہ تر نقض امن کا اندیشہ ہے۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ اُس وقت آئے گا جب یہ سب تجاویز ناکام ثابت ہوں گی چنانچہ خلافت کمیٹی اپنے اعلان میں کہتی ہے کہ "مسلمان چاہتے ہیں کہ امن پسند ترک موالات کی تحریک کے ذریعہ سے وہ کامیابی حاصل کریں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی مخالفت یا مسلمانوں کے باقی اختلاف رائے سے ممکن ہے کہ ترک موالات ناکام رہے اس صورت میں مسلمان خود اپنے واسطے وہ طریقہ اختیار کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں جو مذہبی احکام کی رو سے اُن کو اختیار کرنا ہوگا تاکہ خلافت کا قابل اطمینان حل ہو سکے"

میں مسٹر گاندھی سے التجا کرتا ہوں کہ جب یہ نوبت پہنچ جائے گی اُس وقت کی تصویر ہندوستان کی وہ اپنے دماغ میں کھینچکر ذرا دیکھیں تو سہی۔ کیا ایک غضبناک قوم کے غصہ کا شکار دوست اور دشمن یکساں نہ ہوں گے۔ میں تو اس کے نتائج پر غور کرکے

کانپ اُٹھتا ہوں میں جانتا ہوں کہ اس وقت میں تو واقعات کے سلسلہ پر بحث کر رہا ہوں اور مسٹر گاندھی کو اپنی روحانی قوت پر بھروسہ اور اطمینان ہے۔ اگر اس کا تعلق صرف مسٹر گاندھی کی ذات سے ہوتا تو دنیا میں بہت کم احباب ایسے ہوتے جو اُن کو مشورہ دینے کی ضرورت محسوس کرتے۔ کیوں کہ مسٹر گاندھی مہاتما اور زاہد ہونے کی وجہ سے خاص نمونہ کے انسان ہیں لیکن کیا میں مسٹر گاندھی کو آگاہ کر سکتا ہوں کہ وہ اپنے ذاتی تجربہ کو صحیح جان کر نا اہل اور ناواقف لوگوں سے اس پر عمل کرانے کی غلطی کا ارتکاب نہیں کر رہے ہیں اُن کے چیلے اور ساتھ رہنے والے تو تکالیف برداشت کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں اور اُن سے مسٹر گاندھی کی عدول حکمی کی کم توقع ہو سکتی ہے لیکن کسی کے جذبات مشتعل کرنے سے پیشتر اس کے نتائج پر غور کر لینا ضروری ہے سال گزشتہ مسٹر گاندھی نے عام جلسہ میں اقرار کر لیا تھا کہ اپنی تحریک پیش کرنے کے وقت میں نے بدی کی قوتوں کا صحیح اندازہ نہیں کیا تھا اور میری صرف یہ خواہش تھی کہ جو حضرات اس کے اہل ہوں صرف وہی اس پر عمل کریں۔

قانون شکنی:

اور ستیہ گرہ سے اپنے تعلقات منقطع کرنے کے وقت میں نے بھی یہی بات تحریر کی تھی۔ میری تحریر حسب ذیل تھی کہ

"یہاں پر میں یہ بھی بیان کئے دیتا ہوں کہ میں یہ سب کچھ ستیا اور آہیمسہ کی سچی اسپرٹ میں کہہ رہا ہوں جو ستیا گرہ کے ضروری اصول ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ قانون شکنی پر وہی عمل کر سکتا ہے جو خود مجسم قانون ہو جس طرح کہ مسٹر گاندھی ہیں جنھوں نے خداوندی قوانین کو سمجھ لیا ہے اور جن کی خلاف ورزی کرنے والی خواہ گورنمنٹ ہو یا اُن ہی کے ہم قوم ہوں اُن کے واسطے ناقابل برداشت ہیں۔"

مسئلہ خلافت

لیکن یہ سب کچھ کہنے میں مجھسے یہ سوال ہو سکتا ہی کہ خلافت کے متعلق مسلمانوں
کے مذہبی احکام پورے کرانے کے لئے اس تحریک کا بدل کیا ہے۔ اس مسئلہ کے
حل کرنے کے لئے میں نے کوئی قطعی رائے قایم نہیں کی ہی لیکن میرا یہ خیال ضرور ہی کہ
تجربہ کے لئے آزمایش کر لینا ضرور مفید ہوگا خواہ بعض اصحاب اس کو غلط مشورہ کیوں
نہ قرار دیں۔ مسٹر گاندھی کی تجویز یقیناً مسلمانوں کے نزدیک ایک اس قسم کی تجویز ہے کہ
دیگر تجاویز قابل کے رو برو پیش نہ ہونے کے باعث خیر اسی پر عمل کر کے دیکھا جائے۔ لیکن
اگر اس پر عمل کیا جائے گا تو ابتدا ہی سے یہ تحریک تباہ کن ثابت ہوگی میں نہایت زور کے
ساتھ کہتا ہوں کہ صرف چند لوگوں کی رائے کو خواہ وہ کیسے ہی مخلص اور سرگرم کیوں نہ
ہوں دونوں قوموں کا متفقہ فیصلہ قرار دینا سخت غلطی ہی بالخصوص ایسی حالت میں کہ بعض
لیڈران بالکل خموش ہیں اور بعض ہم کو اس کارروائی سے منع کر رہے ہیں ترکی صلحنامہ میں،
اس قدر ناالضافی ہی کہ وہ عرصہ تک بصورت موجودہ نہیں قایم رہ سکتا ہی۔

جو کچھ کانگرس طے کرے اور جو کارروائی مسلمان اختیار کریں اُس کو تمام ہندوستان
کا مسئلہ مان لینا چاہیئے اور اُس کے متعلق برابر ایجیٹیشن جاری رکھنا چاہیئے۔ مشرق وُسطےٰ
کے فیصلہ کے لئے جو یورپین قومیں مل گئی ہیں ان کا اتحاد زیادہ دیرپا نہیں ہے اور
یقیناً صلحنامہ زیادہ منصفانہ اصولوں پر طے ہوگا اور اگر ہم برٹش اور یورپین پبلک کو ترکی
صلحنامہ کی ناانصافی سے مطلع کر دیں گے تو جس وقت کہ زیادہ فراخ دل گورنمنٹ کا دور ہوگا
وہ بطیب خاطر ناجائز فوائد کو واپس کر دے گی۔ ہم کو کم از کم ۲ سال تک آئینی حدود
کے اندر ایجیٹیشن کو برابر جاری رکھنا چاہیئے جس طرح کہ ہم نے تقسیم بنگالہ کے متعلق
کیا تھا۔ جو طے شدہ مسئلہ تھا۔ اگر ہم باقاعدہ اتحاد و اتفاق قایم کر کے اقتصادی اور

تجارتی دائرہ کے اندر متحدہ کوشش کی قوت کو سمجھ جائیں تو ہم گورنمنٹ برطانیہ کو یہ بتا دینے میں کامیاب ہوسکتے ہیں کہ اُس نے ہندوستانی شجاعت کے وسیلہ سے ملکوں کو برباد کر کے ہندوستانیوں کو سخت رنج و ملال پہونچایا ہے۔ ہم کو ایسی بیہودہ اور عجیب وغریب تجاویز کو ترک کر دینا چاہیئے جو معقول اور مدلل نہیں ہیں۔ تارکین موالات ملک کے حق میں کانٹے بو رہی ہیں اور جو لوگ کہ جان بوجھکر خاموش ہیں وہ اپنے مقلدین کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں اور جو حضرات کہ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایک خاص طبقہ کے ہدف ملامت بنتے ہیں۔ اور اُن کو خفا کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اخبارات بھی تذبذب کی حالت میں واقعات کے رُخ کو دیکھ رہے ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ جس طرف کی ہوا چلے اُسی کا ساتھ دیں۔

نتائج ستیاگرہ

اب میں سال گزشتہ کے واقعات کے نتائج بیان کرتا ہوں۔ رولٹ ایکٹ کے متعلق ایجیٹیشن نے قوت حاصل کر لی تھی اور سب لوگوں کو اس کے جلد خارج ہوجانے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے تھی لیکن قانونی نافرمانی کی تجویز نے ایجیٹیشن کو بالکل سرد کر دیا۔ اتحاد کی جگہ عداوت پیدا ہو گئی۔ قانونی نافرمانی کی تائید اور مخالفت کرنے والی پارٹیاں قایم ہو گئیں اور باقاعدہ ایجیٹیشن کو ترقی دینے کی بجائے باہمی اتحاد قایم رکھنے کا امکان بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ اس ایکٹ کو منسوخ کرانے کی جنگ باہمی مباحثوں کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ دفتری حکومت والوں کے لئے یہ مخالفت کمزور ہو کر رہ گئی افسران سرکاری اُن ہندوستانیوں سے اظہار ہمدردی کرنے لگے جو اس ایکٹ کو منسوخ کرانا اپنا فرض کہتے تھے۔ اور اس کے ساتھ قانونی نافرمانی کے مخالف بھی تھے۔ خلافت ایجیٹیشن سے بھی ہم بیحد فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اگر ہم مخالفت کرنے کی قوت کو قایم رکھیں اور اُن

وسیلوں سے اُس کو مزید تقویت پہنچا دیں جس سے کوئی طبقہ ناخوش نہیں ہوسکتا ہے اور
جس سے ملک کے امن وامان میں رخنہ اندازی ہوسکتی ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے
کہ ایک خطرناک اور بے سود تجویز سے ہم ایک جائز مطالبہ کے لئے باضابطہ لاثانی
ایجیٹیشن کے زبردست اثر کو مٹا رہی ہیں۔ کامیابی کی طرف سے مایوسی ہونے کے باعث
علیحدگی کی علامتیں نمایاں ہو رہی ہیں اور کچھ ضرورت نہیں کہ میں مزید دلایل اس بات
کے ثابت کرنے کے لئے بیان کروں کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کس قدر قوت
پیدا کرنے کی ضرورت ہے یا موجودہ تحریک میں کس قدر خطرات ہیں۔

کیا کوئی اور تدبیر بھی ہے؟

مسز اینی بسنت صاحبہ

جو شخص کہ ترک موالات پر اعتراض کرتا ہے اُس سے یہ سوال کرنا کچھ بیجا نہیں ہے
کہ پھر تم کیا تدبیر بتاتے ہو۔ ہم میں سے اکثر لوگ ترک موالات کے مخالف ہیں اور ہماری
رائے میں اس پر عمل کرنا چٹان سے سر دے مارنا ہے جس کا نتیجہ مہلک ہو۔ میرے
نزدیک ترک موالات کا مقصد اور طرز عمل انقلاب انگیزی کی تحریک ہے کیونکہ اس کا
مدعا یہ ہے کہ گورنمنٹ کا تختہ اُلٹ دیا جائے اور اس پر عمل ہونا اس کے موئیدین کی
تعداد پر منحصر ہے جس سے گورنمنٹ لاچار اور بے بس ہو کر رہجائے۔ گورنمنٹ کا وجود اُس وقت
باقی نہیں رہتا ہے جب تم اُس کے ممبران کو پکڑ لو۔ قید کر دو اور مار ڈالو اور اُن کو مفلوج
کرنے کے لئے اُن تمام قوتوں سے اُن کو محروم کر دو۔ مقصد تو یہی ہے کہ گورنمنٹ کو اُسکی
قوتوں سے محروم کر کے ایسا مجبور کیا جائے کہ وہ ہماری تابعدار ہو جائے۔ میرا خیال
ہے کہ یہ بات مان لیجائے گی کہ جہاد اور سن فین تحریک دونوں انقلابی ہیں۔

اخبار ینگ انڈیا نے سین فین اور ترک موالات میں یہ فرق بتایا ہی کہ اوّل الذکر اشتدادی ہی اور آخر الذکر اشتدادی نہیں ہی۔ لیکن لیڈران کے بیانات سے معلوم ہوتا ہی کہ تحریک ترک موالات انقلابی ضرور ہی۔

میں اس کو تسلیم کرتی ہوں کہ جب گورنمنٹ کا جُوا ناقابل برداشت ہوجائی تو اُس کا ماتحت ملک گورنمنٹ کا تختہ اُلٹ دینے کا مستحق ہے۔ تمام آزاد قومیں اس کو مانتی ہیں اور اپنی تاریخ کے ایک خاص درجہ پر پہنچ کر ان سب نے اس پر عمل کیا ہے اس لئے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ کیا گورنمنٹ برطانیہ کا جُوا اس قدر ناقابل برداشت ہوگیا ہے کہ اس کو انقلاب کے ذریعہ سے اُتار دینا چاہیئے۔ جدید قوم پرستوں اور ۱۹۱۸ء کی کانگرس سے پیشتر کے قوم پرستوں کے مابین اسی میں خاص اختلاف ہی۔ دونوں ہندوستان کی آزادی کے خواہاں ہیں لیکن آخر الذکر اصلاحات کے ذریعہ سے اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اوّل الذکر ترک موالات سے انقلاب برپا کرکے اس کو حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ جو شخص بھی کہ ہندوستان کے لئے سیلف گورنمنٹ بماتحتی سلطنت برطانیہ حاصل ہونے کا متلاشی ہی۔ وہ حقیقی معنوں میں قدم پرست ہی۔ ایکسٹریمسٹ پارٹی کا اپنے لئے یہ لفظ مخصوص کرلینے کی میں ہمیشہ سے مخالف ہوں۔ اوّل گروہ میں کانگرس کی ایکسٹریمسٹ پارٹی داخل ہی اور دوسرے گروہ میں ماڈریٹ۔ لبرل اور نیشنل ہوم رول لیگ والے ہیں کیا فی الحقیقت انگریزی حکومت ایسی ناقابل برداشت ہوگئی ہی کہ تلوار یا ترک موالات کے زور سے اس کا تختہ لوٹ دینا جائز ہے۔ میں اس کی منکر ہوں۔

واقعات پنجاب

لوکل گورنمنٹ پنجاب بزمانہ سر میکائیل اوڈوائر ضرور ناقابل برداشت ہوگئی تھی اور مارشل لا کے مظالم ناقابل برداشت تھے۔ اور ان کی مذمت الفاظ میں ادا نہیں ہوسکتی ہے

سنٹرل گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل جس طور پر کہ امپیریل گورنمنٹ نے کی ہو اس سے اُس کی
بے خبری معلوم ہوتی ہی جو بہت کچھ اعتراض کے قابل ہی- جنرل کو جو سزا دیگئی وہ نہایت
ناکافی ہے اور دارالامرا میں جنرل ڈائر کی حمایت میں جو کچھ بھی کہا گیا اُس سے جنرل کے
گناہوں میں ایک اور اضافہ ہوتا ہے جو انصاف اور آزادی کا خون کرنے میں اُس سے
سرزد ہوئے ہیں- لیکن دیگر صوبوں کی یہ حالت نہیں تھی- بمبئی کی کیفیت پنجاب کے
بالکل برعکس تھی اور سر جارج لائیڈ کا نام ہم سر میکائیل اوڈوائر کے مقابل پیش
کرسکتے ہیں- مراحم خسروانہ نے بنگال کے زخموں کو بہت کچھ مندمل کردیا ہی اور اس کی
بدولت پنجاب کو اُس کے لیڈر واپس مل گئے جن سے کہ سر میکائیل اڈوائر نے پنجاب
کو محروم کردیا تھا- چند سال ہوئے کہ آزادی کا نام لینے والے اخبارات پنجاب میں تباہ
کردیئے جاتے تھے اور اب اخبارات نہایت بے ادبی کے ساتھ آزادانہ بحث کرتے ہیں
اور پیشتر تو ادنیٰ سے قصور پر لوگوں کو سزا مل جاتی تھی اور اب پوری آزادی کے
ساتھ وہ عام جلسوں میں تقریریں کرتے ہیں- میرے خیال میں اکثر حضرات اُس اسپرٹ
کی تبدیلی کو نہیں محسوس کرتے ہیں جو انتظام میں پیدا ہوگئی ہے- کیوں کہ اُن کے دل پنجاب
کے مظالم سے اس قدر لبریز ہوگئے ہیں کہ اُن کو آزادی کا موجودہ وسیع میدان نہیں دکھائی
دیتا ہی ۱۹۱۹ء کی بدعنوانیوں سے وہ اس قدر ناراض ہیں کہ وہ ۱۹۲۰ء کی کوششوں کو
جو گورنمنٹ کر رہی ہے نہیں محسوس کرتے ہیں- اگر پنجاب جیسی بدانتظامی تمام ہندوستان
میں رونما ہوجاتی تو رعایا ضرور مستحق ہوتی کہ انقلاب پیدا کرنے کی تحریک کرتی لیکن
پنجاب اور باقی ہندوستان میں عظیم الشان تبدیلیاں ہوجانے کے بعد اب انقلاب کی
تحریک ایک قسم کا جرم ہی-

میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ تحریک انقلاب کا استحقاق ہوجاتا اسی میں اس قدر اور
اضافہ کرتی ہوں کہ اگر وہ انقلاب ملک کے حق میں مفید اور ممکن بھی ہوتا- بحالت موجودہ

انقلاب سلطنت کے معنی بدامنی کے ہوں گے اور غیر ملکی جدید حکمران پہلے سے بھی بدتر ثابت ہوگا۔ چوں کہ ہندوستان کے پاس کوئی بحری اور بری فوج نہیں ہے وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت خود نہیں کرسکتا ہے پس اس کا نتیجہ بدامنی ہوگا اور کسی قسم کی حکومت اور انتظام نہ ہونے کے باعث وہ کسی مسلح قوم کا اسلئے شکار بن جائے گا۔ ہندوستان کو عرصہ تک اصلاحات سے محروم رکھنے اور جب کبھی کوئی اصلاح مرحمت بھی کی تو اس کا دائرہ نہایت محدود کردینے کے گناہ کا انگلستان مرتکب ہے اور انگلستان نے رعایا کی محافظت کا وہ ادنےٰ فرض ادا نہیں کیا جو صاحب وزیر ہند کے مراسلے کے بموجب اُن لوگوں کو سزا ملنی چاہیئے تھی جو رعایا کے محافظ تھے لیکن اُس کو دشمن سمجھکر اُس کے ساتھ سلوک کیا گورنمنٹ کے یہی بڑے قصور ہیں اور ان سے چشم پوشی کرنا فضول ہے اور ان ہی قصوروں نے لوگوں کو اس قدر وارفتہ کردیا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے اپنے تعلقات منقطع کرنے کی تجاویز کو نیم رضامندی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ لیکن برطانیہ میں اعلیٰ درجہ کی خوبیاں بھی ہیں اور گورنمنٹ کے ساتھ اشتراک عمل کرنے سے بہت جلد ذمہ دار گورنمنٹ ملسکتی ہے جس کا حاصل ہونا کسی اور ذریعہ سے قطعی ناممکن ہے۔

اب ہم واقعات کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ ہندوستان کمزور ہے کیوں کہ اُس میں اتفاق نہیں ہے اور بے بس ہے کیوں کہ اس کے پاس ہتیار نہیں ہیں۔ ترک موالات ایک بہت بڑی بازی ہے اس کا نتیجہ یا بدامنی ہے یا محض بے سود کارروائی۔ اس کی قطعی ناکامی ہوگی کیوں کہ اہل الرائے مخالف ہیں۔ کسی جلسہ میں یہ کہنے سے کیا فائدہ ہے کہ کسی ایماندار ہندوستانی کو کونسل میں نہ جانا چاہیئے جب کہ ہر مقام پر کونسل کی ممبری کے امیدواروں کا مجمع نظر آتا ہے۔ تحکمانہ لہجہ میں کسی سے یہ کہنا کہ تم کو ایسا ضرور کرنا چاہیئے سراسر داخل حماقت ہے بلکہ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ نہیں ہم آپ کا کہنا نہیں مانیں گے ہم معززین لوگوں کو ووٹ دینے سے باز نہیں رکھ سکتے ہیں اور صرف

اُن کی مذمت کر سکتے ہیں۔ لیکن مذمت اپنی حد سے اس قدر گذر گئی ہے کہ اب اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔

اصلاحات کونسل

پھر کیا تدبیر کرنی چاہیئے؟ میری رائے میں اس کی صرف ایک تدبیر ہے چوں کہ الیکشن میں بیحد دلچسپی لی جا رہی ہے اس لئے تمام رزولیوشن۔ مخالفتیں اور جلسے بے سُود ثابت ہوں گے۔ اور اس کی مذمت بھی نہ کرنی چاہیئے کیوں کہ ہم نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ اس بدنام آئینی ایجٹیشن ہی سے کیا ہے اور اس ایجٹیشن سے سنٹرل گورنمنٹ پر کچھ نہ کارروائی کرنے کے لئے زور دیا جا رہا ہے خواہ اُس کی تجاویز ناکامل ہی کیوں نہ ہوں لیکن صرف یہی ایک راستہ ہے کیوں کہ دوسرے تمام دروازے بند ہیں۔ اشتداد کے ذریعہ سے انقلاب سلطنت پیدا کرنا قطعی ناممکن ہے۔ اور غیر اشتدادی ترک موالات کے وسیلہ سے انقلاب پیدا کر دینے کا نتیجہ یا ناکامی یا بدامنی ہے۔ اب باقی کیا رہا؟ صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ ہم اپنے قابل ترین اصحاب کو کونسلوں میں بھیجکر اُن سے کام لیں۔ ہر ایک کونسل سے رزولیوشن بھجوایا جائے جس میں پنجاب کے مجرم حکام کے متعلق انصاف اور اُن کے ہاتھ سے جو لوگ مارے گئے اُن کا معاوضہ۔ تمام سزاؤں کو مسترد کرنے اور جرمانے کی واپسی کے مطالبات کئے جائیں ایک رزولیوشن اس مضمون کا روانہ کیا جائے کہ بغاوت اور تقریریں کرنے کے متعلق وقتی ضرورت کے جو قوانین تیار ہوئے وہ منسوخ کر دیئے جائیں۔ ایک بل اس قسم کا پاس کر دیا جائے جس سے ہندوستانی عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو جائے۔ عوام کی حالت درست کرنے کے لئے جملہ ممکن تدابیر اختیار کی جائیں لوکل سیلف گورنمنٹ۔ تعلیم اور زراعت اور صنعت و حرفت وغیرہ کی ترقیات کیے

لئے تدابیر عمل میں لائی جائیں اس قسم کے قوانین بنانے سے عوام کی حالت بہت کچھ درست ہو جائے گی اور اُن کا افلاس دُور ہو جائے گا جس کے مارے وہ بھوکے مرے جاتے ہیں۔

بے صبر لوگوں کو یہ تدبیر چنداں دلچسپ معلوم نہ ہو گی جو ہر بات کی فوری اصلاح کے خواہاں ہیں لیکن یہ تدبیر یقینی اور ہمارے بس کی ہے اس کے معنی رعایا کو سیاسی تعلیم دینے کے ہیں۔ اور اسی سے آزادی میسر آئے گی اور جب حاصل ہو جائیگی اسی سے ہماری حفاظت ہو گی۔ کیوں کہ آزادی صرف قانون میں درج ہو جانے سے محفوظ نہیں رہتی ہے بلکہ ملک کی اسپرٹ اُس کی حفاظت کر سکتی ہے۔ پنجاب کے مظالم کی فوری دادرسی نہ ہو گی لیکن اس تدبیر سے اس قسم کے مظالم کا دوبارہ وقوع میں آنا ناممکن ہو جائے گا۔

بہادر قوم کا مردانہ طریقہ یہی ہے جو اپنی قوت اور حالت موجودہ سے واقف ہو اور ہوم رول حاصل کرنے کا صحیح اور حقیقی راستہ یہی ہے۔

ترک موالات

مسز اینی بسنت صاحبہ

ترک موالات نے عجیب و غریب شکل اختیار کر لی ہے اصولاً تو یہ ترک موالات ہے اور عملاً موالات ہے۔ ترک موالات پر عمل کرنے کی حماقت اور اس کے ناممکن العمل ہونے کو چند لوگوں کے تحریراً اور تقریراً ظاہر کرنے سے عوام کے دل پر اثر پڑ گیا ہے اور دلیل اس قدر موثر ثابت ہوئی ہے کہ ترک موالات کے علم بردار لاچار ہو کر خود کہنے لگے ہیں کہ عام پروگرام اُس وقت تک تیار نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ کانگرس کا اجلاس کامل ہو کر ایک رائے قایم نہ ہو جائے ہم لوگ جو اس کے موجد ہیں وہ اس کا مکمل

پروگرام بنانے سے قاصر ہیں۔ اگر چند درجن بھر اصحاب کسی پروگرام کی تیاری میں متفق الرائے نہیں ہو سکتے ہیں پھر کئی ہزار آدمی کس طرح ہو سکتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عملی راہ دوسری ہی۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ کانگریس میں ایک رزولیوشن پاس ہو جائے جس میں کہ اصولاً ترک موالات کی تائید درج ہو اور امرتسر کے اجلاس کی طرح باہمی من سمجھوتہ بھی ہو جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس رزولیوشن کے مطلب ہر شخص اپنی مرضی کے موافق بیان کرے گا۔ مدراس پراونشیل کانگریس کمیٹی میں ایک رزولیوشن پاس ہو گیا جس میں اصولاً ترک موالات کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد پروگرام تیار کرنے کے متعلق جو تجویز قرار دی گئی وہ مسترد ہو گئی۔ اس لئے کمیٹی نے اصولاً اس کو تسلیم کیا اور عملاً اس کو نامنظور کیا اس وجہ سے بجائے گورنمنٹ کے ترک موالات کی تحریک خود مفلوج ہو کر رہ گئی۔ ہر شخص یہی کہتا ہے کہ ترک موالات پر پورے طور پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ مسٹر گاندھی ریل میں سفر کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس طرح گورنمنٹ کو بہت بڑی آمدنی حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ایک اسپیکر کونسلوں کو بائیکاٹ کرنے کو اس سے مستثنےٰ کرتا ہی کیا اُس کو مسٹر گاندھی کی طرح مستثنےٰ کرنے کا استحقاق حاصل ہی۔ ایک شخص عدالتوں کو بائیکاٹ کرنے کا مخالف ہے۔ کوئی شخص اسکول اور کالجوں کے بائیکاٹ سے اختلاف کرتا ہے۔ الغرض ترک موالات کے ہر حصہ کی مخالفت کی گئی گویا اصولاً منظور رہا اور عملاً قطعی نامنظور ہو گیا۔

مکمل ترک موالات کے یہ معنی ہیں کہ آپ اس پر عمل کریں اور گورنمنٹ کو مفلوج کر دیں اور اس لئے تم کو کسی طرح بھی گورنمنٹ کی اعانت نہ کرنی چاہیئے۔

تم کو ٹرین میں سفر کرنا نہیں چاہیئے۔ ڈاکخانہ اور تار گھر سے کام نہ لینا چاہیئے۔ معاوضہ کا اور اعزازی کوئی عہدہ نہ قبول کرنا چاہیئے۔ کسی کاغذ کی رجسٹری نہ کرانی چاہیئے اور ٹیکس نہ دینا چاہیئے۔ دیگر تجاویز اس کے متعلق یہ ہیں کہ سرکاری ملازمان اور انگریزوں کا سوشل

بائیکاٹ کیا جائے اور اُن لوگوں کو بھی برادری سے خارج کیا جائے جو گورنمنٹ سے اشتراک عمل کرتے ہیں۔ برطانی مال کو بائیکاٹ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ لوگ زبانی جو کچھ کہدیتے ہیں اُس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی ہے اور اس طرح اپنا غصہ الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔ میری نزدیک اس تحریک میں ایک خاص کشش یہ ہی کہ کوئی خاص پروگرام تو موجود نہیں اسی کے ذریعہ سے لوگ اپنے دل کا بخار الفاظ کی صورت میں نکال لیتے ہیں اور جس سے کوئی نقصان اور اندیشہ نہیں ہوتا حقیقی ترک موالات کی تحریک صرف وہی ہوسکتی ہی جس کے متعلق ایک خاص پروگرام قرار دیا جائے اور لوگوں کو اُس پر عمل کرنے کو تیار کیا جائے۔ اکثر لوگ باتیں بہت بناتے ہیں لیکن عمل بہت کم کرتے ہیں۔ کسی ایک قوم کو دوسری قوم پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ محکوم قوم حکومت کو پسند نہ کرتی ہو۔ کسی طاقتور قوم کو کوئی حق حاصل نہیں ہی کہ وہ کسی کمزور قوم پر حکومت کرے۔ تلوار کی قوت کوئی جائز قوت نہیں ہے غیر ملکی حکومت اور اپنے ہی ملک کی جابرانہ عملداری کے خلاف انقلاب پیدا کرنے کا استحقاق۔ انگریزی فرانسیسی۔ اسکاچ اور اطالی تاریخوں میں درج ہی۔ امریکہ کی بغاوت اور گزشتہ جنگ کے متعلق تو کچھ کہنا ہی فضول ہی کوئی آزاد خیال اس سے انکار نہیں کرسکتا ہے۔ اس لئے اگر کسی گورنمنٹ کا تختہ چند خاص حالتوں میں اصولاً اُلٹ دیا جا سکتا ہے اس لئے اس کو مفلوج کرکے بھی اصولاً ہم لوٹ سکتے ہیں۔ اس لئے غیر مسلح اور کمزور ملک گورنمنٹ کو ناقابل برداشت محسوس کرکے اُس سے اپنے جملہ تعلقات منقطع کرے تاکہ وہ نہ کسی پر حکومت کرسکے اور نہ حکومت کرنے کی اُس کے پاس کوئی قوت رہ جائے لیکن انقلاب پیدا کرنے کا استحقاق حاصل ہونے کا دعویٰ چونکہ احمقانہ ہے اس صورت میں کہ صرف ایک ادھ گلی میں بلوہ کردیا جائے اسی طرح چند بے معنی اور بے سود استعفے دیدینے سے گورنمنٹ سے ترک موالات کرنے کا استحقاق حاصل ہوجانے کا دعویٰ مہمل اور داخل حماقت ہی

اس قسم کا رزولیوشن پاس کرکے کانگرس ہیں اس ملک کی جگ ہنسائی کرائے گی۔
لیکن یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ ترک موالات انقلاب پیدا کرنے کا ایسا ہی وسیلہ ہے جس طرح کہ تلوار ہوسکتی ہے۔ اصلاحات کے ذریعہ سے گورنمنٹ کی شکل تبدیل کر دینا ایک جائز طریقہ ہے لیکن مشین گن یا مفلوج کر دینے سے گورنمنٹ کو تباہ کر دینا انقلاب انگریزی اور بغاوت ہے اور توپ سے یا مفلوج کرکے مار ڈالنے کا دعویٰ اس حالت میں کرنا محض طفلانہ خیال ہے جب کہ تم ان میں سے کسی ایک کے کرنے پر بھی قادر نہیں ہو۔ ہندوستان کو ایسے مہمل دعوے کرکے اپنی وقعت دنیا کی نظر میں نہ کھونی چاہیئے جن پر عمل نہیں کیا جا سکتا ہے (ایک آواز نہیں کہا جاسکتا؟) بیشک نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ یہاں کے باشندوں میں سے کافی طور پر اتحاد و اتفاق نہیں ہوا ہے اور نہ اُن میں اس قدر خلوص پیدا ہوگیا ہے کہ ایک ہی وقت میں آزادی حاصل کرنے کے واسطے جس قدر عظیم الشان قربانیوں اور ایثار کی ضرورت ہے وہ کردیں گے۔

"مسٹر مانٹیگو کا یہ مقولہ نہایت درست ہے کہ ہندوستان جب ہوم رول لینے کا عزم بالجزم کرے گا اُس وقت اُس کو مل جائے گا، بیشک مہمل اور بے مصرف تجاویز اُس کی خودداری اور مرتبہ کے منافی ہیں۔"

مسٹر گاندھی اور ترک موالات

مسٹر گاندھی نے ترک موالات پر عمل کرنے کے طریقے بیان کئے ہیں اُن سے یہ خفیف سی توقع ہوتی ہے کہ اشتداد کرنے میں تعویق کرنی چاہیئے۔ اور تعویق ہونے سے وہ ناقابل عمل ہوجائے گی قبل اس کے کہ خطرہ کی حالت پیدا ہوگی۔ مسٹر گاندھی کیا فرماتے ہیں کہ مدارج مقررشدہ نہیں ہیں بلکہ تدریجی ہیں اور ایک میں ناکامی ہونے پر

دوسرے پر عمل کرنے کا ارادہ کرنا چاہیئے۔"

پہلی منزل خطابات اور اعزازی عہدوں کا ترک کرنا ہی اگر اس پر عمل نہ ہو یا اس قدر کم عمل ہو کہ موثر نہ ہو سکے تو دوسری منزل پر عمل شروع کیا جائے اور وہ بھی اسی طرح مشروط ہی کہ کسی ملازم کو اُس وقت تک نوکری سے مستعفی نہ ہونا چاہیئے جب تک کہ وہ اپنی بسراوقات کا خود بندوبست نہ کرلے یا خلافت کمیٹی اُس کے بار کی متحمل نہ ہو جائے۔

پہلی منزل تجربہ میں نہایت دلچسپ ثابت ہوگی کیوں کہ اس سے تحریک ترک موالات کے متعلق آزمایش ہو جائے گی۔ اس سے کسی کو مضرت نہ پہنچے گی اور نہ اس سے گورنمنٹ کے لئے کوئی دقت پیدا ہوگی البتہ خطاب یافتوں کو خطاب یافتہ ہونے کی جو مسرت حاصل ہوتی ہی وہ جاتی رہے گی اور اُن کا چنداں نقصان بھی نہ ہوگا اور اس نقصان کی تلافی اس طرح ہو جائے گی کہ اُن کی واہ واہ ہونے لگے گی۔ البتہ اس کارروائی سے تارکین موالات جدید کونسلوں کے اُمیدوار نہ ہوں گے جن کے بتعداد کثیر کونسلوں میں داخل ہونے کی ہم کو توقع تھی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ لبرل اور ہوم رولز کے واسطے رستہ صاف ہو جائے گا۔

ترک ملازمت

ہم کو یہ شرط دیکھ کر ضرور مسرت حاصل ہوئی کہ مسٹر گاندھی نے یہ قید لگادی کہ سرکاری ملازمان سے نوکری چھوڑنے کے واسطے اُس صورت میں کہنا چاہیئے کہ اُن کی بسراوقات کے لئے کچھ بندوبست کر دیا جائے اس لئے ایک طویل مدت تک اس دوسرے درجہ پر بھی عمل نہیں ہو سکتا ہے۔ سرکاری نظم ونسق کو برباد کرنے کے لئے اگر اس درخواست کے جواب میں لوگ عمومیت کے ساتھ تیار نہ ہوئے تو اس پالیسی کی ناکامی یقین اور وثوق کے ساتھ تسلیم کر لی جائے گی۔ اور ترک موالات کی تحریک ترک ہو جائیگی۔ اس

میں کامیابی اُس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ملازمان سرکاری زیادہ تعداد میں کام چھوڑ دیں لیکن اگر صرف چند افسروں نے ایثار کیا تو گورنمنٹ پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے متعلق مسٹر گاندھی حسب ذیل ارقام فرماتے ہیں۔

دوسری منزل

"دوسری منزل میں اُسی صورت میں پوری کامیابی ہو سکتی ہے جب اس تجویز کو وسیع پیمانے پر لبیک کہا جائے۔ کیوں کہ کوئی گورنمنٹ اور خاص کر انڈین گورنمنٹ نہیں قایم رہ سکتی اگر لوگ اُس کی ملازمت کرنا چھوڑ دیں۔ تیسری منزل یعنی پولس اور فوج کا نوکری چھوڑنا ابھی بہت دُور ہے۔ محرکین نہایت ایمانداری صفائی اور شک وشبہ سے بالاتر کارروائی کرنی چاہتے ہیں اُنھوں نے اپنی کارروائی کو گورنمنٹ یا پبلک سے پوشیدہ رکھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔"

لیکن فرض کیجیے کہ اس تجویز کا جو جواب ملے وہ ناکافی۔ غیر اطمینان اور مایوس کن ہو تو پھر کیا ہوگا؟ مسٹر گاندھی بہت بڑی بازی لگا رہے ہیں کیا وہ اس کو جیت سکتے ہیں؟ اس میں شک نہیں کہ کوئی گورنمنٹ قایم نہیں رہ سکتی ہے اگر لوگ ملازمت ترک کریں لیکن اگر وسیع پیمانے پر لوگ نوکری چھوڑنے پر رضامند نہ ہوں تو یہ ہتھیار آپ ہی کے ہاتھ میں ٹوٹ کر رہ جائے گا۔ کوئی تحریک اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ اس کا کوئی خاص اثر اُن لوگوں پر نہ پڑے جو اس میں شرکت کرنے سے گریز کریں اور ہڑتال کرانے اور بائیکاٹ وغیرہ میں یہ اثر ہمیشہ استعمال کیا گیا ہے۔ جب چند آدمی کام چھوڑ کر تکلیف اُٹھاتے ہیں تو دوسروں کو کام کرتے ہوئے دیکھنا پاگل پن میں داخل ہے اور جب اُن کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے کام چھوڑ دینے سے دوسرے مزاحم ہوتے ہیں تو گویا وہ اپنی ایک مخالف قوت پیدا کر لیتے ہیں۔ اپنے ہی ساتھی اپنے دشمن

بن جاتے ہیں اور ایسے دشمن بن جاتے ہیں کہ جس مقصد کی غرض سے دوسرے ساتھی تکلیف اُٹھاتے ہیں اس کارروائی سے اُن میں غصہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو اشتداد کی صورت اختیار کر لیتا ہی۔

تیسری منزل

تیسری منزل بہت دُور ہی اور اگر مسٹر گاندھی اور مولانا شوکت علی دوسری منزل میں اپنے لوگوں کو مفسدانہ کارروائی سے نہ روک سکے تو تیسری منزل پر عمل کرنیکی ضرورت کبھی پیدا نہ ہوگی قطعی کامیابی یا قطعی ناکامی ہی سے یہ تحریک ختم ہو سکتی ہی اور درمیانی نتیجہ حاصل ہونا نہایت خطرناک ہی۔ جس سے یہ اندیشہ ہی کہ تارکین موالات کو یہ جرأت پیدا ہوگی کہ وہ تیسری منزل میں قدم رکھیں جس کے معنی غدر اور بدامنی کے ہیں ہم ٹیکس ادا نہ کرنے کی تجویز کو بحث سے خارج کئے دیتے ہیں کیوں کہ اگر تیسری منزل باقی رہی تو ٹیکس دینے سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکے گا اور اگر رعایا کو تیسری منزل میں کامیابی ہوگئی تو گورنمنٹ ہی باقی نہ رہیگی جو ٹیکس لگائے گی۔

فی الجملہ طوفان برپا ہونے سے قبل ۳-۴ مہینے سوچنے کے لئے مل جائیں گے اس لئے عمل کا وقت آنے سے پیشتر ہی یہ برقی قوت فنا ہو جائے گی کیوں کہ عوام کا جوش دیرپا نہیں رہ سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہی کہ اس تحریک پر عمل کرنے کا وقت آنے سے پیشتر لوگ کسی اور طرف متوجہ ہو جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسئلہ خلافت سے زیادہ لوگ حضور ولی عہد بہادر کی آمد سے دلچسپی لینے لگیں۔ افواہ مشہور ہے کہ امیر افغانستان خلیفہ ہونے کے مدعی ہیں۔ عربوں کا دعویدار خلافت ہونا بھی ممکنات سے ہی۔ مذہبی جوش دلا کر کسی مجمع کو آمادہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ مشین گن پر ٹوٹ پڑے لیکن دست بستہ خموش کھڑے رہنے کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کے اوصاف ہونے کی ضرورت ہے۔

جو ان اوصاف سے کہیں زیادہ ہوں جو عوام میں پائے جاتے ہیں۔

ترک موالات

مسز اینی بسنت صاحبہ

تمام ملک مسٹر گاندھی کی اس عنایت کا ممنون ہے کہ وہ ہم کو اپنی تحریک کے اصولوں پر بحث کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اُن کی تحریک کے الفاظ ایسے ہیں جن کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے وہ نہایت بے ضرر معلوم ہوتے ہیں اور ان میں بہت کم خطرات دکھائی دیتے ہیں۔ تجویز نہایت موثر اور اُس پر عمل کرنا بہت ہی آسان صرف شرط یہ ہے کہ ہر شخص اس ڈرامے میں اپنا اپنا پارٹ کر ڈالے اور نتیجہ نہایت شاندار ہے۔ تمام ملک ہندو اور مسلمان آپس میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرلیں اور یہاں کے ۳۱ کروڑ ۵۰ لاکھ باشندے ایک دل ہو جائیں۔ پھر اُن کے مطالبہ سے کون سی گورنمنٹ انکار کرسکتی ہے۔ وہ کونسی گورنمنٹ اس قدر خبطی ہوگی جو اس کی آزمائش کرکے دیکھے گی؟ اور تمام ملک سے ایک خفیف سی درخواست کی گئی ہے کہ وہ دست بستہ خموش بیٹھا رہے۔ کچھ نہ کرے صرف گورنمنٹ سے اشتراک عمل نہ کرے۔ کوئی غصہ اور کوئی سختی نہ کی جائے۔ اخلاقی اور روحانی قوت سے اپنا جائز مقصد پورا کر لیا جائے۔ مسٹر گاندھی اس تحریک کے رہبر ہیں یہ سب کچھ درست۔

لیکن ہم میں سے بعض لوگ اس سادہ تجویز پر جب غور کرتے ہیں تو اس میں خطرناک انتداد کے امکانات نظر آتے ہیں کیوں کہ اگر صرف چند لوگوں نے عمل کیا تو تجویز ناکام رہیگی اور اگر اس تجویز کو کامیابی حاصل ہوگئی تو اس کا نتیجہ بدامنی ہوگا۔ مسٹر گاندھی خطرہ کو تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اظہار ناراضی کے لئے راستہ اگر نہ پیدا کیا جائے تو ناراضگی دلوں کے اندر رہے گی وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی۔ اگر گورنمنٹ

بن جاتے ہیں اور ایسے دشمن بن جاتے ہیں کہ جس مقصد کی غرض سے دوسرے ساتھی تکلیف اُٹھاتے ہیں اس کارروائی سے اُن میں غصہ پیدا ہوجاتا ہے اور جو اشتداد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

تیسری منزل

تیسری منزل بہت دُور ہے اور اگر مسٹر گاندھی اور مولانا شوکت علی دوسری منزل میں اپنے لوگوں کو مفسدانہ کارروائی سے نہ روک سکے تو تیسری منزل پر عمل کرنیکی ضرورت کبھی پیدا نہ ہوگی۔ قطعی کامیابی یا قطعی ناکامی ہی سے یہ تحریک ختم ہوسکتی ہے اور درمیانی نتیجہ حاصل ہونا نہایت خطرناک ہے۔ جس سے یہ اندیشہ ہے کہ تارکین موالات کو یہ جرأت پیدا ہوگی کہ وہ تیسری منزل میں قدم رکھیں جس کے معنی غدر اور بدامنی کے ہیں۔ ہم ٹیکس ادا نہ کرنے کی تجویز کو بحث سے خارج کئے دیتے ہیں کیوں کہ اگر تیسری منزل باقی رہی تو ٹیکس دینے سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکے گا اور اگر رعایا کو تیسری منزل میں کامیابی ہوگئی تو گورنمنٹ ہی باقی نہ رہیگی جو ٹیکس لگائے گی۔

فی الجملہ طوفان برپا ہونے سے قبل ۳۔۴ مہینے سوچنے کے لئے مل جائیں گے اس لئے عمل کا وقت آنے سے پیشتر ہی یہ برقی قوت فنا ہوجائے گی کیوں کہ عوام کا جوش دیرپا نہیں رہ سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس تحریک پر عمل کرنے کا وقت آنے سے پیشتر لوگ کسی اور طرف متوجہ ہوجائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسئلہ خلافت سے زیادہ لوگ حضور ولیعہد بہادر کی آمد سے دلچسپی لینے لگیں۔ افواہ مشہور ہے کہ امیر افغانستان خلیفہ ہونے کے مدعی ہیں۔ عربوں کا دعویدار خلافت ہونا بھی ممکنات سے ہے۔ مذہبی جوش دلا کر کسی مجمع کو آمادہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ مشین گن پر ٹوٹ پڑے لیکن دست بستہ خموش کھڑے رہنے کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کے اوصاف ہونے کی ضرورت ہے۔

جو اُن اوصاف سے کہیں زیادہ تعجب خیز ہیں جو ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

ترک موالات

مسز اینی بسنت صاحبہ

تمام ملک مسٹر گاندھی کی اس عنایت کا ممنون ہے کہ وہ ہم کو اپنی تحریک کے اصولوں پر بحث کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اُن کی تحریک کے الفاظ ایسے ہیں جن کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے وہ نہایت بے ضرر معلوم ہوتے ہیں اور ان میں بہت کم خطرات دکھائی دیتے ہیں۔ تجویز نہایت موثر اور اُس پر عمل کرنا بہت ہی آسان صرف شرط یہ ہے کہ ہر شخص اس ڈرامے میں اپنا اپنا پارٹ کر ڈالے اور نتیجہ نہایت شاندار ہے۔ تمام ملک ہندو اور مسلمان آپس میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کر لیں اور یہاں کے ۳۱ کروڑ ۵۰ لاکھ باشندے ایک دل ہو جائیں۔ پھر اُن کے مطالبہ سے کون سی گورنمنٹ انکار کر سکتی ہے۔ وہ کونسی گورنمنٹ اس قدر خبطی ہوگی جو اس کی آزمائش کر کے دیکھے گی؟ اور تمام ملک سے ایک خفیف سی درخواست کی گئی ہے کہ وہ دست بستہ خموش بیٹھا رہے۔ کچھ نہ کرے صرف گورنمنٹ سے اشتراک عمل نہ کرے۔ کوئی غصہ اور کوئی سختی نہ کی جائے۔ اخلاقی اور روحانی قوت سے اپنا جائز مقصد پورا کر لیا جائے۔ مسٹر گاندھی اس تحریک کے رہبر ہیں یہ سب کچھ درست۔

لیکن ہم میں سے بعض لوگ اس سادہ تجویز پر جب غور کرتے ہیں تو اس میں خطرہ اور انسداد کے امکانات نظر آتے ہیں کیوں کہ اگر صرف چند لوگوں نے عمل کیا تو تجویز ناکام رہیگی اور اگر اس تجویز کو کامیابی حاصل ہوگئی تو اس کا نتیجہ بدامنی ہوگا۔ مسٹر گاندھی خطرہ کو تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اظہار ناراضی کے لئے راستہ اگر نہ پیدا کیا جائے تو ناراضی دلوں کے اندر رہے گی وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی۔ اگر گورنمنٹ

[illegible] تو اس [illegible] کی ذمہ داری [illegible] اس دلیل کا ان پر کچھ اثر نہیں [illegible] انڈیا اتحادیوں کی سپریم کونسل کے فیصلہ کو مسترد کر دیں [illegible] ان کی بعینہٖ یہی رائے ہوتی ہے کہ ان کی رائے صحیح ہے اور جو لوگ کہ ان کی [illegible] موئد نہیں ہیں یہ ان کی اخلاقی رائے کا نقص ہے اگر ان کی رائے یا اس پر عمل کرنے سے کوئی خطرہ پیدا ہوگا تو اس کی ذمہ داری ان پر نہ ہوگی۔

مسٹر گاندھی کی یہ دلیل نہایت مہمل ہے۔ اس [illegible] تجویز پر ہم کو غور و خوض سے کام لینا چاہیئے۔ پہلی منزل میں چنداں ہرج نہیں ہے کیوں کہ یہ صداقت کا اندازہ کرنے میں مفید ثابت ہوگی۔ یہاں تک وہ دینے سے دریغ نہ کریں گے ایسے عظیم الشان [illegible] اور ۳۱ کروڑ ۵۰ لاکھ باشندوں کو ان تجاویز کا حامی ہونے کے ایسے بڑے بڑے دعوے کیے گئے ہیں کہ ہم اس پر عمل شروع ہونے کے منتظر ہیں۔ دوسری منزل میں اگر کامیابی حاصل ہوگئی تو گورنمنٹ کا سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا گویا کہ حقیقتاً سول گورنمنٹ ہی نہیں رہیگی۔ اگر اس کو کامیابی ہوگئی تو گورنمنٹ کا وجود ہی باقی نہ رہے گا۔ اس سے آگے بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیوں کہ تیسری منزل تک پہنچیں گے ہی نہیں ڈاکخانے۔ تار گھر، وسائل۔ آمد و رفت اور عدالتیں تو باقی ہی نہ ہوں گی الغرض کل انتظامی مشین رک جائے گی۔ لیکن کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا ہے کہ ان سب باتوں کا سپریم کونسل یا خلیفہ پر کسی طرح اثر پڑے گا صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان پر کسی طرح الزام نہیں عاید ہوتا ہے پس ہندوستان پر اس کا کیوں اثر پڑنا چاہیئے۔

ایسا عظیم الشان نتیجہ حاصل کرنے کے لئے ہم کو بہت غور کرنے کی ضرورت ہے اگر گورنمنٹ سے ترک موالات اس طرح کرنا چاہیئے تو پھر گورنمنٹ کے ساتھ موالات کرنے کے کیا معنی ہونگے گورنمنٹ کے ساتھ ہمارا موالات کرنا تمدن کی بنا ہے اور اس کے بدون کوئی تعلق نہیں ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ تمدن کی بجائے [illegible] ایک نتیجہ یہ ہنگامہ ہوگا۔ قانون رخصت

ہمیں تو ادان غاصب - زیر دستوں کی حکومت اور ظالمانہ نظام ہمارے سر پر نہ ہوتی - موالات ہی کے
ذریعے سے انسان حیوانیت سے نکل کر تمدنی حالت میں آیا ہے اور ترک کرکے وہ پھر
حیوانیت کی حالت میں چلا جائے گا - ہم محسوس کرتے ہیں کہ ترک موالات بظاہر معصوم
صفت تحریک تمدن کے خلاف اعلان جنگ ہے یہ کوئی اخلاقی یا روحانی قوت نہیں ہے
بلکہ وحشیانہ قوت سے اپیل ہے جو تمدن کی بنیاد پر اور مہذب زندگی کی بنیاد پر حملہ کرتی
ہے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے ضمیر کی حمایت میں مروجہ قانون کی خلاف
ورزی کرتا ہے اور حقیقتاً اپنی اخلاقی اور روحانی قوت کی متابعت کرتا ہے تو وہ خود
تکلیف برداشت کرتا ہے لیکن رشتہ تمدن کو درہم برہم نہیں کر ڈالتا تو اس حالت میں
اگر اس کی جان بھی جاتی رہے گی تو لوگوں کو دلی صدمہ ہوگا اور اگر وہ خاطیان قانون
میں سے ہے تو اس کی موت تمدن کے رتبہ کو اور بھی بلند کر دے گی لیکن اگر ہزاروں آدمی
اس کا اتباع کرنے لگیں تو وہ اپنی کثرت تعداد کے باعث کامیابی حاصل کریں گے تکلیف
اٹھا کر فتح نہ پائیں گے یہ لوگ اپنی کثرت تعداد کی جسمانی قوت سے نہ اپنی اخلاقی اور
روحانی قوت کے زور سے گورنمنٹ کو نیچا دکھا سکیں گے - اس لئے پہلا واحد شخص
تو شہید قوم ہے اور وہ ہزاروں آدمی بلوائی کہلائیں گے اس تنہا شخص کی مقاومت
مجہول ان ہزاروں آدمیوں کی تباہ کن طاقت کی برابر ہوگی جو گورنمنٹ سے ہر قسم کے
تعلقات منقطع کرکے جن پر کہ نظام تمدن قائم ہے اس کو مجبور اور معطل بنانے کے خواہاں ہیں -

انقلاب انگیزی بعض حالات میں جائز اور ناگزیر ہو جاتی ہے اور لوگوں کو اس پر اس وقت
عمل کرنا چاہیئے جب مظالم ناقابل برداشت ہو جائیں - ہم صرف اس قدر گوش گزار کرنا چاہتے
ہیں کہ انقلاب انگیزی میں وسائل - قوتوں کے اندازہ اور ذمہ داری کے احساس
سے جس طرح کہ فیصلہ کر لیا جاتا ہے اس طرح ترک موالات کے واسطے نہیں کرنا چاہیئے
انقلاب پلیٹ فارم پر آتش بیانی سے کام لینے سے نہیں پیدا کیا جا سکتا ہے - بلکہ انقلاب

علانیہ جنگ ہوتا ہے۔ اور آن کے واسطے سول اور ملٹری نظام کو مکمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو حضرات کہ اس عظیم ذمہ داری کا بار متحمل کرنے کے واسطے تیار نہیں ہیں ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ اپنی شر رگفتاری کو ترک کر دیں بلکہ اُن کو خود سوچنا چاہیئے کہ وہ خود کیا حرکت کر رہے ہیں اور دوسروں کو کیا حرکات کرنے کے واسطے شہ دے رہے ہیں۔ وہ نہایت بے دلی کے ساتھ بغیر کسی قسم کی ذمہ داری کو محسوس کرنے کے تمدن کی بیخکنی کر رہے ہیں بعض اصحاب نے پہلی منزل میں قدم رکھا ہے۔ اب سب اصحاب کو غور کر لینا چاہیئے قبل اس کے کہ وہ دوسری منزل میں قدم رکھنے کا تہیہ کریں۔

ترک موالات کے امکانات

نیو انڈیا

ہم کو کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ سیاسی لیڈران ترک موالات کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنے سے کیوں اجتناب کر رہے ہیں۔ اُن لیڈران کے متعین جو ڈپلومیسی اور پالیسی کے معترف ہیں وہ اس معاملہ میں اپنے لیڈران کی خاموشی سے مطمئن ہو سکتے ہیں ہم کو اس مہمل تجویز کا بھی علم ہے کہ لیڈر کو چاہیئے کہ اوّلاً یہ معلوم کرے کہ اس معاملہ میں ملک کا ارادہ کیا کرنے کا ہے اُس کے بعد اپنی رائے ظاہر کرے لیکن لیڈری کے یہ غیر معمولی معنی اُس لیڈر پر نہیں منطبق ہوتے ہیں۔ جو ترک موالات کی حمایت کرتا ہے کیونکہ اس معاملہ میں تو وہ خود ترک موالات کی حمایت کر دیتا ہے اور اس کے نتیجہ کا خود مخالف ہوتا ہے۔

خلافت کے متعلق البتہ چند ایسے مسائل ہیں جن کے سلسلہ میں ترک موالات پر عمل [illegible] کے چند محدود امکانات ہیں۔ جس کمیٹی کے رہنما مسٹر گاندھی ہیں وہ عنقریب عملی کارروائی شروع کرنے والی ہے۔ تدریجی منازل کی بحث سے قطع نظر کر کے ہم یہ اندازہ

کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی استدعا پر کتنے لوگ عمل کرنے پر راضی ہو جائیں گے اور اُن کی عملی کارروائی کا لازمی نتیجہ کیا ہوگا؟

سب سے اوّل جب مسٹر گاندھی کی مختصر سی کمیٹی دعوت عمل دے گی تو چند تعلیم یافتہ مسلمان جن کی تعداد بہت ہی کم ہے اور جو حقیقی طور پر ستیا گرہ کو برحق ماننے والے ہیں عمل کرنے کو تیار ہو جائیں گے اور وہ نہایت جوش کے ساتھ یہ نعرہ لگائیں گے کہ فضول لیڈران کی پرواہ نہ کرو۔ یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ یہ مختصر سی جماعت ملک کے تمام جاہل مسلمانوں کو عدم تشدد کی کارروائی کر سکے گی۔ اور یقیناً یہ جماعت ہندوؤں کی تعداد کثیر میں جوش و خروش پھیلانے کا ارادہ کرے گی اس نتیجہ کے معنی زبردست ناکامی کے ہیں۔

البتہ اگر بکثرت تعلیم یافتہ مسلمان ہم خیال ہو جائیں اور ستیا گرہ کے حقیقی معتقد بہت سے ہندو صاحبان بھی اُن کا ساتھ دیں گے تو شمالی ہند کے بہت سے جاہل اور مذہبی جوش والے مسلمان اُن کا ساتھ دیں گے تو یہ لوگ ضرور ایک حد تک ایسی بدامنی پھیلا سکیں گے جن کے فرو کرنے کے لئے پولیس اور فوج کو ڈائرشاہی حکم فیر کا دینا ہوگا۔ اس کو ہم نہیں مان سکتے ہیں کہ امن پسند مسلمان اپنی ملازمتوں سے مستعفی ہو جائیں گے کیوں کہ اُن کے استعفےٰ دینے کے معنی یہ ہیں کہ اُن کی بجائے ہندوؤں کو جگہ مل جائے جیسا کہ مدراس میں ہوا ہے اور جو ناراضی کہ اس طور پر مسلمان پھیلائیں گے وہ دوسرے طبقوں میں بھی خود بخود پھیل جائیگی یہ بھی قابل قیاس نہیں ہے۔

تیسرا امکان یہ ہے کہ ہندو اور مسلم اتحاد کا نام لیتے ہی سارا ملک مسٹر گاندھی کا اتباع مثل ایک فرد واحد کے کرنے لگے گا اور حقیقی ستیا گرہی کے طور پر مقاومت مجہول پر عمل کرنے لگے گا اس کو ہم یقینی نتیجہ نہیں تصور کر سکتے ہیں اوّلاً ہندو مسلم اتحاد اس قسم کا نہیں ہو گیا ہے کہ دونوں قومیں ایک اشارہ پاتے ہی کسی تحریک پر فوراً عمل کرنے لگیں

دوسرے ترک تعلیم کا مسئلہ ہے جو ترک موالات سے پیشتر طے ہونا چاہیئے اگر اس کا نتیجہ غیر اشتدادی کارروائی ہو یہ تحریک ہندوؤں میں تو پوری طور پر پھیلی ہی نہیں اس لئے مسلمانوں کا اس پر عمل کرنا بعید از قیاس ہے اگر فی الحقیقت سارا ملک متحد ہوکر اس پر عمل کرے تو پھر ترک موالات کی حقیقی ناکامی ہمارے سامنے آجائیگی یعنی ایسی گورنمنٹ کو بتدریج منازل سے مفلوج کرنے کا ارادہ جس نے اسلام کی ضروریات پورا کرنے کے لئے ہمیشہ اپنی امکانی تدابیر کی ہیں۔

اس کے متعلق ہم اپنی رائے پیشتر ہی ظاہر کر چکے ہیں اور نہ صرف ہماری بلکہ تمام اہل ملک کی زیادہ تر یہی رائے ہے۔

یہاں پر ہمارا تعلق اُن اصحاب سے ہے جو رائے عامہ کے نمایندے ہونے کے مدعی ہیں اور بالخصوص جنوبی ہند کے حضرات جو اخبار ہندو کے ذریعہ سے ہماری اس رائے کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہم نے جو منطقی اصول بحث کرنے کے قرار دیدیئے ہیں اُن سے باہر ہو کر جب کچھ کہا جاتا ہے تو وہ ہماری سمجھ سے باہر ہوتا ہے۔ ہم نہایت شکرگزار ہوں گے اگر اخبار ہندو ہم کو اُن واقعات کی اطلاع دیدے گا جن سے ہم ناواقف ہیں لیکن تاوقتیکہ ایسا نہ کیا جائے ہم اُس کی لغو تحریر پر کیا بھروسہ کرسکتے ہیں۔ اگر وہ ہم کو واقعات بتا دے گا تو اپنا فرض ادا کرے گا۔ کیوں کہ ترک موالات کے متعلق ملک کو یہ سمجھانا اور اس کا یقین دلانا اُس پر لازمی ہے کہ یہ تحریک غیر اشتدادی ہے اور پھر اس تحریک کو بے دھڑک ترقی دے۔

جناب اڈیٹر صاحب اخبار ہندو اس کے معتقد ہیں کیوں کہ وہ اس تحریک کے مؤید ہیں تو پھر وہ اپنے اس عقیدہ پر قایم کیوں نہیں رہتے اور ملک سے بدامنی دُور کرنے میں کیوں مدد نہیں دیتے ہیں کیوں کہ اکثر حضرات کا خیال یہی ہے کہ اس تحریک کا لازمی نتیجہ بدامنی اور شورش ہے۔

ترک موالات

نیو انڈیا

رعایا کی شکایتوں کا علاج ترک موالات ہونے کا مسئلہ روز بروز زیادہ اہم ہوتا جاتا ہے۔ ہندوستان کی جدید شخصی گورنمنٹ (مسٹر گاندھی کی کمیٹی) نے اپنا پہلا فرمان نافذ کیا ہے جس میں یہ توقع ظاہر کی ہے کہ ہر شخص اس تحریک کو لبیک کہے گا اور ہم کو یہ اطلاع دی ہے کہ جو اصحاب کہ اس تحریک کی اہمیت اور اپنی ذمہ داری سے آگاہ ہیں وہ آزادی سے کام نہ لیں گے کیوں کہ کامیابی کا انحصار ہماری ہدایتوں کی پوری پابندی کرنے پر ہے۔ ہم اس خودساختہ حاکم اور اس کی کمیٹی کے احکام کی پابندی کرنا اپنے پر لازمی نہیں سمجھتے ہیں البتہ اس میں کوئی شخص بھی شک نہیں کر سکتا ہے کہ وہ صورت معاملہ کو خود بھی اہم بتا رہا ہے ترک موالات کے اوّل منزل کے مدارج قرار دیئے گئے ہیں اور تمام ملک پر آٹھ فرائض عائد کئے گئے ہیں۔

(۱) اعزازی خطابات۔ اور اعزازی عہدے ترک کرنا۔

(۲) سرکاری قرضوں سے ترک موالات کرنا۔

(۳) وکلائے پیشہ وکالت ترک کرنا اور سول مقدمات کو پرائیویٹ پنچایتوں سے طے کرنا۔

(۴) والدین کا سرکاری اسکولوں کو بائیکاٹ کرنا۔

(۵) اصلاح شدہ کونسلوں کا بائیکاٹ۔

(۶) سرکاری دعوتوں اور اسی قسم کے دیگر جلسوں کو بائیکاٹ کرنا۔

(۷) عراق عرب میں ہر قسم کی سول یا فوجی ملازمت قبول کرنے سے انکار کرنا بالخصوص ترکی علاقوں میں ملازمت منظور کرنے سے انکار کرنا جن پر خلاف وعدہ گورنمنٹ حکومت کرتی ہے۔

(۸) سودیشی تحریک کے واسطے زبردست کوشش کرنا۔ اس قومی اور مذہبی بیداری کی حالت میں لوگوں کو یہ ترغیب دینا کہ ملک کا اوّلین فرض اُن پر یہ ہے کہ وہ اپنے ہی ملک کی پیداوار اور مصنوعات پر اکتفا کریں۔

نمبرا پر ہم پیشتر ہی بہت کچھ بحث کر چکے ہیں ۲ جدید اعلان قرضہ کی وجہ سے تجویز کیا گیا ہی ۳ نہایت دلچسپ ہی کیوں کہ اس سے اُن وکلار کی صداقت آزمایش ہوجائیگی جو نہایت جوش کے ساتھ ترک موالات کی حمایت کرتے ہیں۔ اس کے بعد طلبا کو گورنمنٹ اسکولوں سے اُٹھا لینے کا انوکھا خیال پیش کیا گیا ہی گویا کہ والدین اپنے بچوں کے حق میں خود کانٹے بو دیں ۴ لالہ لاجپت رائے کی تجویز ہی کہ کونسلوں کو بائیکاٹ کر دیا جائے۔ لبرلوں کے حق میں یہ نہایت مفید تجویز ہی کیوں کہ تارکین موالات جدید قوم پرست ہیں۔ سرکاری دعوتوں میں شرکت نہ کرنا ۵ کی ضمن ہی۔ تقسیم بنگال کے موقعہ پر سینکڑوں اصحاب نے سرکاری دعوتوں کی شرکت ترک کردی تھی لیکن اس سے کسی کا کچھ نقصان نہیں ہوا ۶ کی رُو سے عراق عرب میں کوئی سول یا فوجی ملازمت قبول کرنے اور فوج میں بھرتی ہونے کی مخالفت کی گئی ہی ۷ سودیشی تحریک کی حمایت کے متعلق ہی۔ سودیشی تحریک پر مسٹر گاندھی کے ارشاد سے بہت پیشتر سے ہم لوگ عمل کر رہے ہیں۔ اس تحریک کی رُو سے ہندوستان کے وہ نفیس کپڑے پہنا ممنوع نہیں ہی جن کے لئے وہ ہمیشہ سے شہرۂ آفاق ہے اور نہ اُس بد مزا کپڑے کا استعمال ممنوع ہو سکتا ہی جو مسٹر گاندھی کو بیحد عزیز ہی۔

بیحد مضرت رساں وہ تجویز ہی جو اس طویل فہرست میں شامل کر دی گئی ہے اگرچہ اُس کو شخصی گورنمنٹ کی کونسل نے نہیں شامل کیا ہی۔ ہوم رول لیگ کی شاخ احمدآباد جس کے صدر مسٹر گاندھی ہیں۔ یہ بیان کرتی ہی کہ حضور شہزادہ ولی عہد بہادر کے خیر مقدم کے واسطے جو تحریک ہو گی اُس شرکت سے لوگوں کو منع کرنا نہایت تکلیف دہ فرض ہوگا تا وقتیکہ ہز مجسٹی کی گورنمنٹ حسب ذیل مطالبات منظور نہ کرے۔

(۱) رولٹ ایکٹ کی منسوخی (۲) وائسرائے کو واپس بلانا (۳) سرمیکائیل اڈوائر پر الزام قایم کرنا (۴) جنرل ڈائر - کرنل جانسن - کرنل برایں - مسٹر باسورتھ اسمتھ رائے صاحب سری رام سد اور ملک صاحب خان پر عدالت میں مقدمے چلانا (۵) پنجاب کی حکومت میں جیسے مظالم ہوئے اُن کے متعلق قانون بنانا - اطمینان دلانا کہ ان کا اعادہ پھر کبھی نہ ہوگا ان سے زیادہ بے تکا مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے۔ حضور شہزادہ ولی عہد بہادر کو ان معاملات سے کیا سروکار ہے۔ ان میں سے کسی مطالبہ کے منظور کرنے کے واسطے وہ کس طرح اپنا اثر ڈال سکتے ہیں۔ شہزادہ ممدوح حضور شہنشاہ معظم کے جانشین ہیں جو کانسٹی ٹیوشنل فرماں روا ہیں اور اپنی پارلیمنٹ اور وزرا کے فیصلہ کو منظور فرمانے کے لئے مجبور ہیں۔ سرمیکائیل اڈوائر پر الزام قایم کرنے کا اُن کو اس سے زیادہ اختیار نہیں ہی جو ہوم رول لیگ کی اس شاخ کے کسی ممبر کو حاصل ہی۔ ملک کے ایک مہمان کی سخت توہین کرنے اور مہمان نوازی تک کے واسطے ہندوستان کے دامن شہرت پر داغ بدنامی لگانے کی تجویز نہایت شرمناک ہی۔ جب تک کہ ہندوستان سلطنت برطانیہ کا ایک جز رہیگا ہندوستان کا ہرگز یہ طرز عمل نہ ہوگا کہ وہ تاج برطانیہ کے ساتھ اس قسم کا بیہودہ برتاؤ کرے یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ کونسی قانونی ضمانت مارشل لا کے مظالم کے اعادہ نہ ہونے کے لئے کافی ہوگی۔ کیوں کہ جب مارشل لا کا اعلان ہوگا ہی تو معمولی قوانین کسی قسم کی حفاظت نہیں کرسکتے ہیں۔ چوں کہ یہ درخواست منظور نہیں ہوسکتی ہی اس لئے ہم کو اندیشہ ہی کہ مبادا احمد آباد کی شاخ کو اپنا تکلیف دہ فرض ادا کرنا پڑیگا۔

یہ بات ظاہر ہے کہ مسٹر گاندھی کی رہبری میں ہم روز بروز بد سے بدتر - نامعقول اور مضحکہ انگیز ہوتے جاتے ہیں۔ ان سب بیہودگیوں کی ذمہ داری کانگرس کے لیڈران ہی جو مسٹر گاندھی کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کرتے اور ملک کو اُن خطرات سے نہیں متنبہ کرتے ہیں۔ جن میں مسٹر گاندھی اُن کو مبتلا کر رہے ہیں۔ وہ مسٹر گاندھی کو ایک

مقدس شخص یعنی مہاتما یا روحانی پیشوا تصور کرتے ہیں اور اُن میں یہ کہنے کی جراءت نہیں ہے کہ سال گزشتہ کی قانون شکنی کی تجویز سے یہ تحریک سیکڑوں گنی زیادہ خطرناک ہے اور اس تحریک کا شکار بیکس۔ اطاعت شعار۔ محبت کرنے والی اور اعتماد کرنے والی رعایا ہو گی جب کہ مسٹر گاندھی کو ناکامی ہو گی رولٹ ایکٹ کی منسوخی کے متعلق سال گزشتہ اُن کو ناکامی حاصل ہو چکی ہے اور یہی ہمارے استبدادیوں کی کامیابی سے اذیت اٹھائیں گے جس کا اُس پالیسی کی بدولت وقوع میں آنا یقینی ہے جو مسٹر گاندھی نے اختیار کی ہے کیوں ایسی ہی کارروائی کا حوالہ دفتری حکومت والوں کی حرکات کے جائز ہونے کے لئے دیا جائے گا اور وہ بطور ثبوت کے پیش ہو گی کہ مسنڈ ہم اور ڈوائر کی رائے درست تھی۔

ترک موالات

مسز اینی بسنت

مقررہ تاریخ یکم اگست آئی اور چلی گئی لیکن ملک کی رائے کے متعلق ہم کو اس سے زیادہ کچھ علم مسٹر گاندھی کی انوکھی تجویز کی بابتہ نہیں ہوا جس قدر کہ اُس کے پیش ہونے کے وقت تھا۔ بال گنگا دھر تلک کے انتقال کا ہڑتال پر بہت کچھ اثر پڑا کیوں کہ اکثر لوگوں نے محض اس کے باعث دُکانیں بند کی تھیں اور اُن کو مسٹر گاندھی کے حکم کی کچھ پرواہ نہ تھی مسٹر گاندھی نے خود اپنا تمغہ قیصر ہند تمغہ جات خدمات جنگ وائسرائے صاحب بہادر کی خدمت میں اس تحریر کے ساتھ واپس کر دیئے کہ "اب میری نظر میں گورنمنٹ کی کوئی وقعت اور میرے دل میں گورنمنٹ کی کسی قسم کی محبت نہیں ہے"۔ مسز سرالا دیوی چودھرانی نے معہ ایک تحریر کے اپنا وار بروچ واپس کر دیا اور گنتور کے ایک آنریری مجسٹریٹ نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا۔ مدراس کی خلافت کمیٹی نے اعلان کیا استعفوں کا اعلان چند روز بعد کیا جائیگا لیکن

اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے استعفے پیش ہونے والے ہیں۔ لیکن یہ ابتدائی وقت ہی اور چند روز میں قطرے دریا کی صورت اختیار کرسکتے ہیں۔

مجھکو تو اس تحریک کے اصول سے سروکار ہی اور میں اس کی فوری کامیابی یا ناکامی کا چنداں خیال نہیں کرتی ہیں کیوں کہ میرا خیال یہ ہی کہ لوگ اپنے اور گورنمنٹ کے تعلقات کو بہت تنگ تصور کرتے ہیں اور اس لئے مسٹر گاندھی کی تجویز کے مطابق گورنمنٹ کو مفلوج کردینے کے معنی قومی زندگی برباد کردینے کے ہوں گے۔ اور یہی بات میں اس ملک کے باشندوں کو سمجھانا چاہتی ہوں اور یہی وجہ ہی کہ میں نے گورنمنٹ کو یہ مشورہ دیا ہی کہ وہ ترک موالات کی بازی میں حصہ لے۔ پولس اور فوجی سپاہیوں کے ذریعہ سے نہیں بلکہ ترک موالات کے مشہور لیڈران سے اپنے تعلقات منقطع کرکے یعنی اُن کی تجویز پر رضامند ہوکر خود اُن سے ترک موالات کرے اس کارروائی سے اُن کی تحریک خود بہت جلد مفلوج اور بیکار ہوکر رہ جائے گی بھلا وہ گورنمنٹ کو تو کیا بیکار بناسکیں گے۔ اور اس کے متعلق موثر کارروائی کرنا دشوار بھی نہ ہوگا۔

گورنمنٹ کی طرف سے ترک موالات

میری یہ تجویز ہرگز نہیں ہی کہ گورنمنٹ چھوٹے آدمیوں پر ہاتھ ڈالنے کی تکلیف برداشت کرے بلکہ صرف لیڈران کے ساتھ ہی عمل کرے۔ صدر کمیٹی بمبئی میں ہی اور بمبئی ہی سے جملہ احکام نافذ ہوتے ہیں اگر صدر کمیٹی کی ڈاک اور تار بند کردیئے جائیں اگر گورنمنٹ کی کوئی ایجنسی صدر خلافت کمیٹی اور اسی طرح باقی جملہ خلافت کمیٹیوں سے کشیدگی اختیار کرے اگر ترک موالات کی حمایت کرنے والے سربرآوردہ اخبارات سے گورنمنٹ کی کوئی ایجنسی ترک تعلقات کرے۔ اگر کسی ریلوے اسٹیشن پر تارکین موالات کو ٹکٹ نہ دیئے جائیں اُن کے قاصدوں کو پرائیویٹ موٹروں۔ گاڑیوں اور بیل گاڑیوں میں سفر کرنا پڑی تو ناقابل برداشت

مشکلات اُن کی نظام عمل میں حائل ہوجائیں گی اور اُن کی سمجھ میں اُس وقت بخوبی آجائیگا کہ روزمرہ کی ضروریات میں وہ گورنمنٹ کے کس قدر محتاج ہیں۔ وہ ان مراحل سی سر ٹکراتے پھرینگے اور اس قدر معمولی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے جو قیاساً تو نہایت دلچسپ ہوگی لیکن عملاً سخت تکلیف دہ ہوگی۔ لیکن مجھکو افسوس ہی کہ گورنمنٹ قدیم رواج اور قاعدہ کی پابند ہے اور ایسی آسان تجویز کو منظور نہ کرے گی اور اپنے قدیم مروجہ طریقہ ہی پر کاربند رہنا پسند کریگی۔

اخبار پانیر یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ایک ہندوستانی قوم پرست اخبار جو تحریک ترک موالات کا مخالف ہی اُس میں گورنمنٹ کو جو مشورہ دیا گیا ہے اس کے متعلق کیا جملہ نتائج پر غور کر لیا گیا ہے جو اس مشورہ پر کاربند ہونے سے برآمد ہوں گے؟

میں یہ دعویٰ نہیں کرتی ہوں کہ میں نے جملہ نتائج کا اندازہ کر لیا ہی۔ البتہ بہت سے نتیجے میرے پیش نظر ہیں اور جملہ نتائج میں وہ تجاویز بھی داخل ہیں جو پانیر نے بتائی ہیں۔ پانیر کہتا ہی کہ اس تجویز کے متعلق بہت کچھ کیا جا سکتا ہی لیکن یہ تجویز قابل غور ضرور ہی۔

تعزیرات ہند کے استعمال کو ترجیح دینے اور انتظامی احکام متعلق آزادی و املاک پر اعتراض کرنے کے معنی پانیر نے پورے طور پر نہیں سمجھے ہیں۔ لیکن یقیناً ایک انگریز کی نظر میں پہلا حق یہ ہی کہ صرف قانونی عدالت میں مقدمہ پیش ہوکر سزایاب ہوجانے پر اُس کی آزادی و املاک ضبط کی جائے اور محض کسی انتظامی حکم سے سزا اور ضبطی جائداد نہ ہونی چاہیئے میں یہی چاہتی ہوں۔ ہمارا ہمعصر ٹھیک کہتا ہی کہ اگر لوگ بغاوت کریں گے تو گورنمنٹ کو مداخلت کرکے بغاوت رفع کرنی چاہیئے۔

منظور لیکن سوال یہ ہی کہ غدار کو گرفتار کرنے کے بعد اُس کا کیا کیا جائے؟

آیا اُس کو محض گورنر کی خواہش کے بموجب بلا الزام قایم کئے اور مقدمہ چلانے کے لامحدود زمانہ تک قید کردیا جائے یا کسی سرکاری جج کے روبرو اُس کا مقدمہ پیش کیا جائے اور اگر جرم ثابت ہوجائے تو اُس کو سزا دی جائے۔

اور اگر کوئی ایسا شخص گرفتار ہو جائے جو بلوائی تھا اُس کے واسطے کسی حاکم کا حکم کافی ہو یا قانونی عدالت کی کارروائی ہونی چاہیئے۔ میری رائے ہے کہ کسی عدالت میں مقدمہ چلانا چاہیئے۔ اور خفیہ کارروائی نہ کرنی چاہیئے۔ اوّل کے معنی شخصی حکومت اور دوسرے کے معنی قانونی حکومت کے ہیں۔

ترک موالات

نیو انڈیا

مسٹر گاندھی کے مدراس تشریف لیجانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ترک موالات کے متعلق مختلف پارٹیاں بن گئی ہیں۔ لبرل نیشنل ہوم رول لیگ اور مسٹر سری نواس آئنگر کے خیال والے اصحاب گورنمنٹ سے تعلقات منقطع کرنے کے سخت مخالف ہیں۔ مسٹر آئنگر تو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ اُن کے خیالات لبرل پارٹی کی رائے سے ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں جن کو اُن کے پیرو دشمن تصوّر کرتے ہیں اُنھوں نے نہایت زور کے ساتھ فرمایا ہے کہ مسٹر گاندھی کی تحریک غیر آئینی ہے اور وہ اس حد تک قابل عمل نہیں ہے جس سے کہ اہلِ ہند کے مطالبات پورے ہو سکیں اور یہ کہ ایسی تحریک پیش ہونے کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ مسز بسنت اور مسٹر آئنگر کے خیالات میں ایک قسم کی مطابقت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مسز بسنت صاحبہ نے اخبار سیٹزن میں ارقام فرمایا تھا کہ

"پھر کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ میری رائے میں اس کی صرف ایک تدبیر ہے چوں کہ الیکشن میں بیحد دلچسپی لی جارہی ہے اس لئے تمام رزولیوشن۔ مخالفتیں اور جلسے بے سود ثابت ہوں گے۔ اور اس کی مذمت بھی نہ کرنی چاہیئے کیوں کہ ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اسی بدنام آئینی ایجیٹیشن ہی سے کیا ہے اور اسی ایجیٹیشن سے سنٹرل گورنمنٹ پر کچھ نہ کچھ کاروائی کرنے کے لئے زور دیا جارہا ہے خود وہ اُس کی تجاویز نامکمل

ہی کیوں نہ ہوں لیکن صرف یہی ایک راستہ ہے۔ کیوں کہ دوسرے تمام دروازے بند ہیں۔ اشتداد کے ذریعہ سے انقلاب سلطنت پیدا کرنا قطعی ناممکن ہے اور غیر اشتدادی ترک موالات کے وسیلہ سے انقلاب پیدا کردینے کا نتیجہ ناکامی یا بدامنی ہے اب باقی کیا رہا۔ صرف یہی ایک تدبیر ہے کہ ہم اپنے قابل ترین اصحاب کو کونسلیں ہیں بھیجکر اُن سے کام لیں"۔

مسٹر آئنگر نے پراونشیل کانگرس کمیٹی کے جلسہ میں فرمایا کہ "آپ لوگ آئینی ایجیٹیشن کے حدود کے اندر کام نہیں کررہے ہیں۔ میں اُن حضرات کا ہم خیال نہیں ہوں جن کی یہ رائے ہے کہ اب آئینی ایجیٹیشن بالکل بے سود ہوگیا ہے۔ ہم کو اس وقت تک جو کچھ ملا ہے وہ آئینی ایجیٹیشن ہی کے ذریعہ سے ملا ہے۔ ریفارم ایکٹ بھلا ہو یا بُرا۔ لیکن کیا ہم اس کو ترک موالات کے ذریعہ سے حاصل کرسکتے تھے۔ کیا اکزکٹو کونسل کی ممبری ترک موالات سے ملی ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ سے ترک موالات کرنا بالکل غیر آئینی اصول ہے اور اس کے متعلق جو وسائل اختیار کیے جائیں گے وہ سب غیر آئینی ہوں گے"۔

اس معاملہ میں مسٹر گاندھی کی رائے بالکل صاف ہے آپ فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ کی وفاداری مجھپر لازمی نہیں ہے اور جو تحریک میں نے شروع کی ہے اُس کا مقصد بھی یہ ہے کہ گورنمنٹ کا تختہ پلٹ دیا جائے" اس لئے ایک ایسی پالسی جس کا مدعا گورنمنٹ کے وجود کو ناممکن بنا دینا ہو غیر آئینی ہی ہوسکتی ہے بالخصوص اس صورت میں کہ اُس کے محرک نے اپنے خیالات اور مدعا کو بھی واضح کردیا ہو یہاں تک کہ ترک موالات کے موئدین اور مخالفین کا تعلق ہے معاملہ بالکل سادہ ہے۔ خواہ کانگرس اس تجویز کی حمایت کرے یا نہ کرے مسٹر گاندھی نے اپنی رائے پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کرلیا ہے۔ چنانچہ نہایت سادگی اور متانت سے آپ نے اخبار ینگ انڈیا میں تحریر کیا ہے کہ میں تو اپنی کانشنس کا اتباع کروں گا اسپشیل کانگرس نے اگر میری تحریک کو منظور کرنے سے انکار کردیا جب بھی میں اُس کے فیصلہ کا پابند

نہ ہوں گا جس طرح کہ وہ لوگ اس تحریک کے پابند نہیں ہو سکتے جو اس کے مخالف ہیں لیکن
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ اُن حضرات کا کیا ہو گا جو اس تحریک کے حامی ہیں اور اس کو
آئینی حدود کے اندر تصور کرتے ہیں۔ اور اگر وہ مسٹر گاندھی کی تقلید کریں گے تو جائز
کارروائی ہوگی اگرچہ ان میں سے اکثر حضرات اس خیال کے ہیں کہ وہ اس تحریک کو محض
مذاق تصور کرتے ہیں اور اُن کی رائے میں وہ وقت کبھی نہ آئیگا کہ اس پر عمل کیا جائے گا
اور اگر موقعہ پڑا تو محض زبانی اظہار افسوس کرکے وہ اس کی حمایت کریں گے لیکن بعض
دیگر حضرات کی پوزیشن اس سے بالکل علحدہ ہی انھوں نے آوازِ دہل کہدیا ہے کہ
ترک موالات ہی اُن تمام خرابیوں کے دفعیہ کا واحد علاج ہی جن میں آج کل ہندوستان
مبتلا ہی۔ مسٹر گاندھی کی ظالمانہ و زہریلی آزمایش ان لوگوں کے حق میں بڑی مصیبت کا
باعث ہوگی۔ ان کے لئے صرف دو راستے ہیں۔ کہ یا تو مسٹر گاندھی کی اس تجویز کے مخالف
ہو جائیں یا اس کو آئینی تحریک تصور کرکے مسٹر گاندھی کی تقلید کریں اور فی الحقیقت یہی
مردانہ طریقہ ہو گا لیکن ہم پیشین گوئی کئے دیتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسا نہیں
کریں گے بلکہ وہ دوسرا طریقہ اختیار کریں گے اور چونکہ اب صورت معاملہ نازک ہوتی جاتی
ہی وہ صاف صاف مسٹر گاندھی سے کہدیں گے کہ ترک موالات کا مقصد گورنمنٹ کا خاتمہ
کرنے کا ہی اور آپ گورنمنٹ سے اپنی بیوفائی وغیرہ کے خیالات ظاہر کرچکے ہیں
جن سے ہم اتفاق نہیں کرسکتے ہیں اگر آپ کی نیت اور مدعا یہی ہے تو ہم آپ کا ساتھ
نہیں دے سکتے ہیں، ترک موالات کی ناکامی کی یہی حالت ہوگی۔ اس کی کیفیت اُس شیخی
بگھارنے والے پہلوان جیسی ہوگی جو بڑی کشتی لڑنے کے لئے تیار نہ ہو لیکن میدان سے
بھاگنے کا بجز اس کے کوئی اور طریقہ نہ ہوگا کہ وہ اکھاڑے میں اپنی قوت کی تعریف
بیان کرے تھوڑی سی وقت متفقہ فیصلہ کے اصول نے پیدا کردی ہے۔ ٹنا ولی کانفرنس
کی قراردادوں کا وہ اثر نہیں پڑسکتا ہی جو کانگریس رزولیوشن کا ہوسکتا ہی اور اس لئے

وہ مستثنےٰ ہیں شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کانگریس کا فیصلہ اُس کے ممبران پر لازمی ہونا چاہیئے ورنہ وہ کانگرسی آدمی نہیں ہوں گے۔ صرف مسٹر گاندھی ایسے شخص ہیں جنھوں نے فرمایا ہے کہ میں اپنی رائے پر قایم رہوں گا۔ خواہ اسپیشل کانفرنس کچھ بھی فیصلہ کیوں نہ کرے لیکن لالہ لاجپت رائے۔ مسٹر مدن موہن مالوی۔ اور ہمارے صوبہ کے لیڈران اپنے ہموطنوں سے انتظار کرنے اور کانگریس کے فیصلہ پر عمل کرنے کو فرماتے ہیں۔ ایک قوم پرست اخبار حسب ذیل لکھتا ہے۔

"ترک موالات اور اُس کی تفصیلات کے متعلق مسلم لیگ اور اسپیشل کانفرنس فیصلہ کرنے والی ہے بڑے بڑے لیڈران کی رائے خواہ کیسی ہی باوقعت کیوں نہو لیکن اس حقیقت سے چشم پوشی نہ کرنی چاہیئے کہ کانگرس کا فیصلہ ملک کے واسطے قابل عمل ہوگا"

اکثر قوم پرست اخبارات میں یہ بحث ہو رہی ہے کہ اگر مسٹر گاندھی کی تحریک ترک موالات کو کانگرس نے تسلیم کر لیا تو سب لوگوں پر اس کا اتباع کرنا لازمی ہوگا کیوں کہ یہ نہ تو کوئی مذہبی معاملہ ہے اور نہ رائے دینے کا مسئلہ ہے۔ سربرآوردہ قوم پرست اخبارات اس اندیشہ سے کہ شاید یہ تجویز مسترد ہو جائے یہ شور مچا رہے ہیں کہ کسی پارٹی کا مسئلہ نہیں ہے اس لئے ہم کو حیرت نہ ہوگی اگر ان پرجوش اپیلوں کی سماعت کیجائیگی اور وہ قوم پرست لیڈران جو مسٹر گاندھی کی اس تجویز کو منظور نہیں کر سکتے اگر کانگرس نے اس کو منظور بھی کر لیا ہے تو فیصلہ پر کاربند ہونا اُن کے لئے ضروری نہ ہوگا اور طرز عمل سمجھ میں آنے کے قابل تو ہے نہیں البتہ ان کی پالیسی میں ضرور جائز ہو جائے گا۔ اس دقت کو دور کرنے کے لئے بعض ذہین اصحاب یہ معصومانہ تحریک پیش کر رہے ہیں کہ ترک موالات پر اُس وقت عمل ہو سکتا ہے لبرل پارٹی سے اشتراک عمل کرنے سے انکار کر دیا جائے۔

ذمہ داری

تحریک ہجرت

مسز اینی بسنت صاحبہ

افغانستان کو ہجرت کرجانے کی تحریک ناکام ثابت ہورہی ہے جیسی کہ توقع کی گئی تھی افغانستان ایک غریب ملک ہے اور اُس میں یک لخت ہزاروں غربا کا داخلہ اُس کے وسائل پر سخت بارگراں ثابت ہوا ہے۔ امیر صاحب نے چند ہندوستانیوں کو بھرتی کرلیا جو فوجی ملازمت کے خواہش مند تھے۔ اور اگر ان لوگوں کو آزاد کرنے سے انکار کردیا ہے اور جو لوگ کہ اپنے مصارف کا بار خود نہیں برداشت کرسکتے ہیں۔ اُن کی طرف سے امیر صاحب نے اپنا رخ پھیر لیا اور مزید آدمیوں کے آنے کی ممانعت کردی۔ افغانستان کو جانے کے بہت سے راستے نہیں ہیں یہ راستے مہاجرین سے پُر ہیں اور معمولاً جو کارروان افغانستان جایا کرتے ہیں اُن کو راستہ نہیں ملتا ہے واپس آنے والے مہاجرین اُن لوگوں سے سخت برہم ہیں جنھوں نے بغیر کافی انتظام کئے ہوئے اُن کو ہجرت پر آمادہ کردیا ان میں سے بہت سے آدمیوں نے بہت کم داموں پر اپنی املاک فروخت کرڈالی تھیں وہ سخت پریشانی کے عالم میں ہیں۔ اس لئے اب دفتری حکومت سے امداد کے لئے اپیل کیا جارہا ہے اور سرکاری حکام اب یہ انتظام کررہے ہیں کہ وہ اپنے قدیم مقامات پر آباد ہوجائیں۔ ہم مولانا شوکت علی اور خلافت کمیٹیوں سے عرض کرتے ہیں جنھوں نے اپنے ان غریب بھائیوں کو ہجرت کرنے پر آمادہ کیا تھا کہ وہ اُس سرمایہ سے جو اُنھوں نے جمع کیا ہے ان لوگوں کی فروخت شدہ املاک خریدیں اور ایک حد تک ان کی مصیبت کو کم کردیں جو اُن ہی کے مشورہ سے ان غریبوں پر نازل ہوئی ہے۔ جس گورنمنٹ سے کہ ترک موالات کی تحریک کی جاری ہے اُسی سے

اہنسا [illegible] کے واسطے اپیل کرنا سخت معیوب معلوم ہوتا ہے لیکن اسی سے غالباً اُن کو اشتراک عمل کے فوائد معلوم ہو جائیں گے۔

جو حضرات کہ عوام کو کسی تحریک پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کرتے ہیں لیکن اُن میں اس قدر مآل اندیشی نہیں ہے کہ صحیح منزل قرار دیں نہ ان کو اس سے منع کرنے کی جرأت ہی اور وہ اُسی راستہ کو اختیار کر لیتے ہیں پس ایسے حضرات کو رہبری کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ غالباً اُن کی سمجھ میں اب آجائے گا کہ میں نے ہوم رول کو منزل مقصود کیوں قرار دیا ہے اور عوام کو اس کے منظور کرنے کی کیوں ترغیب دی ہے اگرچہ یہ تحریک نامعقول ثابت ہوئی۔ لیکن اب ریفارم ایکٹ نے اس منزل تک پہنچنے کا راستہ نکال دیا ہے اور اب میں اُن کو یہ ترغیب دے رہی ہوں کہ وہ اس راہ پر چلیں اور اس میں موانعات حائل نہ کریں اور اگر وہ دوسرے راستہ پر جائیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ بدامنی ہوگا۔ ہر ایک لیڈر کو اُس تحریک کی ذمہ داری لینی چاہیئے جس کا وہ خود محرک یا حامی ہو اور اُن کو اپنی بدنامی اور مذمت قبول کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے جبکہ لوگ اُس کے قابو سے باہر ہو کر کوئی دوسری راہ اختیار کرنے لگیں اگر ریفارم ایکٹ اور دیگر قوانین کے خلاف کانگرس ترک موالات کی تحریک کی حمایت کرے گی تو وہ انقلاب کے راستہ پر گامزن ہوگی۔ اس لئے ہر ایک شخص جو اس نازک مسئلہ کی نوعیت سے واقف ہی اُس کو کلکتہ کانگریس میں ضرور شریک ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہاں پر ہی اس کے متعلق آخری فیصلہ ہونے والا ہی۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک خاص اجلاس کیا جائے اور اُس کے ہاتھ میں اس امر کا فیصلہ دیدیا جائے کہ آیا تحریک ترک موالات کو (۱) مسلمانوں کی اعانت (۲) مظالم پنجاب کی دادرسی (۳) ریفارم ایکٹ اور قواعد کے ناکافی ہونے کے خلاف صدائے احتجاج کے طور پر منظور کر لیا جائے۔ یہی مسائل فیصل ہونے والے ہیں۔ ان کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے

پولیٹیکل لیڈران کا ایثار۔ اُن کی مآل اندیشی اور جرأت اس کی مقتضی ہے کہ وہ اس فیصلہ میں ضرور شرکت کریں۔ ریفارم ایکٹ کے متعلق رائے عامّہ کو تبدیل کرنے کے واسطے ماڈریٹ۔ لبرل اور ہوم رول لیگرز کو کافی وقت مل چکا ہے۔ جو حضرات کہ امرتسر کے جلسہ میں فرماتے تھے کہ "عطائے تو بلقائے تو" جو اصحاب کہ اس کو سایہ ہما بتاتے تھے جو حضرات یہ دعوے کرتے تھے کہ اس ایکٹ کو برباد کرکے ہم اس سے بہتر پاسکتے ہیں اور جن اصحاب نے کہ امرتسر کی پالسی سے اختلاف کیا اُن کو غدار۔ نمک حرام۔ دغاباز راکشش اور کتا کہتے تھے اب ان سب نے اپنی پالسی تبدیل کردی ہے اور ماڈریٹ پارٹی کے اس اصول کو صحیح تسلیم کرلیا ہے کہ جب ممکن ہو گورنمنٹ کا ساتھ دیا جائے اور جب ضرورت ہو تو مخالفت کی جائے۔ یہ اصحاب لبرل اور نیشنل ہوم رول کا اتباع کرتے ہیں اور اپنی شکست کو پوشیدہ کرنے کے لئے اُن کو بُرا بھی کہتے ہیں۔ وہ کلکتہ میں جب تحریک ترک موالات کی مذمت کریں گے تو اپنی قدیم پالسی کی مذمت کریں گے اور ہماری پالسی اختیار کریں گے۔ اگر وہ اس تحریک کے اصول کی حمایت کریں تو وہ کونسلوں میں داخل نہیں ہوسکتے ہیں جب تک کہ کوئی خاص وجہ نہ ہو کیوں کہ وہاں پر توانین پاس کرنے میں اُن کو گورنمنٹ کے ساتھ اشتراک عمل کرنا پڑے گا۔ وہ مشیر او رزیر نہیں ہوسکتے ہیں۔ اس کے معنی خود گورنمنٹ میں داخل ہونے کے ہوں گے۔ اب جب کہ برطانیہ عظمیٰ نے ہوم رُول کے آئیڈیل کو منظور کرلیا ہے اس لئے ہمارے پاس کافی دلائل ہر طریق پر گورنمنٹ سے اشتراک عمل کرنے کے موجود ہیں جس سے کہ اصلاحات کی ترقی اور وسیع ہوسکتی ہے کیوں کہ مسٹر مانٹیگو نے دو مرتبہ جوائنٹ کمیٹی کو بتایا تھا کہ اس ایکٹ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو مسائل محفوظہ کو مسائل منتقلہ بنانے یا کسی آزاد خیال گورنر کو جملہ مسائل محفوظہ کو مسائل منتقلہ بنانے سے باز رکھے۔ اس طرح اس ناکمل ناقابل اطمینان اور مایوس کن ایکٹ کے ذریعہ سے ہم کو مکمل پراونشل حکومت کے اختیارات مل سکتے

ہیں۔ اور انقلاب انگیزی کی بجائے اسی ایکٹ کے وسیلہ سے ہم اپنا پراونشل ایڈیل حاصل کر سکتے ہیں۔ امپریل گورنمنٹ کے متعلق ہم صرف اس قدر کہتے ہیں کہ وہاں کی اکزکٹو کونسل میں ہمارے دو ہوم رولر مسٹر شرما اور ڈاکٹر سپرو ہیں اور کونسل آف سٹیٹ اور لیجسلیٹو اسمبلی میں بھی ہمارے چند ممبران ضرور پہنچ جائیں گے قومی خود داری کی خاطر ہم ہی نے ہوم رول کا جھنڈا بلند کیا تھا اور جو جداگانہ راہ ہم نے دلیری کے ساتھ اختیار کی تھی اب کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس پر تاسف کریں ہم نے اس کو ترقی دی اور جن حضرات نے کہ اس کی ذمہ داری قبول کی تھی انھوں نے فوراً اپنے متبعین کو قیام کی نصیحت کی جب انھوں نے تیز روی اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور اس طرح ہم نے اس تحریک کے متعلق اپنا فرض ادا کر دیا۔ اسی طرح اب تحریک ترک موالات کا مجھکو مقابلہ کرنا چاہیئے جس طرح کہ کانفرنسوں۔ اخبارات اور پلیٹ فارم پر ہم مقابلہ کیا کرتے ہیں اور اصلاحات کی شاہراہ پر ہم کو اپنے کام میں برابر مصروف رہنا چاہیئے۔

تحریک ترک موالات کیا کرے گی

نیو انڈیا

مقاطعہ تعلیم اور وکالت

مسٹر گاندھی کی اس نصیحت کا ہم نے بہت روسے کچھ نتیجہ نکلتے ہوئے نہیں سنا کہ اسکولوں اور کالجوں اور قانونی عدالتوں کا بائیکاٹ کر دو کیوں کہ ان مقامات پر حاضرین کی تعداد میں کچھ بھی کمی نہیں واقع ہوئی ہے اور جب تک ہم کو اس کا کچھ انجام معلوم نہ ہو ہم برابر اپنی اسی رائے پر قایم رہیں گے کہ مسٹر گاندھی اپنے دلائل کو بار بار دہراتے ہیں اور تحریک ترک موالات کو نہایت عمدہ اور لاجواب بتاتے ہیں مگر والدین اپنے بچوں کو بدستور سرکاری اور امدادی درسگاہوں میں بھیجتے ہیں اور خانہ ساز و سودیشی پنچایتی عدالتوں کے مقابلہ

ہیں وکلا اب بھی حسب معمول برطانوی معدلت گستری کو پسند کرتے ہیں اور اس کی اعانت کر رہے ہیں اور حقیقت حال یہ ہی کہ ہم کو افسوس ہے مسٹر گاندھی کی اس عقل پر کہ وہ ہندوستان میں ادنیٰ درجہ کی کوشش سے یورپ کے قومی اور بین الاقوامی مسائل کو طے کرا دینے کا یقین رکھتے ہیں۔ ہم کو ہرگز یہ یقین نہیں ہی کہ امپریل گورنمنٹ کی تنظیم اس قسم کی ہی کہ اگر اس کے کسی ایک پرزہ کو دبا دیا جائے تو تمام مشین کی فوراً اصلاح ہو جائے گی اور ہماری مرضی کے مطابق نتیجہ نکل آئے گا اور ہم کو اس میں بھی شک ہی کہ مسٹر گاندھی کے پاس اس قدر قوت موجود ہی کہ جس طرف بھی وہ اپنی قوت کا استعمال کریں گے گورنمنٹ کو بیکار کر دیں گے۔ اُن کا دعویٰ ہی کہ انھوں نے ہی مسٹر شوکت علی کو اشتدادی کارروائی سے باز رکھا لیکن ہم ادب کے ساتھ مسٹر گاندھی کو یاد دلاتے ہیں کہ علاوہ مسٹر شوکت علی کے مسلمانوں میں اور بھی لیڈر موجود ہیں۔ اگر مسٹر شوکت علی غلطی سے اشتدادی کارروائی شروع کریں گے۔ تو مسٹر گاندھی کی ملکی خدمت اُسی وقت ختم ہو جائے گی یعنی آپ ملکی خدمات سے دست بردار ہو جائیں گے اُس وقت آپ کا جنگل کو چلا جانا اور گوشہ نشینی اختیار کر لینا چنداں سودمند ثابت نہ ہوگا کیوں کہ اکثر حضرات کو یہ اندیشہ ہی کہ ملک میں آپ بدامنی اور غداری پیدا کر جائیں گے۔ آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ مسٹر مانٹیگو کے جانشین آپ کی اس تحریک کی داد دیں گے جس طرح مسٹر مانٹیگو نے آپ کی گذشتہ خدمات کی تعریف کی ہی۔

ہم آیندہ کے واقعات کے لئے الہام کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں کیوں کہ موجودہ تحریک ہی میں بہت سے تکلیف دہ امکانات موجود ہیں جو ہمارے ذہن میں ہیں۔ البتہ مسٹر گاندھی نے ایک بات ضرور صاف صاف کہدی ہے۔ اور سوال یہ ہی کہ آیا اس صاف گوئی کی کچھ ضرورت بھی تھی یا نہیں کہ اسپیشل کانگرس کا فیصلہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن میں اپنی تحریک ترک موالات پر بدستور قایم رہوں گا اور اس کو رائج کروں گا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانشنس اور اخلاقی قوت کے لئے کسی سیاسی جماعت کا فیصلہ لازمی اور قابل عمل نہیں ہوتا ہے مسٹر گاندھی نہایت تنگ خیال شخص ہیں اور اُن کو یہ نظر نہیں آتا ہے کہ سامعین کی تعداد سے یہ اندازہ نہیں ہو سکتا ہے کہ اس تحریک کا اتباع یہ سب لوگ کریں گے۔ اگر قوم پرستوں کا وار چل گیا تو غالبا اسپیشل کانگرس کمیٹی کسی ایک نہ ایک قسم کے ترک موالات مثلاً انگریزی سامان کے بائیکاٹ کو منظور کریگی۔ بجز دو ایک مثالوں کے اس وقت تک کونسلوں کو بائیکاٹ کرنے کے لئے کوئی شخص میدان میں نہیں آیا ہی اور جن اصحاب نے کہ ایسا نہیں کیا ہی غالباً وہ اس بد اخلاق گورنمنٹ کو اپنی ناشائستہ حرکات کرنے میں مدد دے رہی ہیں اور اس طرح خود مورد الزام ہیں کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا نہیں کہ وکیلوں کے بچّوں کو چاہیئے کہ اپنے والدین کو چھوڑ دیں کیوں کہ مسٹر گاندھی نے اخبار ینگ انڈیا میں تحریر کیا ہے کہ اگر باپ غیر منصفانہ حرکات کرے تو اُس کے بچّوں کو چاہیئے کہ گھر سے چلے جائیں۔ اسی طرح اگر کسی قوم کا کوئی طبقہ ترک موالات کو منظور نہ کرے تو کیا اُس قوم کے دیگر طبقوں کا جو گورنمنٹ کی نا انصافی کے قائل ہیں اُن پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ بھی اپنے اُن بھائیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں۔ اب مسٹر گاندھی نے ان دونوں باتوں میں کیا فرق رکھا ہی ایک جگہ تو ناقابل معافی ہو کر اُس کو جائز قرار دیا ہے اور دوسری جگہ ایسی نصیحت کی ہے کہ جس سے تمدن کا تمام شیرازہ درہم برہم ہو جائے گا اور ازمنہ اولے میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکے گی اور اس میں رولٹ ایکٹ کا کچھ بھی تذکرہ نہیں ہی جس سے وہ اس قدر ناراض تھے جس قدر کہ مسئلہ خلافت سے ہیں۔

لالہ لاجپت رائے نے واقعات پنجاب کو بھی اس تحریک میں شامل کر دیا ہے کیا صرف احباب کے اصرار سے وہ اعتراضات یاد آجاتے ہیں جن کی مذمت ہماری ضمیر کرتی ہی۔ ہم کو یہ واقعہ یاد ہے کہ پنجاب کے واقعات کے بعد سے تمام ملک ظلم

اکرنے والوں کے متعلق انصاف کیے جانے کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اور غالباً یہ بات فراموش کردی گئی ہے کہ رولٹ ایکٹ اب بھی قانون کی فہرست میں موجود ہے اور اس کے نام کو بدنام کر رہا ہے لیکن اس کے خلاف جو ایجیٹیشن پھیلا تھا وہ بالکل ختم ہو گیا کیوں کہ مسٹر گاندھی نے جو علاج تجویز کیا تھا وہ اصل مرض سے بھی زیادہ مہلک تھا اگرچہ اُن کو بیحد منع کیا گیا اور اس وقت سے رائے عامہ کا رجحان بلا واسطہ یا بالواسطہ قانون شکنی کی طرف ہے پنجاب اور خلافت کی غلطیوں کا بڑا شور مچایا جائے گا۔ عام توجہ ان دونوں سے ہٹ کر اب ترک موالات کی طرف ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ بدامنی ہو یا نہ ہو دونوں باتیں ممکن ہیں۔ لیکن اس سے وہ نتائج ہرگز مرتب نہیں ہو سکتے جو مسٹر گاندھی کے خیالات میں ہیں۔

ترک موالات

مسز اینی بسنت صاحبہ

میرے نزدیک مسٹر گاندھی کی گورنمنٹ سے ترک موالات کرنے کی تجویز معہ اُس کے چار تدریجی منازل کے اور اُن کی یہ توقع کہ اس کے ذریعہ سے گورنمنٹ بیکار ہو جائے گی اور اس قدر مجبور ہو جائے گی کہ مسٹر گاندھی کی رائے کے بموجب اُس کو اپنا فرض محسوس ہونے لگے گا اصولاً بالکل غلط ہے اور جس حد تک اس پر عمل کیا جائے گا ملک کے حق میں اُسی قدر اُس کا نتیجہ مہلک ثابت ہوگا۔

اصولاً یہ انقلاب کی تحریک ہے مسٹر گاندھی چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ کو مفلوج اور حکومت کرنے سے معطل بنا دیں اگرچہ اُنھوں نے یہ تجویز نہیں کیا ہے کہ ممبران گورنمنٹ کو مار ڈالا جائے لیکن اس سے یہ حقیقت تبدیل نہیں ہوتی ہے کہ انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ گورنمنٹ کو خواہ مشین گن سے تباہ کر دو یا اس کو معطل بنا دو دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے کہ تم گورنمنٹ کا تختہ الٹنا چاہتے ہو۔ اوّلاً مسٹر گاندھی نے گورنمنٹ کا

بدل تجویز نہیں کیا تھا لیکن اب وہ ایک قدم اور بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی عدالتیں قایم کرو امن قایم رکھنے کے لئے اپنی پولس بناؤ۔ اور اُن کی امداد کے لئے خود ٹیکس ادا کرو۔ تحریک ترک موالات رعایا کو گورنمنٹ کے خلاف اُبھارتی ہے اور نفرت پیدا کرتی ہے اور رعایا کو گورنمنٹ کا دشمن بناتی ہے۔ جس کو مسٹر گاندھی بدمعاش اور ظالم کہتے ہیں۔ علاوہ بریں یہ تحریک آپس میں قومی منافرت پیدا کرتی ہے۔ اس کی شہرت کی صرف یہ وجہ ہے کہ مظالم پنجاب کے باعث لوگ گورنمنٹ سے ناراض ہیں۔ رعایا اپنے کو محض لاچار محسوس کرتی ہے کیوں کہ امپیریل گورنمنٹ نے جن ظالم افسران کو سزا دینے کا حکم دیا تھا گورنمنٹ ہند نے اُن کے متعلق کچھ نہیں کیا۔ رعایا نے ترک موالات کو اپنا غصہ ظاہر کرنے کا وسیلہ بنا لیا ہے اور نہایت خواہش کے ساتھ اس کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ قومی منافرت۔ گورنمنٹ سے نفرت کرنے سے کہیں زیادہ خطرناک شئے ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ مسلح مسلمانوں نے ایک غیر مسلح انگریز کو قتل کر ڈالا۔ ان میں سے دو شخص گرفتار ہوئے اور اُنھوں نے بیان کیا کہ خلافت کے متعلق تقریریں سُنکر ہم نے اس کو قتل کر ڈالا۔

یہ نتیجہ ہمارے پیش نظر تھا اور اگر ترک موالات اصولاً مان لیا جائے تو یہ حادثہ اس قسم کے بہت سے حادثات کا پیش خیمہ ہے۔ یہ کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کہ قاتل بدچلن آدمی تھے کیوں کہ اشتداد جاہلوں کا آلہ ہوتا ہے اعلیٰ اصول کے پابند اشخاص کا نہیں ہوتا ہے۔ مسٹر گاندھی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ جس گورنمنٹ کی وہ اس قدر مذمت کرتے ہیں۔ اس سے اُن کو نفرت نہیں ہے بلکہ اُن کے دل میں اُس کی محبت نہیں ہے وہ گورنمنٹ کو معطل کرنا بھی چاہتے اور اُس سے نفرت بھی نہیں کرتے لیکن جو لوگ اُن کی پیروی کرتے ہیں وہ اُن جیسا ایثار اور اپنے نفس پر قابو نہیں رکھتے ہیں۔

(۳) ترک موالات تمدن کی بیخ کنی کرتی ہے چوں کہ تمدن اشتراک عمل ہی پر قایم

ہی اور مشترکہ عمل ہی کے ذریعہ سے وہ قایم رہ سکتا ہی اس کے معنی بدامنی پیدا ہونے
کے ہیں جس میں تمام وہ رشتے منقطع ہو جاتے ہیں جن سے کہ انسان آپس میں مربوط
ہوتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ بلوہ اور خونریزی ہے جس کا انجام زیادتی ہوتا ہی
اور اس صورت میں تمام پُرامن حالت اور ترقیات قایم نہیں رہ سکتی ہیں۔ میرے
نزدیک یہ ناقابل عمل ہے کیوں کہ جس وقت یہ پروگرام پیش ہوگا اور اصولاً خواہ اتفاق
رائے سے منظور بھی ہو جائے لیکن عملاً اس میں بیحد موانعات حائل ہیں سیاسی لیڈر
تو کونسلوں کے بائیکاٹ کے مخالف ہیں۔ وکیل اپنا پیشہ وکالت چھوڑنے کے
والدین اپنے بچوں کو سرکاری اور امدادی اسکولوں سے اٹھانے کے۔ خطاب یافتہ
اور اعزازی عہدہ دار اپنے اعزاز واپس کرنے کے مخالف ہیں۔ صوبہ مدراس میں اس وقت
تک صرف بائیس آدمیوں نے اعزازی عہدے اور خطابات واپس کئے ہیں اس تحریک
میں ایک بات نمایاں ہی کہ نصیحت وہ حضرات کرتے ہیں جن کو خود ایثار نہ کرنا ہوگا۔ اس
اوّل منزل میں جب کامیابی کی یہ حالت ہی تو دوسری منزل میں تو کامیابی برائے
نام ہی حاصل ہو سکے گی کیوں کہ لوگوں سے کہا جائے گا اگر اپنے ذرائع معاش ترک
کردو اور اپنے بال بچوں کو سڑک پر نکال باہر کردو۔ علاوہ بریں مسٹر گاندھی کے
پروگرام ترک موالات سے یہ مدعا ہی کہ اُن تمام سہولتوں سے دستبردار ہو جاؤ جو
گورنمنٹ نے مہیا کی ہی کوئی شخص اسٹامپ نہیں خرید سکتا۔ نہ تار دیسکتا ہی اور نہ ریل میں
سفر کرسکتا ہی جب تک کہ اس کے دام گورنمنٹ کو نہ دے۔ اس طرح کوئی شخص نہ مقدمہ
دائر کرسکتا ہے۔ نہ اپنے مقدمہ میں جواب وہی کرسکتا ہی اور نہ کسی دستاویز کی
رجسٹری کراسکتا ہی جب تک سرکاری مقررہ فیس نہ ادا کرے اگر ترک موالات کی
تحریک سے سرکاری عدالتیں بند ہو جائیں تو مارپیٹ۔ ڈکیتی اور جعل سازی وغیرہ
کا انسداد کوئی شخص نہیں کرسکتا ہے۔ اگر آبپاشی کا محصول نہ دیا جائے تو نہروں

سے سیراب ہونے والی اراضیات خشک ہو جائیں گی اور اس میں پیداوار نہیں ہو سکے گی مال کی آمد و رفت کے وسائل مسدود ہو جانے سے قحط رونما ہو جائیگا۔ اور اس کی وجہ سے گرانی بیحد ہو جائے گی۔ صرف چند تعلیم یافتہ شخص اصولاً مسٹر گاندھی کی تقدیس کی مہمل اور بے محل تعریف کر کے اس تحریک کو تسلیم کر لیں گے۔

لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں آپ کیا تجویز پیش کرتی ہیں میں اس تجویز کی اس وجہ سے مخالف ہوں کہ اس کا لازمی نتیجہ تباہی اور بربادی ہے۔ اور اور اس کے تباہ کن اور بے سود ہونے ہی کی وجہ سے مجھکو اس کی مخالفت کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔ مظالم پنجاب کا کوئی فوری علاج مجھکو معلوم نہیں ہے اور بغیر ہوم رول حاصل کئے ہوئے کوئی حقیقی علاج ہو بھی نہیں سکتا۔ میری رائے میں اصلاحات سے نہایت قابلیت کے ساتھ کام لینا چاہیئے تاکہ غیر ملکی حکومت کے خطرات میں کمی واقع ہو جائے ہر ایک مفید شعبہ میں گورنمنٹ کے ساتھ مل کر کام کرنے پر میں تیار ہوں جس سے کہ افلاس میں کمی صنعت و حرفت کو فروغ اور ملک کے وسائل آمدنی کو ترقیات حاصل ہوں۔ میں تو ریفارم ایکٹ کے ہر پرزہ سے فائدہ اٹھاؤں گی اور اس طرح کامیابی حاصل کر کے ملک کے لئے مزید حقوق حاصل کر لوں گی اور اس طرح ہوم رول کی طرف ہماری رفتار ترقی کرنے لگے گی۔ مجھکو کوئی دوسرا راستہ نظر آتا نہیں اور چونکہ میں یقین کرتی ہوں کہ ہوم رول کے راستہ میں ترک موالات مانع اور حائل ہوگا اور اس کے حصول میں غیر محدود تاخیر پیدا کر دے گا لوگوں کی کوشش تقسیم ہو جانے سے کمزوری پیدا ہو جائے گی یہی وجہ ہے کہ میں شد و مد کے ساتھ تحریک ترک موالات کی مخالفت کرتی ہوں کیونکہ میں ہوم رول کے لئے کام کر رہی ہوں۔

اسپیشل کانگرس

مسز اینی بسنت

اسپیشل کانگرس کا اجلاس کلکتہ میں ۴ ستمبر سے ۹ ستمبر تک کئی روز مسلسل رہا۔ کچھ وقت تو سبجکٹ کمیٹی کے اندر ہوا اور باقی کانگرس کے اجلاسوں میں گزرا۔ یہ اجلاس فی الحقیقت گاندھی کانگرس کا تھا کیوں کہ سبجکٹ اور کانگرس کے اجلاس دونوں مقام پر مسٹر گاندھی کے مقلدین کا غلبہ تھا۔ مسٹر گاندھی کانگرس کو اس رستہ پر لئے جاتے ہیں جہاں سے کہ وہ قعر ذلّت میں ضرور گر جائے گی۔ میری رائے میں تمام کانگرس والوں کو اس نازک موقعہ پر خوب غور کر لینا چاہیئے قبل اس کے کہ وہ کوئی مستقل راہ اختیار کریں اُن کو اس کا فیصلہ کر لینا ضروری ہے کہ آیا ایسی روش اختیار کی جائے جس سے وہ سیلف گورنمنٹ کی منزل مقصود تک پہنچ جائیں یا وہ راہ اختیار کرنی چاہیئے جس کا انجام پبلک کی تباہی اور بربادی ہو۔ اگر ہم کلکتہ کے اجلاس کی کارروائی سے چشم پوشی بھی کریں تاہم اُس کا بغور مطالعہ کرنے سے ہم کو نہایت کارآمد اور نتیجہ خیز سبق مل سکتا ہے۔

سب سے اوّل ہم کو کانگرس کے نظام ترکیبی پر غور کرنا ضروری ہے ۵۸۷۳ ڈیلیگٹ صاحبان شریک جلسہ ہوئے تھے از انجملہ ۰۰۱۲ بنگال کے تھے۔ ہم اُنکی کوئی خاص تقسیم نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن ڈیلیگیٹوں نے سبجیکٹ کمیٹی کے لئے جو ممبران منتخب کئے تھے اُن کے بڑے حصّہ کے مدارج سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کیسے صاحبان تھے۔ ماڈریٹ پارٹی کے صرف چند اصحاب اس انتخاب میں آئے تھے صاحب صدر کو دہ ممبر نامزد کرنے کا حق حاصل تھا۔ ان ۵ اصحاب میں صرف ایک شخص یعنی ہمارے محترم دوست دیوان بہادر گوبند راگھوا ئر مدراسی تھے۔ مسٹر رام چندراو نہ

نہ تو انتخاب میں آئے اور نہ نامزد ہوئے ان کا نام مقررین کی فہرست میں بھی درج نہیں ہوا
اگرچہ رزولیوشن ترک موالات کی مخالفت میں تقریر کرنے والوں میں ان کا نام پہلے
پیش کر دیا تھا بالکل نوعمر آدمیوں نے کانگرس میں شرربار تقریریں کیں۔ اور تجربہ کار
ماڈریٹوں کو لب کشائی کی بھی اجازت نہیں ملی۔ ڈیلیگیٹ صاحبان کی اسپرٹ کا
اظہار اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ مسٹر ڈی۔ سی۔ گیوش جلسہ سے نکال دیئے گئے
جنھوں نے اخبار اسٹیٹسمین میں اشتہار شائع نہ کرانے کے خلاف رائے دی تھی۔ اور اُن کے
والد بزرگوار مسٹر دیونندر چندر گیوش کو بھی جلسہ سے باہر کر دیا گیا جو کانگرس کے
قدیم ممبر ہیں۔ ممبران کمیٹی استقبالیہ نے ان دونوں کو لعنت و ملامت کرنے میں حصہ
لیا اور جب میں نے تقریر کی تو اُنھوں نے شور و غوغا مچایا اور یہ غل مچاتے تھے کہ یہ
عورت گورنمنٹ کی جاسوس ہی اور گورنمنٹ سے تنخواہ پاتی ہے۔ مسٹر کرشن کمار دت
نے صاحب صدر کو لکھا کیا کہ جن لوگوں نے اجلاس میں یہ بیہودگی مچائی ہی اُن پر لعنت کا
ووٹ پاس کیا جائے لیکن اس تجویز کی مطلق سماعت نہیں ہوئی یہ بات بھی قابل لحاظ ہے
کہ صاحب صدر نے ماڈریٹ پارٹی اور نیشنل ہوم رول لیگ کے اکثر ممبران کو اجلاس
میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی اور اُن سے وعدہ کیا تھا کہ آپ صاحبان کی تقریریں
نہایت ادب کے ساتھ سُنی جائیں گی۔ لیکن یہ بات اُن کے قابو سے باہر تھی مسٹر
دوارکا داس جمنا داس بھی مدعو ہو کر آئے تھے لیکن جب وہ تقریر کرنے کھڑے ہوئے
تو ہلڑ مچا دیا گیا۔ جب میں ترک موالات کے رزولیوشن پر بولنے کھڑی ہوئی
تو شروع میں کچھ شور و غل بلند ہوا اور میں نے بہت ہی مختصر سی تقریر کی تاکہ
اپنی مخالفت درج کرا دوں اور میں نے کوئی مفصل اور مدلل تقریر نہیں کی جیسی کہ
مجھکو کانگرس کے اجلاس میں کرنی چاہیئے تھی۔ اس لئے یہ بات ظاہر ہے کہ کانگرس
اب ایک جماعت کی خاص انجمن ہو کر رہ گئی ہے اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی اور پراونشل

کمیٹیوں کا وجود اب باقی نہیں رہا ہے لالہ لاجپت رائے نے خود اپنی تقریر کے آخر حصے میں
فرمایا تھا کہ "ماڈریٹ پارٹی کے ممبران کو پلیٹ فارم پر آپ لوگ بولنے کی اجازت نہیں
دیتے اور اس لئے اُن کے لئے کانگرس میں شرکت نہ کرنا ہی جائز تھا ورنہ برداشت
کرنے والی میجارٹی اس کانگرس کو ایک پارٹی کا مجمع بتا رہی ہے۔ فی الحقیقت اب نیشنل
کانگرس کا وجود باقی نہیں رہا ہے بتدریج کانگرس کا قتل ہو گیا۔ اس کے بعد ہم اس
رزولیوشن پر رائے دینے کے طریقہ کو دیکھتے ہیں کہ اس قدر اہم تجویز کا فیصلہ کرنیکے
لئے ملک کے ہر گوشہ سے ۳۰۷ ۵ ڈیلیگیٹ جمع ہوئے تھے۔ تصفیہ طلب مسئلہ
تھا کہ کانگرس کو اصلاحات حاصل کرنے کی راہ پر چلنا چاہیئے جس سے کہ ریفارم ایکٹ
ملا ہے۔ اور ذمہ دار گورنمنٹ قائم کرنی چاہیئے یا انقلاب پیدا کرنے کا راستہ اختیار
کرنا چاہیئے؟

ہم اس کو فرض کرتے ہیں کہ انقلاب کے خیال سے کوئی خوف زدہ نہیں تھا
اور پرامن انقلاب کی بے حد تعریف ہوتی تھی۔ ایک اسپیکر نے فرمایا کہ ہم گورنمنٹ کو
اعلانِ جنگ دیتے ہیں اور اس فقرہ کی خوب داد ملی۔ اس صورت میں ہم کو مان لینا چاہیئے
کہ ہر ایک ڈیلیگیٹ کو اپنی ملک کی خدمت کی فرض شناسی کر کے ضرور اپنی رائے
دینی چاہیئے تھی لیکن صرف ۳۰۷ ڈیلیگیٹ صاحبان نے ووٹ دیئے ... ۳ سے زیادہ
اصحاب نے ووٹ نہیں دیا۔ کیا یہ اصحاب لعنت و ملامت ہونے سے ڈرتے تھے
صرف ۱۸۲۶ ڈیلیگیٹ صاحبان نے مسٹر گاندھی کے رزولیوشن کی تائید میں رائے
دی اور برٹش راج کی ۲۴ کروڑ ۵۰ لاکھ آبادی میں سے صرف اس قدر صاحبان
نے ترک موالات کی مہلک تجویز منظور کی اور ۸۸۴ اصحاب نے مسٹر بپن چندر پال
صاحب کی قرارداد کی تائید کی ۶۳۰ حضرات نے ووٹ دینے سے قطعی انکار کر دیا
لیکن جلسہ میں شرکت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایسی تجاویز کو قطعی ناپسند کرتے ہیں

ہیں جن سے ملک میں غداری - بدامنی اور خوں ریزی برپا ہو جائیگی - اور قومی منافرت اور آپس میں عداوت پیدا ہو گی اور ترقی و آزادی کا راستہ مسدود ہو جائے گا - مسٹر گاندھی کا بدترین گناہ یہ ہے کہ انہوں نے سیاسی اصلاحات حاصل کرنے کی نتیجہ خیز کوشش ملک کی توجہ اس خطرناک ترک موالات کی جانب مبذول کر دی - اب تو کانگریس نے اپنی جانفشانیوں کا ثمرہ حاصل کر شروع ہی کیا تھا کہ آپ نے اُن کے ہاتھ سے پھل کو چھین لیا اور امن و سکون کے ساتھ کام کرنے والے نیک مزاج لوگوں کی توجہ جوش و خروش کی طرف مبذول کر دی - ہوم رول کی تحریک نے اُن میں یہ خیال پیدا کر دیا تھا کہ ملک کے واسطے نہایت صداقت اور شوق کے ساتھ زبردست کوشش کرنی چاہیئے - جب اس خیال نے اُن میں قومی خودداری اور قومی افتخار پیدا کر دیا تو ہندوستان کا مطالبہ تسلیم کیا گیا اور ہوم رول کا دروازہ کھول دیا گیا - صوبوں میں ہم کو ذمہ دار وزرائ دیدیئے گئے اور وہ مسائل جو رعایا کے حق میں نہایت اہم اور ضروری ہیں اُن کا فیصلہ ان ہی وزیروں کے ہاتھ میں دیا گیا ہے لیکن مسٹر گاندھی نے اس راستہ سے نوجوانوں کو ہٹا کر اُن کو گورنمنٹ سے نفرت کرنے کی شراب سے سرشار کر دیا ہے جس کا نتیجہ ناکامی اور مایوسی ہے - کیا اس سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے - اگر اڈیٹر صاحب اجازت دینگے تو میں آیندہ مہینہ میں اس کا جواب پیش کروں گی -

---

کونسلوں کا بائیکاٹ

آنریبل مسٹر آر - پی - پرنجپے

دکن کے قوم پرست بیان کرتے ہیں کہ چونکہ ترک موالات میں کونسلوں کا بائیکاٹ

بھی داخل ہے۔ اس لئے لبرل جماعت تو بہت خوش ہو گی کہ کونسلوں میں جگہ حاصل کرنیکے لئے اُن کا راستہ صاف ہوگیا۔ غالباً یہ کہنا تو درست ہے کہ بعض لبرلوں کے لئے کونسلوں کے بائیکاٹ کی وجہ سے جگہ حاصل کرنا قدرے آسان ہوگیا ہے لیکن یہ کہنا سخت ظلم ہے کہ وہ اس کی وجہ سے خوشی منائیں گے۔ لبرلوں نے اصلاحات کو کامیاب بنانے میں اپنی انتہائی کوشش صرف کردی ہے اور اس کو وہ خوب جان سکتے ہیں کہ کونسلوں کو نہ صرف ایک خاص جماعت بلکہ تمام ملک کا نمائندہ ہونا چاہیئے۔ آئندہ چند سال کے لئے تمام ملک کو ایک قسم کی آزمائش درپیش ہے۔ جدید کونسلوں کو ثابت کر دکھانا چاہیئے کہ ملک کے نظم ونسق کی درستی کے لئے جو جدید ذمہ داریاں اُن پر عاید کردی گئی ہیں اس لئے کونسلوں میں ملک کی بہتری اور اقوام کے لئے نہایت عمدہ کام ہونا چاہیئے۔ اور اس لئے لبرل ہی خوب جانتے ہیں کہ کونسلوں کو ملک کے قابل ترین اصحاب کی ضرورت ہے اور وہ نہایت افسوس کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ بحالت موجودہ ضروری قابلیت کے لوگ کونسلوں میں موجود نہیں ہیں اکسٹریمسٹ پارٹی کے دریدہ دہن اخبار خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہیں لیکن کسی سمجھدار آدمی کو اس میں شک وشبہ نہیں ہے کہ لبرل ملک کی بہتری کے دل سے خواہاں ہیں۔ اگرچہ ان کا طریق عمل اُن کے رقیبوں سے مختلف ہے۔ اُن کی اس پالیسی کو کہ اصلاحات سے ہر ممکن اور جائز تمتع حاصل کرنا چاہیئے اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام قومیں مل کر کام کریں اُن کی رائے میں صرف اسی طریقہ سے ملک کے لئے مستقل فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ احمقانہ انقلابی تدابیر سے ہرگز نہیں حاصل ہو سکتا ہے۔

گزشتہ چند ماہ سے قوم پرستوں نے اپنی ایک جماعت تیار کرکے امرتسر کے رزولیوشن کو اپنی جماعت کی صدا بنا لیا ہے اور لبرل پارٹی کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ اصلاحات کے متعلق وہ کانگرس کی رائے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ان حضرات نے لبرل پارٹی کی مخالفت میں پراونشل کانفرنس منعقدہ شولاپور

میں ایک رزولیوشن پاس کرایا۔ لبرل اب بھی اپنی رائے کو صحیح مانتے ہیں اور اصلاحات کے متعلق اپنی پالسی کو نہایت عمدہ تصور کرتے ہیں خواہ اُن کے متعلق کسی غیر کی کچھ ہی رائے کیوں نہ ہو۔ بہرحال پارٹی مشینری تیار ہو رہی ہے۔ لبرل پارٹی کو بھی اپنی مدافعت کے لئے ایسا ہی کرنا پڑا۔ کونسلوں کی اُمیدواری کا مقابلہ سخت تھا اور پارٹی کے اصول پر چلنے لگا۔ کسی پارٹی سے تعلق نہ رکھنے والے اور پارٹی کے زیادہ سمجھدار آدمیوں نے یہ تہیہ کرلیا کہ کونسل میں قابل ترین اصحاب جانے چاہئیں اور باہمی مشورہ کر کے پرائیویٹ طور پر یہ طے کرلیا کہ کسی پارٹی کا خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ملک کے مفاد کی خاطر بہترین اصحاب کو منتخب کرنا چاہیئے۔ اور عنقریب ہی کونسلوں میں وہ مسائل پیش ہونگے جن کے متعلق لبرل اور قوم پرستوں کی رائے متفق ہوگی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دونوں میں اختلاف رائے نہیں یا نہ ہوگا۔ یہ اختلافات زاویۂ نظر اور ایک حد تک ذاتیات کے باعث ہیں امتداد زمانہ سے اختلافات دُور ہو کر دونوں پارٹیوں کو ملا دینگے۔ لیکن اس ارتباط میں وقت لگے گا۔ اس لئے اگر اصول کی پابندی کی جائے تو اصحاب میں ارتباط قائم ہو سکتا ہے اور وقت گزرنے پر یہ ارتباط بڑے پیمانہ پر حاصل ہو سکے گا دکن میں بہت سی جماعتیں تیار ہو رہی ہیں جو ایک دوسرے کی مخالف ہیں اگر جدید کونسلوں کا ہم کو تجربہ ہو جائے اور وہ تجربہ رہبری کرے تو ہم کو معلوم ہو جائے کہ ہم میں کس بات پر اختلاف ہے جہاں تک ملکہ کونسلوں کے کام کا تعلق ہے بلکہ کس اصول پر پارٹیوں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔

لبرل صاف طور پر کہتے ہیں کہ وہ نہایت آزادی کے ساتھ اصلاحات کے متعلق حتی الوسع خدمت کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن جو قوم پرست کونسلوں کو ناقابل اطمینان بتاتے ہیں اُن کا طرز عمل حسب ذیل چار اقسام میں سے کسی ایک قسم کا ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ اصلاحات کو بحالت موجودہ قبول کر لینا اور بلا خیال پارٹی کے کونسلوں میں ملک کے قابل ترین آدمی بھیج کر حتی الوسع نہایت عمدہ کام کرنا تاکہ ہم کو حقیقی معنوں میں

کامیابی حاصل ہو۔ (دوسرے) انتخاب کے موقعہ پر اپنی پارٹی کی حمایت کرنا لیکن جب انتخاب ہوجائے تو دیگر اصحاب سے مل کر کام کرنا جو رعایا کے طرفدار ہیں۔ تیسرے انتخاب کے وقت اپنی پارٹی کے لئے جد و جہد کرنا اور انتخاب ہوجانے کے بعد بھی دوسری پارٹی کے آدمیوں سے مل کر کام کرنے سے انکار کردینا۔ یعنی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانے کے اصول پر عمل کرنا۔ چوتھے کونسلوں کو کلیتاً بائیکاٹ کردینا۔ لبرل اول اصول کا نہایت جوش کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔ دوسرے اصول سے بھی چنداں خراب نتائج پیدا نہ ہونگے بجز اس کے کہ کونسل کے ایک حصہ میں ایک قسم کی خرابی باقی رہیگی۔ کانگریس کے اجلاس سے پیشتر قوم پرست جماعت کے زیادہ سمجھدار اصحاب اس اصول کو پسند کرتے تھے اور دیگر قوم پرست تیسرے اصول کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن کانگریس نے ان سب کو تبدیل کر ڈالا۔ اس نے چوتھے اصول کی پیروی کرنے کا سب کو حکم دیا ہے کونسلوں کی کامیابی کے حق میں یہ حکم تو تیسرے اصول سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اگر قوم پرستوں نے دوسرا اصول ہی اختیار کرلیا ہوتا تو لبرل پارٹی اُن سے مل کر کام کرنے کو ضرور پسند کرتی۔ لبرل پارٹی اور دفتری حکومت والوں میں خفیہ سازش ہونے کی جو روایت تصنیف کی گئی ہے وہ اکسٹریمسٹ پارٹی کا من گھڑت افسانہ ہے۔ اگر دفتری حکومت والے اشتراک عمل کرنے کے لئے تیار ہیں تو پھر اُن کی امداد سے دست کش ہونا خودکشی کی پالیسی میں داخل ہے۔ لیکن لبرل اور قوم پرستوں کے فرقہ بندی کے اصول سے رعایا کے حقوق کا خیال بالاتر ہونا چاہئیے۔ اور اس لئے عملی آدمیوں کو مسائل حاضرہ کے متعلق باہم مصالحت کرلینی چاہئیے جس سے کہ اپنے اصولوں کو چنداں نقصان پہونچتا ہو اور لبرل پارٹی تو خاص مسئلہ یعنی کونسلوں کو کارآمد اور کامیاب بنانے کے لئے اپنے اصول پر استقلال کے ساتھ قائم رہے گی۔ اس لئے ہم قوم پرستوں سے پھر عرض کرتے ہیں کہ وہ اپنی پوزیشن پر دوبارہ غور کریں اور اپنے بہترین آدمی کونسلوں میں بھیجیں تاکہ رعایا کی قوت

نہ صرف اعداد کے اعتبار سے بلکہ اہمیت اور قابلیت کے لحاظ سے بھی زبردست ہوجائے
اور کونسلیں حقیقی معنوں میں رعایا کی پوری طور پر نیابت کرنے والی بن جائیں۔
لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس صوبہ میں تو قوم پرستوں نے کانگرس کے فیصلہ پر عمل
کرنے یعنی کونسلوں کا بائیکاٹ کردینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لبرل محسوس کرتے ہیں کہ اُن کی
اس علٰحدگی سے ہماری قوت میں کمی واقع ہوجائیگی۔ لیکن کیا ہم قوم پرستوں سے یہ عرض
کرسکتے ہیں کہ کونسلوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے اور اُن کے کام میں رخنہ انداز نہ ہوجئیگا
قوم پرستوں نے مسٹر گاندھی کی رہبری میں وہ راستہ اختیار کیا ہے جس کے متعلق اُن کا
عقیدہ ہے کہ وہ منزل مقصود تک پہنچ جائینگے لیکن ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ دیگر حضرات
کو بھی اس قدر اجازت دیدینگے کہ وہ اپنے راستہ کو صحیح جانیں اور وہ لوگ بھی آپ سے
کچھ کم ہمدردی اور محبت اپنے وطن کی نہیں رکھتے ہیں اور ان کی بھی یہ تمنا ہے کہ بلا روک
ٹوک حتی الوسع ملک کی فلاح کے واسطے کوشش کریں۔

اصلاحاتِ کونسل

بہتر طریقہ

مسز اینی بسینٹ صاحبہ

میں اپنے گزشتہ مضمون میں بتا چکی ہوں کہ کانگرس نے اصلاحات کے لئے
کوشش کرنے کی بجائے انقلاب پیدا کرنے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جن اصلاحات کی
بدولت کہ ہم کو ریفارم ایکٹ ملا ہے اور ذمہ دار گورنمنٹ قائم ہوگئی ہے۔ اس میں کچھ
بھی شک نہیں کہ کانگرس اپنی گزشتہ ۳۵ سالہ زندگی میں اصلاح کے راستہ پر گامزن

رہی ہے اور اس نے ملک میں سیاسی بیداری پیدا کردی ہے جس سے کہ ترقی کی رفتار تیز ہو گئی
ہے اور اُس نے اپنا طرزِ عمل نہیں تبدیل کیا۔ ۱۹۱۹ء کا ریفارم ایکٹ فی الحقیقت منٹو مارلے
ریفارم کا جائز بچہ ہے۔ اگرچہ اس ایکٹ نے اپنے پیشرو سے جداگانہ راہ اختیار کی ہے لیکن
۱۹۲۰ء کی کانگرس نے ایک جداگانہ رویہ اختیار کیا اُس نے سیاسی طرزِ عمل کو تو ترک کردیا
اور گورنمنٹ کو معطل بنا دینے کی تجویز قرار دیدی اور اُس نے ایک عمل کرنے والی کونسل
تیار کردی جس کے صدر مسٹر گاندھی ہیں۔ یہ اُس قسم کی کونسل سے جیسی کہ انگلستان میں ہے
جو مزدوری پیشہ جماعت اور گورنمنٹ برطانیہ میں تصادم کرا دینے کی دھمکی دیتی رہتی ہے لیکن
ہمارے یہاں کی کونسل نے پارلیمنٹ کا طرزِ عمل چھوڑ کر کوتہ اندیش آدمیوں کو فوری نتائج
حاصل ہو جانے کا سبز باغ دکھایا ہے۔ خطابات اعزازی عہدے واپس کرنے۔ کونسلوں میں
نہ جانے لڑکوں کے مدرسہ چھوڑ دینے اور وکیلوں کے وکالت ترک کردینے کی گورنمنٹ
کیا پروا کرسکتی ہے۔ ان حرکات سے گورنمنٹ کا کچھ حرج نہ ہوگا۔ البتہ اُس کا راستہ اور صاف
ہو جائیگا۔ گاندھی کی تجویز کی پہلی منزل کی یہ توضیح ہے اُن کا رزولیوشن مجموعی صورت
میں منظور رہا۔ لیکن اس اول منزل کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی اب بیان کیا جاتا
ہے کہ اگر باقی تین منازل میں کامیابی حاصل ہو گئی تو گورنمنٹ بیکار اور معطل ہو جائیگی۔
ابتدائی ڈرل کی مشق ہونے کے وقت گورنمنٹ تبسم کے ساتھ اس تحریک کے مضر خطرات
کو دیکھ رہی ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس سیاسی قوت کا حصول ہمارے امکان میں ہو اُس کے
واسطے پوری کوشش صرف کردیں اور اپنا ایک خاص مقصد قرار دے کر اُس سے پورا
فائدہ اُٹھائیں ہماری منزل مقصود ذمہ دار گورنمنٹ سیلف گورنمنٹ یا ہوم رول ہے۔
صاحب وزیر اعظم نے ارشاد فرمایا ہے کہ برطانیہ نے ہندوستان کو ہوم رول دینے کا
وعدہ کرلیا ہے۔

مسٹر مانٹیگو نے فرمایا تھا کہ ہندوستان کو ہوم رول اُس وقت مل جائیگا جب وہ

ہوم رول لینے کا عزم بالجزم کرلے گا، اس لئے ملک کے افلاس کو کم کرنے کے لئے زراعت کی ترقی۔ نہروں کی توسیع صنعت و حرفت کے لئے پیداواری۔ دیہاتی دستکاریوں کے فروغ بامداد کو اپراٹیو سوسائیٹیز۔ تعلیم کے ذریعہ سے رعایا کی حالت درست کرنے اصول حفظانِ صحت کی تربیت سے بیماریوں کے رفع کرکے قابل تعریف قوانین کونسلوں میں پاس کرکے ہم اپنے عزم بالجزم کو گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر کردیں۔ اسی قسم کے مسائل عوام کو سمجھانا چاہیئے کہ ہندوستانیوں کے ہاتھ میں اختیارات آجانے سے ایسے مفید مسائل طے کئے گئے تاکہ اُن کو معلوم ہوجائے کہ ہوم رول کا ایک حصہ ہم کو مل گیا ہے اور اُسی کے لحاظ سے اپنی طرز زندگی میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ نہایت دلیری کے ساتھ لوکل سلیف گورنمنٹ مع دیہی تعلقہ اور ڈسٹرکٹ کونسلوں اور دیہاتی پنچایتوں کے قائم کردینی چاہئیں جو دیہات کے معاملات کا فیصلہ کریں اور ان ہی کے متعلق تعلیم۔ آبپاشی عدالت اور مال گزاری وغیرہ کی کمیٹیاں ہونی چاہئیں۔ اور ان کمیٹیوں کا دائرہ دیہات کی آبادی کے لحاظ سے مقرر ہو جیسا کہ قدیم زمانہ میں تھا۔ تعلقہ کونسل کے متعلق دیہات سے باہر کی سڑکیں۔ ثانوی تعلیم کے مدرسے۔ ماڈل فارم اور مکھن کے کارخانے ہونگے اور یہ کونسل ترقی نسل مویشیاں۔ تخم۔ کھاد۔ اور زائد پیداوار وغیرہ تقسیم کرنے کا مرکز ہوگی۔ ضلع کی کونسل کے متعلق کالج۔ زراعتی تعلیم کے مدرسے مع تجربات کرنے والے ماہرین فن کے ہونگے جو اراضیات۔ کھاد۔ اور فصل کی جانچ کرینگے اور تخم فراہم کرینگے اور ہر ایک گاؤں کو تعلقہ کے ذریعہ سے صنعتی معلومات بہم پہونچائیں گے۔ اس طرح دیہاتی زندگی بالکل تبدیل کردی جائیگی اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہوجانے پر وہ اپنی ضرورت کے مسائل پر بحث کرینگے اور اپنے دیہات میں اُن کو جو اختیارات حاصل ہونگے اُن کو استعمال میں لانے سے وہ سیاسی تعلیم خود حاصل کرلیں گے۔ دیہاتی سلیف گورنمنٹ کو ہم نے اپنا اصول قرار دیدیا ہے۔ اور یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ دیہات میں افسران کا انتخاب

ہو گا۔ وہ لازم نہ سمجھے جائیں گے۔ نتیجتاً یہ ہیں۔ اس کے متعلق بعض نہایت کارآمد تجربات کئے
گئے ہیں۔ اور لارڈ رانلڈشے گورنر بنگال نے نہایت وثوق کے ساتھ یہ بیان فرمایا ہے اگر
دیہات کی ترقی کا کام اور اس کے مصارف دیہاتیوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو وہ نہایت
خوشی کے ساتھ اپنے پر ٹیکس لگانے کو آمادہ ہو [illegible] کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ پبلک ورکس
ڈیپارٹمنٹ سے بہت کم خرچ میں وہ کام کر سکتے ہیں پراونشل کونسلیں لوکل سلف گورنمنٹ
کے واسطے ضروری قوانین پاس کرینگی۔ وہ مزدوری کے گھنٹے مقرر کرنے۔ پنچایتی عدالتوں
[illegible] ٹیکس اور مصارف شہروں کی توسیع۔ مکانات تعمیر کرنے کی تجاویز وغیرہ کے
متعلق قوانین بنائینگے۔ گویا کہ وہ تمام صوبہ کے واسطے جملہ ضروری کاموں کا بندوبست
کرینگے۔ ان کونسلوں میں ہندوستان کے بہترین اصحاب شریک کئے جائینگے تاکہ وہ
ہوم رول کی عالیشان عمارت کے لئے ضروری منازل تیار کریں اور رعایا کو ضروری
عملی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی طرز زندگی میں تبدیلی پیدا کر دیں ہم کو ہوم رول طلب کرنے کی
ضرورت نہیں ہے ہم اس کو خود پیدا کر لیں گے اور اس کا مل جانا ٹھہر ناگزیر ہو جائے گا۔
ہم گورنمنٹ کو اپنے سانچہ میں ڈھالینگے اور اس کو اپنی گورنمنٹ بنا لیں گے اور آنجہانی مسٹر
گوکھلے کے اس اصول پر عمل کرینگے کہ "حتی الوسع اشتراک عمل کریں اور بوقت ضرورت
مخالفت کریں" اور ہم گورنمنٹ سے مل کر کام کریں گے۔ اور قوت کے ساتھ مقابلہ کریں گے
کمزوری کے ساتھ نہ کرینگے جیسا کہ قدیم ایام میں ہوتا تھا۔ کیا مسٹر گاندھی کی تحریک ترک موالات
سے یقیناً یہ بہتر طریقہ نہیں ہے؟ کیونکہ اس تحریک سے قومی منافرت پیدا ہوتی ہے اور اپنے
ہی گھر والوں تک سے عداوت پیدا ہوتی ہے جو ترقی کرتی جاتی ہے۔ اس اصول پر ہم اپنے
ملک کی زیادہ خدمت اور اپنے بھائیوں کی زیادہ امداد کر سکتے ہیں اور ہندوستان کے لئے
اپنی ہی کوشش سے ہوم رول حاصل کر سکتے ہیں جو خود نہایت فرحت بخش ہوگا۔ اور
ہندوستان کے ہر گھر میں خوشنودی اور شادمانی پیدا کرے گا۔ اشتراک عمل ہمارا اصولی

مسئلہ ہے۔ آپس میں گورنمنٹ سے اور ہر ایک مفید عظیم اور شریفانہ کام میں ہم کو اشتراک
عمل کرنا چاہیئے۔ اور یہ خیال پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ مستقبل ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔

ترکِ موالات

امبیکا چرن مجمدار

اگرچہ میں ایک سال سے صاحب فراش اور زندہ در گور ہوں لیکن بستر علالت پر
پڑا ہوا نہایت پریشانی کے ساتھ واقعات کے تسلسل کو دیکھ رہا ہوں جو رونما ہو رہے
ہیں ملک میں مانٹیگو چیمسفورڈ ریفارم اسکیم کے معایب و محاسن پر پُرجوش بحث۔ پنجاب کے
افسوسناک فسادات اور سلطنت ترکی کے پارہ پارہ ہو جانے نے لوگوں کے دلوں کو بیحد
پریشان اور مضطرب کر دیا ہے اور نہایت نازک حالت پیدا کر دی ہے۔ لیکن کلکتہ کے اسپیشل
اجلاس نے ملک کی حالت کو اور بھی زیادہ زبون بنا دیا ہے۔ اور ہر ایک سمجھدار شخص کا
دل نہ صرف اصلاحات کی کامیابی کی جانب سے بلکہ اپنے مستقبل کی طرف سے امید و بیم
کی حالت میں ہے۔ ایک دلیر اور حوصلہ مند لیڈر نے جمہوری سلطنت میں جو آئینی اصول پر
چلتی ہے علم بغاوت بلند کر دیا ہے جس کی جانب ناتجربہ کار نوجوانوں کے ایک حصے کے
خیالات منعطف ہو گئے ہیں اور اس ملک کے آئینی ایجیٹیشن کی بنیاد کو متزلزل کر ڈالا
ہے۔ مسٹر گاندھی نے بلا پس و پیش نتائج ترک موالات کی تحریک شروع کر دی ہے
جس کو اگر سنجیدگی کے ساتھ ملک منظور کرے تو اس سے یہ اندیشہ ہے کہ یا تو عظیم الشان
نظام ملکی درہم برہم ہو جائے گا یا اس سے بھی بدتر یہ انجام ہوگا کہ ملکی ترقی اپنی شاہراہ

سے ہٹ کر ایسے خطرناک سمندر میں جا گرے گی جہاں پر نامعلوم چٹانوں سے ٹکرا کر وہ پاش پاش ہو جائے گی۔ یہ کہنا داخلِ جرم نہیں ہے مسٹر گاندھی اور اُن کے مقلدین کا کوئی حصہ کانگرس کے بنانے میں نہیں تھا اور یہ لوگ کانگرس کے بانیوں کی کچھ عزت اور وقعت نہیں کرتے ہیں اگرچہ اس کا خیال پیدا کرنے والی۔ عالم خیال سے عالم وجود میں لانے والی۔ اسکی پرورش اور ترقی دینے والی چند مقدس ہستیاں تھیں اگرچہ ان میں سے وہ بہت سے مقدس نفوس اب عالم روحانی میں ہیں لیکن وہاں سے ہی وہ رائے عامہ کی رہبری اور اُن میں سرگرمی پیدا کر رہے ہیں۔ اگر فی الحقیقت مسٹر گاندھی کا ارادہ کسی جدید تحریک کی اشاعت کا تھا اور وہ کانگرس کے طرزِ عمل کو بے مصرف جانتے تھے تو اُن کو ایک انجمن علیحدہ بنانا چاہیئے تھی جس کے مقاصد ارفع و اعلیٰ قرار دیئے جاتے اُن کو یہ بات ہرگز زیبا نہ تھی کہ ایک قدیم انجمن کا ستیاناس کریں جس کے ذمہ دار وہ کسی معنی میں بھی نہیں ہیں۔ اور جس کا نظام ترکیبی تشکل اور کسی معنی میں بھی اُن کا ممنونِ احسان نہیں ہے۔ ایسا کرنا اُن کے اصول و طرزِ عمل کے مطابق قابلِ تعریف شمار کیا جاتا۔ مسٹر گاندھی کو اپنی زبردست شخصیت کی بدولت ایک حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے کیونکہ اُنہوں نے لوگوں کی پریشانی خاطر سے زیادہ تر فائدہ اُٹھایا ہے اور بالخصوص ناتجربہ کار نوجوانوں کے طبقہ میں جن کی طبیعتیں اثر کو جلد قبول کر لیتی ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس وقت تک جو کچھ بھی ہوا وہ نہایت خفیف کامیابی ہے جس پر اُن جیسا شخص ہرگز فخر و مباہات نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ باوجود کانگرس میں رزولیوشن پاس ہو جانے کے ملک کے اہل الرائے اور ذمہ دار اصحاب کا زبردست گروہ اس تحریک کا سخت مخالف ہے۔ ماڈریٹ پارٹی کے بزرگ اور واجب الاحترام نفوس سے قطع نظر کر کے بھی مسٹر گاندھی کے گروہ ہی کے سمجھدار اور سنجیدہ اصحاب ہی اس قدر مخالف ہیں جس کا مسٹر گاندھی انکار نہیں کر سکتے ہیں۔ اور مسٹر گاندھی اپنی تحریک پر اصرار کریں گے تو جو نتیجہ صاف نکلنے والا ہے اور اس کا اندازہ کرنا چنداں

ایسے وقت کہ دروازہ کھول دیا گیا ہی کیا یہ بات دانشمندی میں داخل ہی کہ ہم خفا ہوکر ترشروئی کے ساتھ کہنے لگیں کہ ہم تو دروازہ کے اندر قدم نہ رکھیں گے بلکہ طویل زد کی توپوں کو لگا کر دُور سے گولہ باری کرکے مکان کو مسمار کردینگے۔

یہ بیان کیا جاتا ہی کہ ترک موالات پُرامن اور غیر اشتدادی ہوگا۔ میں علانیہ کہتا ہوں کہ میں اس کو ہرگز صحیح نہیں باور کرتا ہوں یہ تحریک قطعی ناقابل عمل ہی۔ مسٹر گاندھی کی توضیح کی روسے ترک موالات ایک قسم کا سیاسی مقاطعہ جوع ہی اور سیاسی خودکشی کی یہ بدترین شکل ہی۔ مجہول ترک موالات سے سیاسی روحانیت حاصل ہوسکتی ہی۔ لیکن سیاسی آزادی ہرگز نہیں مل سکتی ہی۔ ہم کو معلوم ہی کہ یہی بات مسٹر گاندھی کی ہڑتال اور ستیا گرہ تحریک کی بابت بیان کی گئی تھی لیکن کیسی افسوس ناک ناکامی اُس کو حاصل ہوئی اور اُس کا انجام یہ ہوا کہ بہت سے معصوم مارے گئے جن کی یاد اب تک ہمارے دل میں زندہ ہی۔ مسٹر گاندھی کو اپنے گزشتہ تلخ تجربہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے تھی اور آیندہ اُن کو عقل سے کام لینے کی ضرورت تھی اُن کا ضمیر اُن کو دھوکہ دیدے لیکن وہ ایسے شخص نہیں ہیں کہ دیدہ دانستہ وہ دوسروں کو دھوکہ دیں کہ کانگرس کے اسپیشل اجلاس میں بہت بڑا مجمع تھا اگرچہ اُس کے قواعد اور ضوابط کی مطلق پابندی نہیں کی گئی لیکن افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اُس کے فیصلہ کی پابندی ہمارے چند قابل حضرات تو ضرور ہی کرتے۔ خواہ وہ فیصلہ اُن کی ذاتی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہوا ہو۔ کانگرس کے حکم کی تعمیل قابل تعریف نیک صفت ہی لیکن اگر کوئی اجلاس کانگرس کے قواعد کی خلاف ورزی کرے اور ایک ایسا فیصلہ کرے جو اُس کی پالیسی اور مقصد کے خلاف ہو اور ملک کے فوائد کا مطلق پاس و لحاظ نہ کیا جائے تو کیا ہر ایسے شخص پر جو اُس اجلاس میں شریک ہوگا یہ لازمی ہوگا کہ ہاتھ پاؤں باندھ کر اُس کو ایسے فیصلہ کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔ فرض کرلیجئے کہ ناگپور کے آیندہ اجلاس میں مسٹر گاندھی اپنی تحریک کے ضمن میں یہ تجویز پیش کریں کہ ترک موالات سے چونکہ افلاس پیدا ہوگا

اندیشہ یقینی ہے اس لئے یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ ہر ایک کانگرسی دن میں صرف ایک مرتبہ یا دو دن میں ایک بار کھانا کھایا کرے۔ میں نہایت متانت کے ساتھ مسٹر چکرورتی اور مسٹر سی آر داس سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ ایسی لغو اور بیہودہ تجویز پر عمل کرنے کو تیار ہو جائینگے ہم سے لوگوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ یہ توقع کی تھی کہ اصلاحات کی اول منزل خواہ کتنی ہی نامکمل اور مایوس کن کیوں نہ ہو لیکن ماڈریٹ اور ایکسٹریمسٹ پارٹی کے قابل ترین اصحاب کو متحد ہو کر اصلاحات کے متعلق ایسی قابلیت کے ساتھ کام کرنا چاہیئے کہ اس کے نتائج یہ برآمد ہوں کہ منزل مقصود تک پہونچنے میں ہماری رفتار کو ترقی اور آسانی حاصل ہو جائے لیکن بدقسمتی سے ہمارے بعض قابل ترین اصحاب کا رویہ خود اصلاحات سے کہیں زیادہ ناقابل اطمینان اور مایوس کن ہے۔ کسی شخص کو مسٹر گاندھی کی حب الوطنی پر شک نہیں ہے۔ لیکن حب الوطنی کے لئے ضرورت ہے کہ اس کی رہبری معقول دلائل اور سیاسی دانائی سے ہو ورنہ اس کا انجام یہ ہوگا کہ اوہام پرستی پیدا ہو جائیگی اور صرف خیالی پلاؤ کے خواب نظر آنے لگیں گے۔ ترک موالات کے ذریعہ سے گورنمنٹ کے انتظام کو درہم برہم کر دینا بحالت موجودہ قطعی ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ آزاد ملک میں البتہ یہ کارروائی ممکنات سے ہے اور یہاں بھی اس وقت اس کا امکان ہو سکتا ہے کہ ہم ایک خاص حد سے گزر لیں لیکن اس وقت مجہول ترک موالات پر عمل کرنے کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلنے لگا کیونکہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہے نہ وسائل ہیں اور نہ اپنے بل بوتے پر کھڑے ہونے کی ہم کو قدرت حاصل ہے۔ سرکاری انتظام بغیر کانگرسی اصحاب کی امداد اور شرکت کے ۳۰ سال تک برابر چلتا رہا لیکن یہ توقع کرنا محض فعل عبث ہے کہ ترک موالات کے ذریعہ سے گورنمنٹ بیکار ہو جائیگی ہمارے نوجوانوں نے اپنے لیڈروں کو تو استبداد پسند سمجھ رکھا ہے ان سے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ کل جدید لذیذ کے شوق میں وہ رومی باشندوں کا طرز عمل اختیار نہ کریں۔ جنہوں نے بروٹس کی تعریف میں قیصر کی مذمت کی تھی اور اس کا انجام یہ ہوا

کہ اُسی کو قیصر کہنے لگے۔

ترک موالات

(جی اے نیٹن)

کانگریس نے مسٹر گاندھی کی تحریک ترک موالات کو منظور کرکے ملک کو وہ راستہ بتایا کہ جس کا جلد یا بدیر لازمی نتیجہ تباہ کن برآمد ہوگا۔ ماڈریٹ پارٹی اور چند دیگر سربرآوردہ لیڈران مثلاً پنڈت مدن موہن مالوی اور مسز بسنت وغیرہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان حضرات نے ملک کی غلط رہبری کی ہے اس افسوس ناک حالت کا الزام بھی قوم پرستوں پر عائد ہوتا ہے کیونکہ مسٹر گاندھی کو کل تک بھی باور کرایا گیا تھا کہ جملہ قوم پرست لیڈران اُن کے حامی ہیں لیکن یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ آخر کار قوم پرست لیڈروں کی آنکھیں کھل گئیں اور اس تحریک کے خطرات اُن کو نظر آنے لگے مسٹر گاندھی جو حق اور باطل میں تمیز نہیں کرتے ہیں اور جن پر اُن کے احباب کی منت وسماجت کا کچھ اثر ہوتا ہے اُنہوں نے اپنی تحریک پر ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ قائم رہنا گوارہ کیا اس لئے قدرتی امر ہی ہے کہ کانگریس میں کلکتہ کے مقام پر جو ہزاروں آدمی مجتمع ہوئے اور اُن کے روبرو یہ زود اثر اور عجیب تجویز پیش ہوئی تو وہ مسٹر گاندھی کو اپنا لیڈر بنانا پسند کرینگے کیونکہ اُنہوں نے بڑی خدمات انجام دی ہیں اور ہمدردی اُن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور خیالی پلاؤ بڑا مزیدار پکایا کرتے ہیں اور وہ کسی لیڈر کی رہبری کو کبھی منظور نہیں کرتے کیونکہ دیگر لیڈران تو ہمیشہ اپنے معتقدین کی رائے کے پابند رہتے ہیں اور اُن ہی کے مشورہ پر چلنے کی وجہ سے اپنی توہین کبھی نہیں کرائی ہے۔

قوم پرست لیڈروں کی اس سے زیادہ ذلیل حرکت کیا ہوگی کہ جن اصحاب نے کونسلوں کے بائیکاٹ کی سخت مخالفت کانگریس کے بڑے اجلاس میں اور دہلی کے

ساتھ کی تھی کہ ایسی حرکت قومی خودکشی کا موجب ہوگی۔ دوسرے ہی روز ان حضرات نے کونسل سے اپنی دست برداری کا اعلان کر دیا اور ترک موالات کی تائید میں بولنے اور لکھنے لگے۔ اور پھر ہم سے کہا جاتا ہے کہ ان حضرات نے کانگرس کے فیصلہ کی بنا پر ایسا کیا تو ان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ آخر عقل بھی کوئی شے ہے اور کانگرس کے مقابلہ میں ملک بڑی چیز ہے اپنے ملک کا کچھ تو پاس ولحاظ کرنا چاہیے تھا۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پنجاب میں جو مظالم ہوئے وہ گویا تمام ہندوستان پر ہوئے ہم اس کو بھی مانتے ہیں کہ ہندوستان کے ۷ کروڑ مسلمان اور اُن کے ساتھ جملہ ہندو صاحبان کا وزیر اعظم سے ناراض ہونا حق بجانب ہے کہ وہ اپنے قول سے پھر گئے۔ زندگی روز بروز گراں گذرتی ہے۔ اس لئے کوئی موثر کارروائی کرنی چاہیے جس سے گورنمنٹ کو معلوم ہو جائے کہ پنجاب کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اور دیگر کارروائی کی وجہ سے رعایا کے دل میں اُس کی جانب سے نفرت پیدا ہوگئی ہے اور دانستہ یا نادانستہ طور پر اُس نے ایسی حرکتیں کی ہیں جنسے رعایا کو جو اعتماد گورنمنٹ پر تھا وہ متزلزل ہوگیا ہے۔

اگر ہم سمجھ لیتے کہ مسٹر گاندھی کی تحریک ترک موالات کے ذریعہ سے پنجاب کے مظالم کی دادرسی۔ ترکی صلحنامہ کی مناسب ترمیم ہو جائے گی۔ اور ہم کو حکومت اختیاری مل جائے گی تو ہم نہایت خوشی کے ساتھ اس کی تائید کرتے۔ لیکن نہایت زور کے ساتھ ہماری رائے تو یہ ہے کہ اس تحریک سے اصل مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اور اگرچہ وہ اس نیک نیتی سے شروع کی گئی ہے کہ ترک موالات غیر اشتدادی ہو لیکن اس کا انجام نقض امن ضرور ہو کر رہے گا۔ ملک کے نوجوانوں کو تعلیم کی برکتوں سے محروم رکھنا۔ عدالتوں کو ترک کر دینا جن میں بیگناہوں کی دادرسی ہوتی ہے۔ ملک کے قابل ترین اصحاب کا کونسلوں کو بائیکاٹ کرنا جہاں پر کہ ملکی ہمدردی اور

ایثار کے لیئے بلاشک و شبہ نہایت وسیع میدان موجود ہے الغرض اسی قسم کی تجاویز کا میری ناچیز رائے میں تو یہ مقصد ہے کہ اُس وقت کو ہم معرض التوئی میں ڈالدیں جبکہ ہم ذمہ دار حکومت حاصل کرنے کی توقع کر سکتے ہیں یہ ایک خطرناک پالسی ہے جسکی ہدایت کانگریس نے ملک کو کی ہے اور خواہ کانگرس ہو یا نہ ہو۔ جو حضرات کہ اس تحریک کو ناپسند کرتے ہیں اُن پر لازم ہو کہ وہ اس کی مخالفت کریں اور اس کے خلاف جدوجہد کریں۔

اسی کے ساتھ ہم یہ بتا دینا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ حکام کی سخت غلطی ہوگی اگر وہ صرف اسی قدر یقین کرتے رہیں گے کہ ترک موالات کی تحریک خود بخود تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ دفتری حکومت کی ہر ایک تازہ غلطی سے اس تحریک کو مزید تقویت پہونچے گی اور دفتری حکومت میں غلطی کے ارتکاب کا مہلک مرض موجود ہے حکام کے اختیار میں یہ بات نہیں ہے کہ مسئلہ خلافت کا قابل اطمینان تصفیہ وہ فوراً کر دیں۔ لیکن اُن کے اختیار میں اس قدر تو ضرور ہے کہ پنجاب کے اُن افسران کو معقول سزائیں دیکر اہل ہند کو راضی کرلیں جنھوں نے اُن کے دامن شہرت پر بدنامی کا داغ لگایا ہے۔ ہماری رائے میں موجودہ حالت کی بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی اگر یہاں افسر اعلیٰ اس وقت ہٹا دیا جائے اور اُس کی جگہ دوسرا شخص مقرر کر دیا جائے کیونکہ اُسکی ناقابلیت سے یہ حالت پیدا ہو گئی ہے۔

ترک موالات اور ہمارا فرض

اپیل منجانب سر آشوتش چودھری بستیا تند بوس۔ جے۔ این رائے چودھری۔ بی۔ سی چیٹرجی

بنگال کی حالت نہایت نازک ہو رہی ہے اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم دوبیں سے

کسی ایک راہ کو اختیار کرلیں یا تو اپنی علمی اور سیاسی قابلیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں یا ایک سیاسی تحریک کی بدولت اپنی عقل اور لیڈر سب ہی کو خیرباد کہدیں عام بنگال اس رائے میں متحد الخیال ہو کہ حتی الوسع جلد سے جلد سوراج حاصل کرلینا چاہیے۔ اسپیشل کانگرس کے اجلاس میں اس صوبہ کے تمام لیڈران کی تقریروں کا ماحصل یہی تھا کہ منزل مقصود حاصل کرنے کے لیئے ملک کی رہبری کے وہ جائز اور موثر طریقے اختیار کئے جائیں جن سے کہ رفتار ترقی تیز ہو جائے۔ مقصد تو سب کا ایک ہی تھا لیکن افسوس ہی کہ ایک زبردست اختلاف کی صورت رونما ہوگئی بعض سربرآوردہ لیڈران نے اپنی پوری قوت کے ساتھ رزولیوشن کی مخالفت کی تھی لیکن رزولیوشن پاس ہو جانے پر اُنھوں نے کونسل کی ممبری کی اُمیدواری سے دست کشی کرلی ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ اُن کی دست کشی کانگرس رزولیوشن کی نوعیت سمجھنے میں غلطی کرنے سے واقع ہوئی ہی۔ مسٹر گاندھی نے اپنی افتتاحیہ تقریر میں صاف طور پر بیان کر دیا تھا کہ اگر کثرت رائے سے میرا رزولیوشن نامنظور ہو گا۔ اُس وقت بھی میں اپنی رائے پر بدستور قایم رہونگا اور اپنی تحریک کو پھیلانے کی کوشش کرونگا لیکن کانگرس کی کارروائی میں یہ بات داخل نہیں ہے کہ کثرت رائے مخالفین کو اپنی رائے کی پابندی کے لیے مجبور کرکے تجاویز پاس کر دیے۔

مسٹر گاندھی نے خود فرمایا تھا کہ چند اصحاب مخالف ہیں لیکن آیندہ اجلاس میں کوشش کرنے سے اُن کے ہم خیالوں کی تعداد زیادہ ہو سکتی ہے لیکن یہ خیال اکثر باطل ہو جاتا ہے جب قلیل تعداد کے لوگ جو مخالف ہوتے ہیں وہ کثیر تعداد کی رائے کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اُن ہی کے فیصلہ سے راضی ہو جاتے ہیں اور کونسلوں کے بائیکاٹ کا بھی اسی قسم کا مسئلہ تھا لیکن اگر آیندہ اجلاس میں بھی کثرت رائے سے بھی تجویز برقرار رہی تو جو حضرات کہ کونسلوں میں جانے کے خواہاں ہیں اُن کے حق میں یہ تجویز کچھ مفید نہ ہوگی اور اس طرز عمل سے بڑی خرابی واقع ہو گی۔ کیونکہ انتخاب ممبران سے بیشتر

آئندہ اجلاس ہونے والا ہے۔ مسٹر گاندھی آئندہ اجلاس میں کونسلوں کو بائیکاٹ کی تجویز پاس کرسکیں گے۔ لیکن کانگرس کے احکام کے اتباع میں ہم اس قسم کی تجاویز قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ہم کانگرس کا بڑا احترام کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے ملک کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن ہم اہل وطن سے اپیل کرتے ہیں کہ کانگرس کو قانون سازی کی انجمن بنانا نہیں چاہیے جس کی تجویز کی پابندی لازمی اور مثل قانون کے ضروری اور واجب التعمیل ہوجائے۔ اور ہم اپنے اہل وطن سے یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ نیو انڈیا ایکٹ کو لاپروائی کے ساتھ نہ دیکھنا چاہیے بلکہ اس خیال سے اس کا معائنہ کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعہ سے ہم کیا فائدہ اٹھاسکتے ہیں بیشک یکم اگست ۱۹۱۶ء کو اپنے اعلان میں برٹش انڈین پالیسی کی منزل مقصود ذمہ دار اور آزاد حکومت نہیں قرار دی گئی تھی لیکن اس کی تاریخ سے یہ شبہ دور ہوجاتا ہے لیکن اس نے ہم کو آزادی عطا کردی اور تجربہ سے اس کو اس کی ضرورت محسوس ہوگئی کہ ہندوستان کو ضرور آزادی ملنی چاہیے ورنہ سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہوجائے گا جس کا جزو اعظم ہندوستان ہے۔ اس اعلان [illegible] قانون کے ساتھ ہی موجودہ ہندوستان کی تاریخ بھی موجود ہے۔ انڈین نیشنل کانگرس کے بانیوں اور اُن کے مقلدین کی جملہ سرگرمیاں اور اُن کی توقعات اُن کے خواب وخیال اور اُن کی ہمت وجرات۔ عقیدہ۔ امید اور ارادہ۔ آزادی حاصل نہ ہونے کی کوفت۔ ایثار کی خواہش اور تمنائیں۔ جن سب کو ایک لفظ ینگ انڈیا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کی یادگار جنھوں نے ہر ایک تکلیف کو بطیب خاطر برداشت کیا اور پھانسی پر لٹکنے کے وقت جن کے لبوں پر بندے ماترم ہی کا نعرہ جاری رہا۔ ہندوستان کے اُن چھتریوں کی دلاوری اور شجاعت جنہوں نے اپنے ملک سے داغ ندامت مٹانے کے لیئے

اپنی سلطنت کے میدان کارزار میں اپنی جانیں قربان کردیں یہ سب امور اُسی کی تاریخ میں مرقوم ہیں۔

ان سب شاندار کوششوں ہی کے ذریعہ سے جدید کرکٹر تیار ہوا ہے جو اپنی اصلی شکل میں ہم کو نظر آسکتا ہے۔ اگر ہم صرف حالت موجودہ ہی پر نظر ڈالیں بلکہ بغور ماضی کا بھی معائنہ کریں۔ اور ایسا کرنے پر ہم کو مسٹر اروبند وگھوش کی یہ نصیحت قبول کرلینی چاہیے۔ کہ

"ہم کو جزوی سوارج اس امید پر قبول کرلینا چاہیئے کہ مکمل سوارج ملنا کا یہی ذریعہ ہے"۔

بنگال کے اس ہونہار فرزند میں مدبرین کی فہم وفراست اور تجربہ کاروں کی انجام بینی موجود تھی اس شخص نے ۱۰ سال پیشتر ہی اُن عظیم واقعات کا اندازہ کرلیا تھا جو اب پیش آئے اور اُسی کے الفاظ ہماری رہبری کے لیے کافی ثابت ہوئے۔

پانڈیچری روانہ ہونے کے وقت اُس نے حسب ذیل الفاظ تحریر کیئے تھے۔

"عام طور پر یہ خیال دامنگیر ہے کہ قوم پرست جماعت گورنمنٹ کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کرنا چاہتی جب تک کہ اُس کو مکمل سوارج نہ مل جائے لیکن قوم پرست اخباروں نے اس غلطی کی تردید کرنے تکلیف گوارہ نہیں کیونکہ وہ تو اپنی رائے منوانا مقاومت مجہول اور اپنی مدد آپ کرنے کو ہردل عزیز بنانا چاہتے ہیں اور اس مسئلہ پر بحث نہیں کرنا چاہتے جو اُس وقت اُن کی سیاست کا جز نہیں تھا لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ اس قسم کی جماعت صرف اصولی اور خیالی باتیں بنانے والوں کی ہوتی ہے عملی تجاویز سوچنے والوں اور کام کرنے والوں کی نہیں ہوتی ہے۔ قوم پرستوں کا اصول تو یہ ہی کہ نہ اختیار رہو نہ اشتراک عمل ہو۔ اور چونکہ ہر قسم کے اختیارات سے انکار کردیا گیا ہے۔ اس لیئے جب تک اس سے انکار رہے گا اشتراک عمل سے بھی قطعی احتراز رہے گا۔

لیکن فرض کیجیے کہ اگر کسی منتخب جماعت کو حفاظتی ٹیکس لگانے کا اختیار دیدیا جائے تو کوئی سمجھدار پارٹی اس اختیار کے تجارتی بائیکاٹ کو پسند نہ کرے گی اسی طرح اگر سرکاری اثر سے تعلیم آزاد ہوجائے اور رعایا کی کسی جماعت کے سپرد اس کا انتظام کردیا جائے تو کوئی سمجھدار پالیٹیشن ملک سے یہ درخواست نہ کریگا کہ تعلیم کو بائیکاٹ کردو۔ اسی طرح اگر سرکاری عدالتوں میں صرف ہندوستانی جج مقرر ہوجائیں جو کسی اگزکٹو افسر کی بجائے کسی وزیر کے ماتحت ہوں جو رعایا کا منتخب کیا ہوا ہو تو کیا ایسی عدالتوں کی بجائے پرائیویٹ پنچایتی عدالتیں مقرر کرنا ضروری ہوگا۔ اس لیئے ایسے انتظام میں اشتراک عمل کرنے سے انکار کرنا جہاں پر رعایا کی آواز کچھ اثر ہی نہ کرتی ہو وہ اشتراک عمل ہرگز اس میں داخل نہیں شمار کیا جاسکتا ہی جو ایسے انتظام میں ہو جس میں کہ ہماری آواز اثر رکھتی ہی۔ خود مختارانہ نوازشوں کے قبول کرنے سے انکار کرنے میں لیئے اُن حقوق سے دست بردار ہونا داخل نہیں ہو سکتا ہی جو رعایا کو عطا ہوئے ہوں۔ بلکہ اس کے برعکس اپنے اخلاقی اثر سے ہم تو سوراج کے لیئے حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے انسٹی ٹیوشنوں کو ترقی دینا چاہتے ہیں تاکہ سرکاری کی بجائے اُن کو قائم کردیں اور اسی خیال سے مقاومت مجہول اور اپنی مدد خود کرنے کی پالسی شروع کی گئی تھی۔ حقوق قبول کرنے میں اپنی کامل آزادی سے دست برداری داخل نہیں ہی اور مقاومت مجہول کے یہ معنی نہیں ہیں کہ لوگوں کے حقوق میں دست اندازی کی جائے۔ اس میں صرف جزوی سوراج داخل ہی جو مکمل سوراج ملنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا"

ہم اس مقولہ کے ہر ایک لفظ سے اتفاق کرتے ہیں۔ یہ مدبر آگاہ تھا کہ ہندوستان کو جزوی سوراج کی شکل میں آزادی عطا ہوگئی کیونکہ سلطنت روما ایک دن میں نہیں بن گئی تھی اس لیئے جزوی سوراج ملنے سے دست برداری نہیں دینی چاہیئے جب تک کہ ہم صرف اُسی پر قناعت نہ کرنے لگیں اور محض خیالی اور باتونی آدمیوں کی طرح نہ بن جائیں۔ ملک کے حق میں اس سے زیادہ کہنے کا کسی کو استحقاق نہیں ہو سکتا ہی جو مسٹر اروبند و گھوش کو تھا اور ہم کو

یقین ہے کہ ہمارے اہلِ وطن اُس کے ایک ایک لفظ کو صحیح اور درست تسلیم کریں گے۔
کیونکہ حالت موجودہ میں جو کچھ ظہور میں آرہا ہے وہ اُس نے کئی سال بیشتر ہی بتا دیا تھا۔
اگر پارلیمنٹ سررشتہ تعلیم ہمارے سپرد کردے تو اروبندو گھوش کہتے ہیں کہ اسی حد تک
گورنمنٹ سے ترک موالات ہم کو ہرگز نہ کرنا چاہیئے بلکہ ترک موالات کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے
اس لیئے اس صورت میں کہ اکثر محکموں پر ہم کو اختیارات مل گئے ہیں۔ ہمارے لیئے لازمی
اور اشد ضروری ہے کہ گورنمنٹ سے اشتراک عمل کریں اور یہ بلا وجہ نہیں ہے کہ ملن بہاری داس
وغیرہ جیسے اصحاب نے ترک موالات کی علانیہ سخت مخالفت کی ہے حالانکہ مادر وطن کی خاطر
ہم کو جزدی سوارج ضرور قبول کرلینا چاہیے اور ایسی کوشش کرتی چاہیے کہ ہم کو مکمل
سوارج مل جائے جو ہم سب کی متفقہ منزل مقصود ہے۔

ترک موالات

خط انرایبل مسٹر بھرگری بنام حاجی عبداللہ صاحب

جناب من تسلیم

مجھکو سخت افسوس ہے کہ ترک موالات سے اختلاف کرنے والوں کے متعلق اس
قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں اور یہ غلط فہمی ہرگز پیدا نہ ہوتی اگر اصل مسئلہ کے متعلق بحث
کو صاف طور پر سمجھ لیا جاتا۔

ترک موالات کی یہ وجہ قرار دی گئی ہے کہ ترکی صلحنامہ میں مسئلہ خلافت کے متعلق
ہندوستان کے مسلمانوں کو شکایت ہے چونکہ مسئلہ خلافت ایک مذہبی مسئلہ ہے اس لیئے ہر ایک
سچے مسلمان پر واجب ہے کہ اس کے متعلق شکایت رفع کرانے کی کوشش کرے اب یہ قرار
دیا گیا ہے کہ یہ مسئلہ ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ حاصل ہونے پر طے ہوسکتا ہے اور یہ میرے
نزدیک بدترین وجہ ہوسکتی ہے اور سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کے لیے ترک موالات کی تحریک

شروع کی گئی ہے۔

مسئلہ خلافت

میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ خلافت ایک مسئلہ مذہبی ہے اور ہر ایک سچے مسلمان پر اسکی مدد کرنا فرض ہے اور میں اس کو بھی مانتے لیتا ہوں کہ سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے سے ہمارے دعوے کو تقویت حاصل ہو جائیگی لیکن سوال یہ ہے کہ سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کا کیا ذریعہ اور طریقہ ہونا چاہیئے۔ میرے نزدیک یہ خالص دینوی اور سیاسی مسئلہ ہے اس لیے کسی مذہبی مسئلہ کا اس میں شریک کرنا بے محل اور نازیبا حرکت ہے مقصد صاف اور صریح سیلف گورنمنٹ حاصل کرنا ہے۔ اب صرف اس کے حصول کے ذرائع کا سوال باقی رہتا ہے اور اس کے متعلق ہر ایک کو رائے زنی کرنے کا یکساں استحقاق حاصل ہے اگر علمائے دین اپنی رائے ظاہر کریں تو اُن کی رائے بھی اس قدر باوقعت ہو سکتی ہے جس قدر پرائیویٹ حضرات کی ہوگی۔ اس لیئے دنیاوی مسئلہ میں کسی مذہبی مسئلہ کو شریک کرنا نامعقول۔ نازیبا اور فضول حرکت ہے۔ تارکین موالات اور اُن کے مخالفین دونوں کا مقصد واحد ہے اور یہ ہندوستان کے لیئے سیلف گورنمنٹ ہے۔ جانبین نے صرف مختلف طریقے اختیار کر لیئے ہیں۔

اس کے حصول کے تین طریقے ہیں۔ اشتداد۔ ترک موالات۔ آئینی ایجیٹیشن اشتدادی کارروائی کا تو تذکرہ ہی فضول ہے کیونکہ مذہبی علما جو مذہبی معاملہ میں تکلیف اُٹھانیکے انتقام کے لیئے جہاد کو جائز تصور کرتے ہیں وہ بھی اشتدادی کارروائی کے مخالف ہیں کیونکہ یہ ناقابل عمل ہے۔ دوسرے ترک موالات یعنی سلطنت کے ہر شعبہ سے اپنا تعلق منقطع کر لینا تاکہ وہ مفلوج اور بیکار ہو کر رہ جائے۔ اب ہمکو اسکی خوبیوں اور نتائج پر تامل کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔

مقاطعہ کونسل

اس کی اول منزل کونسلوں۔ اسکولوں اور بدیسی مال کا بائیکاٹ کرنا ہے۔ کونسلوں کو

بائیکاٹ کرنے سے نہ تو کوئی کام نکلے گا اور نہ کچھ مالی فائدہ حاصل ہوگا۔ اس کارروائی میں سراسر اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ اگر آپ انتخاب میں شرکت نہ کرینگے تو اور بہت سے اُمیدوار کھڑے ہوجائینگے۔ یہ اُمید کرنا محض فضول ہے کہ کونسلیں خالی ہوجائینگی یقیناً وہ کسی نہ کسی طرح ضرور پُر ہونگی۔ اس کے متعلق انسانی خصلت کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ بفرض محال اگر اس کی وجہ سے نہایت موزوں اور کارآمد اصحاب کونسلوں میں نہ جائینگے اور اُن کی بجائے نہایت ناموزوں اور نالائق بلکہ شریر اور خطرناک لوگ بھرتی ہوجائینگے کیا یہ ملک کے حق میں مفید ہوگا یا مضر؟ قومی سلیف گورنمنٹ حاصل ہونے کا مقصد اس حرکت سے بجائے حاصل ہونے کے فوت ہوجائیگا۔ کیا کونسلوں کے بائیکاٹ کی کامیابی ہمارے لئے زبردست ناکامی کا موجب نہ ہوگی؟ دفتری حکومت ان لوگوں سے باسانی مدد حاصل کرے گی اور وہ لوگ اس حکومت کے ہاتھ میں کھلونا بنکر کام کرینگے۔ میں بھی اس رائے کا ضرور مؤید ہوں کہ اس کارروائی سے ہم خود مفلوج اور بےکار ہوکر رہ جائینگے۔ اور اس کا شکار گورنمنٹ تو ہوگی نہیں البتہ رعایا ہی شکار ہوکر رہے گی۔

مقاطعہ تعلیم

اب اسکولوں کو بائیکاٹ کرنے کے متعلق سُنئے۔ میری رائے میں اس سے زیادہ مضرت رساں اور احمقانہ کوئی اور تجویز ہرگز نہیں ہوسکتی ہے یہ تجویز محض فضول اور مہمل ہے رعایا ہی تعلیمی ٹیکس ادا کرتی ہے جن سے اسکول چل رہے ہیں اب اُس سے کہا جاتا ہے کہ وہ ان اسکولوں میں تعلیم پانا ترک کردے۔ موجودہ طرز تعلیم کو خراب اور بہت ہی خراب کیوں نہ مان لیا جائے۔ لیکن اس کو بالکل بے مصرف کہنا مبالغہ میں داخل ہے۔ ہمارے آدمیوں کی علمی ترقی اور معاملات کی درستی جن پر کہ ہم نازاں اور جن سے ہماری بہت سی اُمیدیں وابستہ ہیں وہ سب اسی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ تعلیم اس ملک کی سب سے

شروع کی گئی ہے۔

مسئلہ خلافت

میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ خلافت ایک مسئلہ مذہبی ہے اور ہر ایک سچے مسلمان پر اسکی مدد کرنا فرض ہے اور میں اس کو بھی مانے لیتا ہوں کہ سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے سے ہمارے دعوے کو تقویت حاصل ہو جائیگی لیکن سوال یہ ہے کہ سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کا کیا ذریعہ اور طریقہ ہونا چاہیئے۔ میرے نزدیک یہ خالص دنیوی اور سیاسی مسئلہ ہے اس لیے کسی مذہبی مسئلہ کا اس میں شریک کرنا بے محل اور نازیبا حرکت ہے مقصد صاف اور صریح سیلف گورنمنٹ حاصل کرنا ہے۔ اب صرف اس کے حصول کے ذرائع کا سوال باقی رہتا ہے اور اس کے متعلق ہر ایک کو رائے زنی کرنے کا یکساں استحقاق حاصل ہے اگر علمائے دین اپنی رائے ظاہر کریں تو اُن کی رائے بھی اس قدر با وقعت ہو سکتی ہے جس قدر پرائیوٹ حضرات کی ہوگی۔ اس لیے دنیاوی مسئلہ میں کسی مذہبی مسئلہ کو شریک کرنا نامعقول۔ نازیبا اور فضول حرکت ہے۔ تارکین موالات اور اُن کے مخالفین دونوں کا مقصد واحد ہے اور یہ ہندوستان کے لئے سیلف گورنمنٹ ہے۔ جانبین نے صرف مختلف طریقے اختیار کر لیے ہیں۔

اس کے حصول کے تین طریقے ہیں۔ اشتداد۔ ترک موالات۔ آئینی ایجیٹیشن اشتدادی کارروائی کا تو تذکرہ ہی فضول ہے کیونکہ مذہبی علما جو مذہبی معاملہ میں تکلیف اُٹھانیکے انتقام کے لیئے جہاد کو جائز تصور کرتے ہیں وہ بھی اشتدادی کارروائی کے مخالف ہیں کیونکہ یہ ناقابل عمل ہے۔ دوسرے ترک موالات یعنی سلطنت کے ہر شعبہ سے اپنا تعلق منقطع کر لینا تاکہ وہ مفلوج اور بیکار ہو کر رہ جائے۔ اب ہمکو اسکی خوبیوں اور نتائج پر تامل کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔

مقاطعہ کونسل

اس کی اول منزل کونسلوں۔ اسکولوں اور بدیسی مال کا بائیکاٹ کرنا ہے۔ کونسلوں کو

بائیکاٹ کرنے سے نہ تو کوئی کام نکلے گا اور نہ کچھ مالی فائدہ حاصل ہوگا۔ اس کارروائی میں سراسر اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ اگر آپ انتخاب میں شرکت نہ کرینگے تو اور بہت سے اُمیدوار کھڑے ہو جائینگے۔ یہ اُمید کرنا محض فضول ہے کہ کونسلیں خالی ہو جائینگی یقیناً وہ کسی نہ کسی طرح ضرور پُر ہونگی۔ اس کے متعلق انسانی خصلت کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ بفرض محال اگر اس کی وجہ سے نہایت موزوں اور کارآمد اصحاب کونسلوں میں نہ جائینگے اور اُن کی بجائے نہایت ناموزوں اور نالائق بلکہ شریر اور خطرناک لوگ بھرتی ہو جائینگے کیا یہ ملک کے حق میں مفید ہوگا یا مضر؟ قومی سلیف گورنمنٹ حاصل ہونے کا مقصد اس حرکت سے بجائے حاصل ہونے کے فوت ہو جائیگا۔ کیا کونسلوں کے بائیکاٹ کی کامیابی ہمارے لئے زبردست ناکامی کا موجب نہ ہوگی؟ دفتری حکومت ان لوگوں سے آسانی مدد حاصل کرے گی اور وہ لوگ اس حکومت کے ہاتھ میں کھلونا بنکر کام کرینگے۔ میں بھی اس رائے کا ضرور مؤید ہوں کہ اس کارروائی سے ہم خود مفلوج اور بے کار ہو کر رہ جائینگے۔ اور اس کا شکار گورنمنٹ تو ہوگی نہیں البتہ رعایا ہی شکار ہو کر رہے گی۔

مقاطعہ تعلیم

اب اسکولوں کو بائیکاٹ کرنے کے متعلق سُنئے۔ میری رائے میں اس سے زیادہ مضرت رساں اور احمقانہ کوئی اور تجویز ہرگز نہیں ہوسکتی ہے یہ تجویز محض فضول اور مہمل ہے رعایا ہی تعلیمی ٹیکس ادا کرتی ہے جن سے اسکول چل رہے ہیں اب اُس سے کہا جاتا ہے کہ وہ ان اسکولوں میں تعلیم پانا ترک کردے۔ موجودہ طرز تعلیم کو خراب اور بہت ہی خراب کیوں نہ مان لیا جائے۔ لیکن اس کو بالکل بے مصرف کہنا مبالغہ میں داخل ہے۔ ہمارے آدمیوں کی علمی ترقی اور معاملات کی درستی جن پر کہ ہم نازاں اور جن سے ہماری بہت سی اُمیدیں وابستہ ہیں وہ سب اسی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ تعلیم اس ملک کی سب سے

بڑی ضرورت ہے مسلمانان سندھ کو تو تعلیم کی بیحد ضرورت ہے۔ ہر طرف یہی کوشش ہو رہی ہے کہ جس قدر بھی ممکن ہو تعلیم کو ترقی دی جائے۔ ہر ایک محب وطن مفت اور لازمی تعلیم کے لئے اپنی سی کوشش کر رہا ہے اصلاحات کی رو سے شعبہ تعلیمات رعایا کے نمائندوں کے ہاتھ میں دیدیا گیا ہے اور اس کو ترقی دینے کے بہت سے وسائل پیدا ہو گئے ہیں اور اب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ تعلیمی درسگاہوں سے تعلقات منقطع کرلیں۔ جو لڑکے کہ اس طرح اسکولوں سے اٹھائے جائیں گے اُن کی تعلیم کا فوراً معقول بندوبست ہو جانا قطعی ناممکن ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ملک میں درسگاہیں موجود نہیں ہیں اور بلا امداد سرکاری کے جدید مدارس کا تعداد کثیر قائم ہو جانا برسوں کی بات ہے۔

بدیشی مال کا بائیکاٹ

بدیشی مال کا بائیکاٹ کرنا بھی ایک ناقابل عمل اور متعصبانہ تجویز ہے۔ اول تو اس پر عمل ہوگا نہیں اور اگر ہوا بھی تو یہ تجویز بجائے غیر ملکی صنعت کے خود دیسی صنعت کے حق میں نہایت مضر ہوگی۔ علاوہ بریں یہ اس قسم کا معاملہ ہے کہ جس کے متعلق کہنا آسان اور کرنا دشوار ہے کیونکہ جس وقت ایثار کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہ باتیں محض کہنے کی ہیں۔ میں ایسے لوگوں کی تعداد کا اندازہ کرسکتا ہوں جن سے کہا جائے کہ اپنی تجارت ترک کردو تو نفع کی خاطر تو بہت سے آمادہ ہو جائینگے لیکن نقصان گوارہ کرلینا کارے دارد میں صرف تارکین موالات ہی سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس پر خود ہی عمل کرکے دیکھیں تاکہ اپنے عقیدہ کی صداقت معلوم ہو جائے اور مجھکو نہایت مسرت ہوگی اگر میں یہ خبر سن لونگا کہ سندھ کے سوداگروں نے بدیشی مال کی تجارت ترک کردی۔ ترک موالات کی دیگر تفصیلات مثلاً فوج اور پولس وغیرہ کی ملازمت چھوڑ دینا اور ٹیکس نہ ادا کرنا وغیرہ ایسی غیر ضروری ہیں جن پر بحث کرنا

[illegible] کہ ان کی تردید کرنے کی

ضرورت ہی نہیں ہے۔ خطابات اور اعزازی عہدے ترک کرنا کوئی اہم بات نہیں جس کی کامیابی اور ناکامی سے کوئی نتیجہ ہی نہیں نکلتا ہے۔ لیکن اس ذرا سے معاملہ کا جس سرد مہری سے جواب ملا ہے اسی سے بڑے معاملات کی کامیابی کا اندازہ کافی طور پر ہو سکتا ہے۔

اب ملک کے سامنے یہ سوال ہے کہ ہم کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے کہ ملک کی عام حالت کو ترقی حاصل ہو اور یہ اس قسم کا سوال ہے کہ اس کے متعلق ہر شخص کو اپنی پوری صداقت اور جرأت کے ساتھ خود ہی فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اور میں اس رائے کا قطعی مخالف ہوں کہ میجارٹی کی کثرت رائے ہر طبقہ کے میجارٹی کے قابل لوگوں کی رائے پر غالب آجائیگی اور باقی تمام معاملات کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا جائے گا بہت سے ایسے معاملات ہیں جن میں افراد کو خود اپنی ہی رائے سے کام لینا چاہیئے یہ نہ صرف سچی بات ہے بلکہ ہمارا فرض بھی ہے۔ میں اس اصول کا ہرگز موئید نہیں ہوں کہ کسی انجمن کے تعلق سے انسان کا دل، روح اور ضمیر بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور اس اصول کی زبردست مخالفت دنیا کے بہترین مدبر مسٹر برک نے اپنے رائے دہندوں کے روبرو بیان کی تھی۔ جو اپنے مفاد کو اس کی کانشنس اور ملک کے مفاد سے بالاتر مقام پر رکھنے کا خواہاں تھا۔ میں اگرچہ کانگرس کا سرگرم ممبر ہوں لیکن اپنی کانشنس کی آزادی کو اس کے احکام سے بالاتر سمجھتا ہوں۔ اور صرف میرا ہی یہ خیال نہیں ہے اور میں نہایت مسرت کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ اگرچہ میں میجارٹی میں داخل ہوں لیکن اس میں ملک کے نہایت قابل اور تجربہ کار اصحاب شامل ہیں۔ اور میرے خیال کا موئید ہندوستان کا وہ قابل فرزند مدن موہن مالوی ہے۔ جس کی فہم و فراست دیانت داری حب الوطنی اور آزاد خیالی کی شہرت ملامت سے بالاتر ہے جو کانگرس کا ایک مقتدر ممبر ہے وہ بھی

اس ترک موالات کی تحریک کا مخالف ہی اور کلکتہ میں اپنی رائے صاف طور پر بیان کر چکا ہی۔ اس موقعہ پر اُن حضرات کا تذکرہ کرنا ہی فضول ہی جن کی رائے میں کانگرس کے فیصلہ سے تزلزل واقع ہوگیا ہے۔ اور میری اور بہت سے دیگر اصحاب کی رائے ان حضرات کے متعلق یہ ہی کہ اُنھوں نے اپنا فرض منصبی ادا نہیں کیا بہر حال اُن کے افعال ان ہی کے فیصلہ کا نتیجہ ہیں اور ان کی مثال ایسے حضرات کے لئے نہیں پیش کی جاسکتی ہی جن کا خیال ان کے خلاف ہی۔

میں کسی ذاتی مخالفت کی بنا پر یہ نہیں کہہ رہا ہوں۔ ملک میں پوری پوزیشن قائم ہوگئی ہی باوجود اپنے ہم مذہب بھائیوں کی سخت مخالفت اور رہائے وا ویلا کے میں پہلا مسلمان ہوں جو کانگرس میں داخل ہوا۔ جس زمانہ میں کہ ہوم رول لیگ کی بڑی مذمت اور حقارت ہو رہی تھی اُس وقت میں پہلا مسلمان تھا جو اُس کا ممبر تھا۔ اس لئے سیاسیات میں دخل رکھنے کا میں ضرور دعویٰ کرسکتا ہوں۔ باوجود ہر قسم کی نکتہ چینی اور بُرا بھلا سُننے کے میں نہایت دیانتداری قوت اور ہمت کے ساتھ ہمیشہ سے اپنے اصول کا پابند ہوں۔ اور میں مسرت کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ زمانہ نے میری مساعدت کی۔ میں نے دفتری حکومت سے کئی مسائل پر سخت جنگ کی ہی اور مثل سابق کے اب بھی کانگرس اور ہوم رول کا زبردست حامی ہوں اگر کانگرس کے کسی فیصلہ سے مجھکو اختلاف ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ میں کانگرس کا مخالف ہوں بلکہ میری نہایت صداقت کے ساتھ یہ رائے ہی کہ اس قسم کا فیصلہ خود کانگرس کے اصول کے خلاف اور مقاصد کے منافی ہے۔ کانگرس اہل ہند کے مفاد کے لئے ہے۔ اور اس کا مقصد اعلیٰ سیلف گورنمنٹ ہی۔

کونسل کی ممبری

میری رائے میں اگر ملک کے قابل ترین اصحاب بکثرت کونسلوں میں شریک ہوجائیں

تو ملک کی بہت کچھ خدمات انجام دیسکتے ہیں اور ہندوستان کے لئے سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کی پالسی کے متعلق بھی وہاں پر بہت کچھ کرسکتے ہیں نہایت ایمانداری کے ساتھ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ جدید کونسلوں میں جاکر نہایت مفید کام کیا جاسکتا ہے۔ صرف ایک ہی مثال لے لیجئے کہ سررشتہ تعلیم کا انتظام اصلاحات کی رو سے رعایا کے سپرد کردیا گیا ہی اور صرف اسی کے ذریعہ سے جبریہ تعلیم کے متعلق بہت کچھ کیا جاسکتا ہے اگر صرف ایسے کام میں اہل ملک اور اُن کے نمایندے مل کر کام کریں تو ایسے نتائج برآمد ہوسکتے ہیں جو ترک موالات کے ذریعہ سے ہرگز حاصل ہو نہیں سکتے ہیں اور یہی وجہ ہی کہ میں کونسل کی ممبری کا اُمیدوار ہو گیا ہوں اور میری دلی خواہش ہی کہ ممبر ہوکر میں بھی اپنے اہل وطن کی ناچیز خدمات انجام دوں میرا خاص مدعا ملک کی خدمت کرنا ہی۔ میں نے خود کونسل سے استعفےٰ دیدیا تھا۔ اور اُس وقت میں نے اپنے کانشنس کی متابعت کی تھی کسی جماعت کے کہنے سے مستعفی نہیں ہوا تھا اُس وقت میرا یہ خیال تھا کہ شرائط صلح طے ہو رہے ہیں اور اگر مسلمانوں کا زبردست اثر پڑ گیا تو عمدہ نتیجہ برآمد ہوگا۔ لیکن اس وقت کہ صلح نامہ پر ٹرکی نے دستخط کردیئے ہیں۔ اب اس میں مزید ترمیم کی جلد توقع نہیں ہی خواہ کونسلوں کو بائیکاٹ کیا جائے یا نہ کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ میں نے اب کونسل کی ممبری کے لئے اُمیدوار ہونا پسند کیا ہی۔

میری جو مخالفت کہ ہوگی اُس کے لئے میں بالکل تیار ہوں اور اُس کی میں پروا نہیں کرتا ہوں۔ میں اپنے ایک اصول کی پابندی کے باعث اُمیدوار ہوا ہوں۔ کامیابی اور ناکامی کی مجھکو چنداں پروا نہیں ہی۔ میرے نزدیک مردانہ وار جنگ کرکے شکست کھانا۔ میدان سے ڈر کر بھاگ جانے سے بدرجہا بہتر ہی۔ کم از کم میرا ضمیر تو اس کو منظور کرلے گا اور جملہ ایماندار حضرات اس کو پسند فرمائینگے۔ اس وقت میدان سے چلا آنا ہی میرے لئے نہایت آسان اور خوشگوار راستہ ہی لیکن اس ارزاں بہادری کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا میری پالسی یہ نہیں ہی کہ میں کسی جماعت کی ہاں میں ہاں ملاؤں خواہ وہ

دفتری حکومت ہو یا رعایا کی جماعت ہو۔ میری پالیسی ہی میری رہنما ہے اور اس پر کاربند
ہونے میں خواہ مجھکو دفتری حکومت سے یا اپنے بھائیوں سے جھگڑا کرنا پڑے اور خواہ میں
اُس میں ناکام ہی کیوں نہ رہوں اور میں نے اپنی اس پوزیشن کو اپنے رائے دہندگان
کے روبرو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔ میں جھوٹے وعدے اور بہانوں کو
پسند نہیں کرتا ہوں۔ یہ بیان کہ میرے ایجنٹ مجھکو خلافت کا نمایندہ بتاتے ہیں قطعی غلط اور
بے بنیاد ہے اس قسم کا بیان قطعی جھوٹ اور لغو ہوگا اور اس کی اصلیت کو چند روز میں خلافت
کمیٹی خود ظاہر کردیگی۔ میرا طرز عمل ہمیشہ صاف اور سچا ہوگا۔ اپنے مخالفین کے طرز عمل سے
مجھے کچھ سروکار نہیں ہے میرے نزدیک اُن کے حق میں بھی یہ مفید ہوگا کہ وہ بدزبانی۔
عداوت اور بیہودگی سے اجتناب کریں۔ یہ طریقے اُن ہی کے لئے زیبا ہیں جو اس کے
عادی ہیں ان کا اثر ایسے لوگوں پر کچھ نہیں پڑسکتا ہے جو ایمانداری کے ساتھ مقابلہ کرتے
ہیں اور شکست قبول کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں میں علانیہ طور پر اس طرز عمل کا مخالف ہوں
لیکن نہ تو میں خوف زدہ ہوں اور نہ مجھکو کسی قسم کی ندامت ہے۔ میرے خیال میں صداقت
کے ساتھ اختلاف رائے کرنا اور صفائی کے ساتھ مخالفت کرنا قابل عزت ہے استبداد کسی
صورت میں بھی کسی کام میں مفید نہیں ہوتا ہے اور ترک موالات بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے

ترک موالات اور مسٹر گاندھی

این۔ ایم سامرتھ

اسپیشل کانگرس منعقدہ کلکتہ میں کثرت رائے سے مسٹر گاندھی کا تجویزہ پروگرام ترک موالات
جو منظور ہوا ہے اور اس نے ہندوستان میں جیسی قابل افسوس حالت پیدا کردی ہے اُس کو
کوئی برطانی مدبر اور اخبار نویس ہرگز پسند نہیں کریگا خواہ اُس کے سیاسی معتقدات کیسے

ہی کیوں نہ ہوں۔ بعض لوگ حالت کو بہت زیادہ مبالغہ سے بیان کرتے ہیں تاکہ سختی کی کارروائی کا کرنا جائز ثابت کریں لیکن اگر سخت گیری کی جائیگی تو بجائے فائدہ کے اور زیادہ مضرت پہنچیگی بعض حضرات اس کو اس قدر خفیف اور معمولی سی بات بتاتے ہیں تاکہ اُن اسباب پر مطلق توجہ نہ کی جائے جن کے باعث حالت موجودہ پیدا ہوگئی ہے۔ آخر الذکر اصحاب کے نزدیک یہ ایجیٹیشن فوری ہے اور خود بخود رفع ہو جائیگا اور اول الذکر کی رائے ہیں ایکسٹریمسٹ لیڈران کے ساتھ سخت گیری کی جائے تو اس تحریک کا قلع قمع ہو جائیگا لیکن میرے نزدیک دونوں کی رائے غلط ہے

مسٹر گاندھی اُس معنی میں اکسٹریمسٹ نہیں ہیں جس معنی میں یہ لفظ ہندوستان میں استعمال ہوتا ہے ہندوستانی اکسٹریمسٹ وہ محبان وطن ہیں جو غیظ و غضب کی حالت میں رہتے ہیں اور اس وجہ سے اُن میں تحمل اور بردباری نہیں ہوتی ہے مسٹر گاندھی کی یہ حالت نہیں ہے وہ تو سیدھے سادے اور اپنے اصول کے پکے شخص ہیں۔ انکا زبردست عقیدہ روحانی قوت کے متعلق یہ ہے کہ یہ روحانی قوت دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کے زور سے مغلوب نہیں ہوسکتی ہے اور اُنکے نزدیک یہ روحانی قوت صرف منصفانہ احکام ہی سے مغلوب ہوسکتی ہے اُن کی ساری قوت اُنکے اس سچے عقیدہ پر مبنی ہے جسکی پیروی کرنے میں وہ ہر طرح کی صعوبت برداشت کرنیکو تیار رہتے ہیں۔ اُنمیں کمزوری یہ ہے کہ انہوں نے عوام کے متعلق یہ رائے قائم کرلی ہے کہ وہ اُن کے اصولوں پر کاربند ہو کر گورنمنٹ سے علیحدگی اختیار کرلیں گے اور حفظ امن میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا۔ اُن کے پروگرام میں اول تجویز یہ ہے کہ کونسلوں کا بائیکاٹ کیا جائے ممکن ہے کہ خاص خاص مقامات پر ایک حد تک اسمیں کامیابی حاصل ہو جائے۔ لیکن ہندوستان کے کثیر التعداد سمجھدار حضرات مسٹر گاندھی کی اس خودکشی کی پالسی کو ہرگز اپنا رہنما نہیں بنا سکتے ہیں کہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھائیں جو ریفارم ایکٹ نے اُنکو دیا ہے جس نے ہندوستان میں پارلیمنٹری انسٹی ٹیوشن قائم کرنیکا راستہ کھولدیا ہے اور اہل ہند سلطنت کے مختلف شعبوں پر اختیارات حاصل کرسکتے ہیں اور اپنے ملک اور اہل ملک کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور بہت جلد آزاد حکومت حاصل کرنے کے وعویدار ہوسکتے ہیں۔ مسٹر گاندھی کی تجویز سے حکام کو کچھ پریشان ہونیکی ضرورت نہیں ہے

اور نہ اُن کو سخت گیری کرکے بدنام ہونے کی حاجت ہے۔ محض اس واقعہ سے کہ مسٹر گاندھی کی تجویز کانگرس میں کثرت رائے سے پاس ہوگئی۔ اگرچہ رائے دینے کے وقت نصف سے زیادہ ڈلیگیٹ صاحبان حاضر تھے یہ معنی ہرگز نہیں نکل سکتے ہیں کہ ہندوستان کے کثیر التعداد لوگ اس تجویز پر عمل کرنے کو تیار ہیں یا جن لوگوں نے اسکی تائید میں رائے دی ہے وہ بھی اس پر ضرور ہی عمل کرینگے۔ مسٹر گاندھی نے خود بیان کیا ہے کہ کانگرس میں کسی تجویز کے پاس ہونیکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی پابندی ہر ایسے شخص کے لئے بھی ضروری ہے جس کا کانشنس اسکو ایسی تجویز کی پابندی کرنے سے منع کرتا ہے۔ بہت سے اکسٹریمسٹ لیڈران بھی اس پروگرام کے مخالف ہیں اور یہ اُمید نہیں کہ وہ باوجود اپنے ذاتی معتقدات کے جو اس کے خلاف ہیں اس تجویز پر عمل کرینگے۔ علاوہ بریں یہ پروگرام کانگرس کے نظام ترکیبی کے بالکل خلاف ہے۔

ماڈریٹ پارٹی اور لبرل فیڈریشن کی کثیر التعداد جماعتوں میں جن میں کہ منجانب سنجیدہ اور قابل لوگ شامل ہیں انمیں تو جہانتک مجھکو علم ہے ایک متنفس بھی ایسا نہیں ہے جو مسٹر گاندھی کی اس تجویز کو پسند کرتا ہو۔ انمیں سے اکثر حضرات نے اس تحریک کی حماقت اور بیہودگی کو علانیہ طور پر نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔ اخبار ٹائمس آف انڈیا میں کسی قابل شخص نے مسٹر گاندھی کے نام ایک کھلی چھٹی شائع کرائی ہے جسمیں وہ کہتا ہے کہ "مسٹر گاندھی آپ خود اسپر عمل نہیں کرسکتے ہیں کیا آپ جملہ سرکاری تعلقات منقطع کرنے پر تیار ہیں کیا آپ کو سرکاری ڈاکخانہ۔ تار گھر۔ ریلوے۔ سرکاری حفاظت۔ عدالتوں وغیرہ سے تعلقات منقطع کرلینا چاہیئے آپکو سرکاری حکام سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیئے۔ جو حضرات کہ اس تحریک کے حامی ہیں کیا وہ خود بھی اسپر عمل کرتے ہیں۔ اگر وہ خود بھی عمل کرنے لگیں تو بہت سے معترض حضرات مطمئن ہوجائینگے کہ مرتے دم اُنکو قرضداروں کا اندیشہ نہ رہیگا۔ ترک موالات کے ذریعہ سے گورنمنٹ کو نیچا دکھا دینا کیا ایک احمقانہ اور لغو خیال نہیں ہے"۔

مسٹر گاندھی کی تجویز پر عمل کرنے میں بے حد موانعات حائل ہیں اور لوگ اسپر عمل کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس لئے محض اسقدر کہدینے سے کوئی فائدہ نہیں نکل سکتا ہے کہ یہ تجویز کانگرس کے اجلاس میں کثرت رائے سے پاس ہوچکی ہے اور یہ خیال کرنا بھی فضول ہے کہ

بہت جلد اس کا کوئی خطرناک نتیجہ نکلنے والا ہے ۔

بیشک اس سے ناراضی پیدا ہوتی ہے اور گورنمنٹ بھی اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتی ہے لیکن مدبری کی یہ شان نہیں ہے کہ ایجیٹیشن برپا کر کے حالت کو اور زیادہ خراب بنا دیا جائے بلکہ اس ظاہرہ ناراضی کی اندرونی وجہ معلوم ہونی چاہیے اور اسکے دریافت کرنے میں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں یہ جوش کس بات نے پیدا کر دیا ہے جس کے باعث مسٹر گاندھی جیسے شخص کو اس حد تک ایسی تحریک پھیلانے میں کامیاب بنا دیا۔ اول مسٹر گاندھی نے غیر دانشمندانہ رولٹ ایکٹ کے خلاف ستیاگرہ کی تحریک شروع کی اس قانون کی اگرچہ کچھ ضرورت نہ تھی لیکن گورنمنٹ ہند نے باوجود جملہ غیر سرکاری ہندوستانی ممبروں کی متفقہ مخالفت کے پاس کر دیا اس قانون کی حمایت کرنے والے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی مخالفت کے صرف یہ معنی ہیں کہ بغاوت اور غداری کی حمایت کی جائے اور یہ نہایت ہی نامنصفانہ اتہام غیر سرکاری ممبران پر ہے جو کونسل میں بذریعہ انتخاب اور نامزدگی کے ممبر بنے ہیں۔ جس طرح کہ گورنمنٹ نے اس ایکٹ کو پاس کر دیا اسی طرح اس ایکٹ کے پاس ہونے سے ہندوستانیوں میں گورنمنٹ کے خلاف سخت بےچینی پیدا ہو گئی اور گورنمنٹ کی طرف سے سخت مایوسی ہو گئی کہ اس نے ہندوستانیوں کی رائے کی نہایت بے قدری کی ہے گویا کہ وہ قابل توجہ ہی نہ تھی ۔

مسٹر گاندھی نے لوگوں کی یہ حالت معلوم کر کے اپنی روحانی قوت کا اصول پھیلانا شروع کیا اور روح اس تخم کو قبول کرنے کے لیے تیار تھی لیکن بجائے تخم ریزی کے اُنہوں نے ہوا کا بیج بویا اور نتیجہ میں آندھی آ گئی ۔ ان کو اپنی غلطی معلوم ہو گئی اور اس سے اجتناب کیا لیکن اُس وقت کہ ضرورت سے زیادہ دیر ہو گئی تھی ۔ اس کے بعد خلافت ایجیٹیشن کی باری آئی مسٹر گاندھی جو کسی عام شکایت کی تاک ہی میں لگے ہوئے تھے اُن کو یہ موقعہ نہایت موزوں معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اپنے اصول کا ہم خیال بنالیں اس حقیقت سے انکار کرنا فضول ہے

کہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹرکی صلح نامہ سے صدمہ پہنچا ہے خاص کر اُس طرز عمل سے جو اتحادیوں نے ٹرکی سے صلحنامہ مرتب کرنے میں اختیار کیا ہے۔ ہندوستان میں بہت سے سمجھدار اور غیر مسلم اس واقعہ کو پورے طور پر محسوس کرتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند نے مسلمانوں کے مطالبات کی نہایت زور کے ساتھ حمایت کی ہے۔ اور اگر اس معاملہ میں مسلمانوں کی اُمید کے مطابق نتیجہ نہیں برآمد ہوا تو اسکا الزام ان دونوں تک عائد نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اس کے انجام کے وہ ہرگز ذمہ دار نہیں ہو سکتے ہیں پھر کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ گورنمنٹ ہند کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی تحریک پھیلائی جائے اور عوام میں گورنمنٹ ہند کے خلاف اشتعال پیدا کیا جائے اگر ایجیٹیشن پھیلانے والوں کے ہاتھ میں صرف یہی ایک ہتیار رہتا تو یہ ایجیٹیشن خود بخود ختم ہو گیا ہوتا لیکن بدقسمتی سے اور بھی ایسے واقعات موجود ہیں جن کے باعث گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف عام ناراضی موجود ہے۔

مظالم پنجاب ان میں اوّل نمبر پنجاب کے معاملات ہیں۔ ڈائرہ کے متعلق مباحثہ بہ دار العلوم اور انگریزی اخبارات میں مسٹر مانٹیگو پر حملے ہونا ہندوستان اور انگلستان میں جنرل ڈائر کے لیے فنڈ کا کھولا جانا اور معقول چندہ کا جمع ہونا۔ سر مائیکل اوڈوائر کی تعریف ہونا جنکی سخت گیری کی وجہ سے پنجاب والوں کے دلوں میں گورنمنٹ سے نفرت پیدا ہو گئی تھی اور پنجاب کے افسروں کو گورنمنٹ ہند کا سزا دینے سے ناکام رہنا جو ظالمانہ حرکات کے مجرم تھے اور نیز کمیٹی کی رپورٹ میں جن کو سزا دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ان سب نے مل ملاکر تمام اہل ہند کے دلوں میں عام ناراضی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اسی کے ساتھ جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے ساتھ قومی خصوصیت کے باعث بُرا سلوک ہونا اور اس کے خلاف گورنمنٹ کا ماڈریٹ ادنیٰن کو بھڑکانا۔ مصر اور آئرلینڈ میں واقعات کا رونما ہونا

الغرض ان سب باتوں سے گورنمنٹ کے خلاف نفرت اور ناراضی پیدا ہوگئی اور ان ہی وجوہ سے گاندھی اور اکسٹریمسٹ پارٹی کی تحریک کامیاب ہو رہی ہے اور جب تک کہ ان باتوں کا معقول علاج نہ ہوگا ان لوگوں کو برابر کامیابی ہوتی رہے گی۔

اس کا معقول علاج اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ کیننگ۔ یا ہارڈنگ جیسا زبردست مدبر ہندوستان میں لارڈ چیمسفورڈ کے بعد بھیجا جائے اور جب تک موجودہ صاحب وزیر ہند کو وزارت یہ اختیار نہ دے گی کہ وہ آزادی کے ساتھ دانشمندانہ اور ہمدردانہ پالیسی پر کاربند ہوں۔ اور سلطنت اور کالونیز میں ہندوستانیوں کے ساتھ بدسلوکی ہونے کا مناسب تدارک نہ کریں اور ہندوستانیوں کے لیے شہنشاہ معظم کی دیگر رعایا کے مساوی حقوق تسلیم کرانے کا معاملہ نہ پیش کریں اور جب تک برطانیہ کی عام رائے اور سلطنت ہندوستانیوں کے ان حقوق کی حمایت نہ کرے گی جو لیگ اقوام کی خود ایک ممبر ہے اور جب تک کہ ہندوستانیوں کے جذبات اور مطالبات کی ہمدردی۔ انصاف اور اعتبار کے ساتھ قدر نہ کی جائے گی۔ اُس وقت تک مجھکو بہت کم امید ہے کہ ہندوستان کے کسی بڑے حصہ میں لوگوں کے خیالات درست ہوں گے یا اُن کی ناراضی رفع ہو جائے گی۔

ڈاکٹر تیج بہادر سپرو

میری ذاتی رائے اس تحریک کے متعلق یہ ہے کہ یہ نہ صرف ناقابل عمل ہے بلکہ ملک کے مفاد کے حق میں نہایت مضر ہے۔ مسٹر گاندھی نے ترک موالات کا جو پروگرام تیار کیا ہے میرے نزدیک وہ قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر بغرض محال اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ ایک ایسی اسپرٹ پیدا کر دے گا جو ملک کی آئندہ ترقی کے لیے نہایت مضرت رساں ثابت ہوگی اور میرا ہرگز یہ خیال نہیں ہے کہ اس سے صلحنامہ ٹرکی کی

اصلاح ہو جائے گی۔ کیونکہ اگر ایک شخص عاجزی کے ساتھ تکلیف برداشت کرنے کے لئے ترک موالات کی تحریک میں شامل ہوگا تو دس آدمیوں کے دل میں قومی نفرت اور عداوت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ جب یہ مان لیا جائے گا کہ یہ ایک قسم کا ہتیار ہے جو سیاسی مقصد کے لیے استعمال ہو سکتا ہے تو آپ اس کی حد بندی نہیں کر سکتے ہیں کہ اس کا استعمال کہاں تک کیا جائے اور کس مقام پر اس کو روک دیا جائے۔

مجھکو معلوم نہیں ہے کہ گذشتہ ایام میں کسی مقام پر اس قسم کی کسی تحریک نے کوئی بڑا مقصد حاصل کر لیا ہے۔

میرا یہ خیال نہیں ہے کہ سن فین جماعت کا حوالہ دیکر اس تحریک کے حامی اسکو جائز قرار دے سکتے ہیں۔ کیونکہ سین فین جماعت تو مسلح اور غدار ہے اور کسی صورت میں بھی آپ تحریک ترک موالات کو اُن کی تحریک نہیں کہہ سکتے ہیں

ترک ملازمت جب میں اس تحریک کو نا قابل عمل بتاتا ہوں تو میرے روبرو یہ تجویز موجود ہے کہ تنخواہ دار ملازم اپنی ملازمتیں ترک کر دیں۔ میں کہتا ہوں کہ ماتحت ملازموں سے نوکری چھوڑنے کی درخواست کرنا نہایت نامناسب اور غیر منصفانہ حرکت ہے۔ کیونکہ ججان ہائی کورٹ اور دیگر ہندوستانی اعلیٰ افسران سے تو یہ توقع نہیں ہوتی ہے کہ وہ اپنی ملازمت کو خیرباد کہدیں گے۔

اگر آپ اپنے بچوں کو سرکاری مدرسوں سے اُٹھالیں گے تو اس سے بجز آپکے اور آپ کے بچوں کے اور کس کو نقصان پہونچے گا۔ یہ ایسی ہی مثال ہے کہ کسی کے بُرا کہنے سے اپنی ہی ناک کاٹ ڈالی جائے۔ انکم ٹیکس اور مالگذاری نہ ادا کرنے کے متعلق مجھکو یہ معلوم کر کے بڑی دلچسپی ہوگی کہ اس صوبہ میں ایسے کس قدر

زمیندار اور تعلقدار ہیں جو سرکاری افسران کو یہ جواب دیں گے کہ ہم ٹیکس اور مالگذاری نہیں دیں گے۔

فوج اور پولس کی ملازمت ترک کرنا۔ اور اپنا پروگرام مکمل کرنے کے لیے آپ یہ چاہتے ہیں کہ فوج اور پولس سے مستعفی ہونے کی درخواست کریں۔ میں اس کو ہرگز نہیں باور کرتا ہوں کہ یہ امر وقوع میں آسکتا ہے۔ اور اگر ایسا ممکن بھی ہو جائے تو کیا آپ کا اس کو ترک [illegible] کہنا جائز ہوگا میں تو اس وقت اسکا نام غدر رکھوں گا۔ جہاں تک میری پارٹی کا تعلق ہے۔ ہم لوگ تو کونسلوں کو بائیکاٹ کرنے پر تیار نہیں ہیں اور زمینداران کے لئے بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھی کونسلوں کو بائیکاٹ نہیں کریں گے۔ اور کونسلوں کو بائیکاٹ کردینے سے ہم کو سیلف گورنمنٹ کسی طرح بھی نہیں مل سکتی ہے۔

حالت موجودہ عارضی ہے اور چند واقعات کے باعث یہ حالت پیدا ہوگئی ہے لیکن ناراضی کی صورت میں کوئی کام ہندوستان میں مستقل طور پر ہرگز نہیں ہوسکتا ہے۔

ترک موالات

نیو انڈیا

تحریک ترک موالات پھیلتی جاتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی کی رائے پس پشت ڈالدی جائے گی۔ مسٹر گاندھی نے تو یہ فرمایا تھا کہ بتدریج طلبا کو اسکولوں سے اٹھانا اور وکلاء کو وکالت ترک کرنا چاہیے۔ لیکن نہایت حقارت کے ساتھ کانگریس [illegible] سے یہ خارج کردیا گیا۔ مسلم لیگ نے تو ابتدا سے اور دیگر انجمنیں اب اسکا اتباع کر رہی ہیں

چنانچہ سلطنت کانفرنس نے جس میں ایک ہزار ڈیلیگیٹ اور تین ہزار وزیٹر صاحبان شریک تھے حسب ذیل تجاویز پاس کر دیں۔

(۱) یوروپین کاشتکاروں اور تاجروں کے یہاں ملازمت نہ کرنا اور جو ملازم ہیں اُن کو بتدریج ملازمت چھوڑ دینا چاہیے۔ (۲) وکلاء کو یوروپین کاشتکاروں اور تاجروں کے مقدمات کی پیروی نہ کرنی چاہیے (۳) لوگ جدید پٹہ نہ تحریر کریں اور نہ پورانے پٹوں کی تجدید کریں (۴) کسی ایسی تقریب میں شرکت نہ کرنی چاہیے جس میں اس قسم کے غیر سرکاری یوروپین مدعو کیے گئے ہوں۔ علاوہ بریں اسی کانفرس نے اہل ہند سے حسب درخواست کی۔

(۱) غیر سلطنتوں کا مال اول گورنمنٹ خریدتی اور پھر ہمارے ہاتھ فروخت کرتی ہے اسکی مخالفت کرنا اور خام پیداوار کی تجارت سلطنت برطانیہ سے باہر دوستانہ ممالک سے کرنے کی ترغیب دینا (۲) برطانیہ عظمیٰ سے آنے والے سامان عیش وآرام کو بائیکاٹ کردینا۔ دیگر ممالک کی صرف اُن ہی چیزوں کے استعمال کو جائز قرار دینا جن کی ضرورت دیسی سامان نہ ہونے کے باعث موجود ہے (۳) برطانیہ بنکوں سے کل روپیہ نکال لینا اور بیرونی تجارت کی غرض سے غیر برطانی بنکوں کی سرپرستی کرنا۔ (۴) تجارتی انجمنیں قایم کرنا جن کے ذریعہ سے مزدوری پیشہ جماعت کو اُن کے حقوق اور آزادی کی تعلیم دیجائے۔ (۵) اُن تمام صنعتی کارخانوں سے بتدریج ہندوستانی مزدوران کو علیحدہ کرلینا جن میں برطانیہ کی مالی امداد ہے یا برطانی انتظام میں ہیں۔ (۶) اُن تمام قوانین کی منسوخی کا مطالبہ کرنا جن کی رو سے مزدوری پیشہ جماعت کے انسانی حقوق تلف ہوتے ہیں (۷) گھروں میں صنعت وحرفت کا رواج دینا تاکہ ضروریات زندگی فراہم ہوجائیں۔

ان قراردادوں کے معائنہ سے معلوم ہوگا کہ وہ زیادہ تر مسٹر پال کی ترمیم سی لی گئی ہیں۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ غیر برطانی بنکوں کی سرپرستی بیرونی تجارت کس طرح کرسکتی ہے

کیا ہندوستانی بنکوں کے نام کی ہنڈیوں کا روپیہ لندن میں مل سکتا ہے؟

ہم نے اس کی کوشش کی لیکن ہم کو ناکامی ہوئی۔

قومی یونیورسٹیاں قایم کرنا - ترک موالات کی ہدایتوں میں درج کیا گیا ہے کہ قومی یونیورسٹیاں قایم کرنیکی کوشش کرنا چاہیے کیا یہ ہدایت کرنے والوں کو اس کا اندازہ ہے کہ یونیورسٹیاں قایم کرنیکے لیے کسقدر قابل آدمیوں کسقدر روپیہ اور کتنی لگاتار محنت کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی - دوسری ہدایت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اُن لوگوں سے تجارتی تعلقات منقطع کر دئے جائیں جو کانفرس کی تجویز کی عدول حکمی کریں ہم دریافت کرتے ہیں کہ جو مزدور انگریزی کارخانوں وغیرہ سے علٰحدہ کر لیے جائیں گے اُن کو کون ملازم رکھے گا - اور بیکار مزدوروں کی بیوی بچوں کے مصارف کون ادا کریگا۔ اگر آسام میں اس قرارداد پہ عمل ہو گیا تو انگریزوں کا دیوالہ ہی نکل جائیگا۔ لیکن مزدوری پیشہ جماعت بھوکی مر جائیگی انگریزوں کا کاروبار بغیر سخت مصیبت برپا کئے ہوئے یکلخت بند نہیں ہو سکتا ہے

مسٹر شاستری کا جو رزولیوشن مسترد ہو گیا اُسکے متعلق اخبار ہندو میں کئی مضامین شایع ہوئے ہیں لیکن مضمون نگار کو غالبًا یہ معلوم نہیں ہے کہ اگزکٹو کونسل میں حکام کی میجارٹی ہے جسکے صدر نواب گورنر جنرل ہیں لیجسلیٹو کونسل کی دو جماعتیں ہیں دونوں میں منتخب شدہ ممبران کی میجارٹی ہے۔ اور نواب گورنر جنرل ان دونوں کی صدارت نہیں کریں گے اس سے نواب گورنر جنرل کی قوت بالکل ٹوٹ جائیگی۔ اور وہ آئینی بادشاہ کی طرح ہو جائیں گے۔ اب اس بات کا رعایا پر کہ گورنمنٹ پر انحصار ہے کہ اس پر کسقدر جلد عمل ہوگا۔ اس اخبار کے ایک مضمون نگار فرماتے ہیں کہ اگر رزولیوشن ایک قسم کا حکم ہے تو اسکو مکمل حکم ہی ہونا چاہیے اور اس کے فقروں میں سے اپنی مرضی کے مطابق پسند کر لینے کا اختیار نہ ہونا چاہیے یا بندی ہو تو پورے حکم کی ہو اور دریافت کرتا ہے کہ ہندوستان کے لاکھوں آدمی کیا کریں گے - جب وکیل عدالتوں میں جانا، طالب علم پڑھنا۔ اور اسکولوں و کالجوں میں جانا

[illegible] اور کونسلوں [illegible] کام نہ ہوگا اور [illegible] پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا

[illegible] وکیل [illegible] بیشتر لوگوں میں افلاس نمودار ہوگا اور اسی قسم کے

سوالات [illegible] کانگریس کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں بے اعتباری پیدا کر دی ہے اور

اس کی منظور کردہ تجویز کو وہ قبول نہیں کرتا ہے"

قومی اسکول

مسٹر گاندھی نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا ہے کہ قومی اسکول پیدا ہو جائیں گے لیکن اس مہمل بات کو ہم نہیں مان سکتے کہ اسکول خود بخود کس طرح پیدا ہو جائیں گے۔ لاکھوں طلبا کے لیے کون اسکول بنا رہا ہے یہ اسکول خواہ خس پوش اور کچی عمارت ہی کے کیوں نہ ہوں۔ اور اساتذہ کو تنخواہ کون دیگا۔

مسٹر گاندھی فرماتے ہیں کہ موجودہ اساتذہ قومی اسکولوں میں چلے جائیں لیکن سوال اس میں ہے کہ کیا اُن کو موجودہ تنخواہ بدستور ملے گی؟

محض خیالی لغو باتیں بک دیجاتی ہیں اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ آخر ان پر عمل کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور جاہل لوگ یہ سمجھکر ان تجاویز کو قبول کر لیتے ہیں کہ ہمارے لیڈر ہی کام کرنے کو خود موجود ہیں۔ جو ایسے دنیاوی کام کریں گے جیسے کہ کونسلوں میں اپنے آدمی بھیجتا ہے۔ ترک موالات نے غیر برہمن قوموں میں باہمی مخالفت پیدا کر دی ہے خیال ہے اگر باجپئی لوگ گورنمنٹ کی خوشامد میں لگے ہوئے ہیں کہ کچھ مہربانی ہو جائے ایک غیر برہمن کانفرنس نے ترک موالات کا رزولیوشن پاس کر دیا اور کونسل کے امیدواروں کو حکم دیا کہ اپنے نام واپس لے لیں۔ اس تیز آتش بازی سے کھیلنے کے بہت سے عجیب غریب نتائج برآمد ہونگے مجھکو تو یہ عجیب و غریب آدمی معلوم ہوتے ہیں کہ شہر بہ شہر بے تکان دوڑ لگاتے چلے جاتے ہیں اور جس جگہ ٹھہر جاتے ہیں وہاں پر ایک بے حد طوفان برپا کر دیتے ہیں۔

ترک موالات

نیو انڈیا

ریفارم ایکٹ

ترک موالات کی تحریک جو ایک ایسے وقت میں ہندوستان کی مرفہ الحالی اور امن و امان کو درہم برہم کر دینے کا اندیشہ پیدا کر رہی ہے جب کہ دفتری حکومت کے اختیارات منتقل ہو کر رعایا کو مل رہے ہیں پس کوئی تعجب کا مقام نہیں کہ وہ لوگ اس تحریک کی حمایت کر رہے ہیں جنہوں نے ریفارم ایکٹ کو پڑھنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں فرمائی کیونکہ یہ فرض کر لینا تو سراسر ظلم ہوگا کہ وہ قصداً جھوٹے افسانے خود تراشتے ہیں اور اخباروں میں شائع کراتے ہیں اور ان لغو بیانات کی تائید قوم پرستوں کے جلسوں میں ہوتی ہے جو ان لغو بیانات سے ماڈریٹ پارٹی کی مذمت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کونسلوں کی ممبری حاصل کرنے کے لئے محض بیکار باتوں کے موئید بن گئے ہیں۔ چنانچہ ان جھوٹے بیانات کی تائید میں ہم ہندو اخبار سے ایک خط ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

"نہایت اہم معاملات جن پر کہ ملک کی زندگی اور ترقی کا انحصار ہے وہ تو دفتری حکومت نے اپنے قبضہ میں رکھے ہیں اور اُن کا پورا اختیار اُنھی کو حاصل ہے۔ ہمارے نمائندے کونسلوں میں جو مخالفت کریں اُس کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی،،

کیا یہ بیان سچا ہے؟ کیا زراعت۔ حفظانِ صحت۔ لوکل گورنمنٹ۔ اور تعلیم کے شعبے دفتری حکومت کے قبضہ میں ہیں؟

کیا یہ شعبے اس قدر اہم اور ضروری نہیں ہیں جن پر ملک کی فارغ البالی اور ترقی کا انحصار ہے؟ البتہ شعبہ مال گزاری ہمارے قبضہ میں آنے سے رہ گیا ہے اور یہ فروگزاشت اس ایکٹ میں ضرور ہوگئی ہے لیکن کیا ہند واخبار کا وہ خط صداقت پر مبنی ہو سکتا ہے بالخصوص اس صورت میں کہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ یہ شعبے نہایت اہم ہیں جو ہم کو دیئے گئے ہیں۔ اور ان کا پورا اختیار وزرا کو مل گیا ہے اور وزرا کے فیصلہ کے خلاف مشیر رائے نہیں دے سکتے ہیں کیونکہ اگر منتخب شدہ ممبران وزرا کی حمایت کرینگے تو اگر مشیروں کی رائے خلاف بھی ہوگی تو اُن کی کچھ پیش نہ جائیگی۔ ایک بات کو ایڈیٹر کہتا ہے لیکن گورنر اپنی رائے سے بل کو مسترد کر سکتا ہے اور اُس پر اپنے دستخط کرنے سے انکار کر سکتا ہے، بفرض محال گورنر صاحب ایسا ہی کریں تو وزیر مستعفی ہو جائے گا اور ممبران اس کی حمایت کرینگے نتیجہ یہ ہوگا کہ گورنر صاحب کونسل کو شکست کر کے دوبارہ انتخاب کرائیں گے اور اگر رائے دہندگان نے پھر ان ہی ممبران کو منتخب کر دیا اور وہی بل پیش ہوا تو رپوٹ میں صاف درج ہے کہ ایسی حالت میں گورنر صاحب کو کونسل کے ممبران کی رائے کا اتباع کرنا چاہیئے۔

کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کونسل اور ممبران استقلال سے کام نہ لیں گے؟ اگر ایسی صورت پیش آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہم سیلف گورنمنٹ کے لائق ہرگز نہیں ہیں۔ اور ہم کو یقین کامل ہے کہ وہ استقلال سے کام لیں گے اور اپنے مخالف گورنر سے آزادی کی بازی جیت لیں گے جس طرح کہ انگلستان اپنے مخالف بادشاہوں سے آزادی کی جنگ میں کامیاب ہو گیا۔ آزادی نہیں دی جاتی ہے بلکہ حصول آزادی کے اختیارات دیئے جاتے ہیں اور اگر یہ اختیارات صرف مہربانی اور نوازش متصور ہوں تو عرصہ تک قایم رہیں گے۔ دائمی بیداری اور موقع شناسی ہی آزادی حاصل کرنے کا وسیلہ ہے جب حکمران کوئی استحقاق رعایا کو عطا کر دیتے ہیں تو اب یہ فرض رعایا کا ہے کہ وہ اپنے

اس استحقاق سے فائدہ اٹھائے اور اس میں مزید ترقی اور توسیع حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے لئے ہمیشہ سرگرمی کے ساتھ جھگڑتی رہے تاکہ اُس کو فتحمندی حاصل ہو جائے ۔ یہ مقولہ بالکل صحیح ہو کہ "قومیں خود بنتی ہیں" اس لئے ہندوستان کو اپنی حالت خود درست کر لی چاہیے ۔ انگلستان اُس کی حالت نہیں درست کرسکتا ہو انگلستان سے جو ممکن تھا وہ ہندوستان کو اُس نے دیدیا اور اب آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہندوستان ہی کا کام ہو ۔

سب سے اوّل اِس بات کی ضرورت ہو کہ لوکل گورنمنٹ کی غرض سے موجودہ ایکٹ میں مناسب ترمیمات کرنے کے واسطے ایک بل پیش کیا جائے جس کی رو سے یورپین صاحبان کو مداخلت کا موقع نہ رہے ۔

شعبہ جات تعلیم حفظان صحت اور زراعت کی کامیابی زیادہ تر دیہاتی پنچایت تعلقہ بورڈ اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے صرف اسی طریقہ سے لوگ اپنے نمائندوں کے وسیلہ سے ان تمام معاملات میں اپنے پر خود حکومت کر سکتے ہیں جن کا اثر اُن کی روزانہ زندگی اور خوشحالی پر پڑتا ہے اور اسی سیلف گورنمنٹ نے ہندوستان کو ننانوے قبل مسیح سے لے کر ۱۸۵۸ء تک مالدار اور خوشحال بنائے رکھا اگرچہ اس دوران میں سیکڑوں حملے ہوئے اور ہزاروں بلائیں نازل ہوئیں اور اسی کی تجدید کرنے سے ہم ہندوستان میں پھر مرفہ الحالی پیدا کر سکتے ہیں اور یہ کام انگریزوں کے کرنے کا نہیں ہے چنانچہ پنچایت ایکٹ میں عورتوں کو رائے دینے کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے جو اُن کو نامعلوم زمانہ سے حاصل تھا ۔ لیکن کیا صرف کونسل میں قابل آدمیوں کے بھیجنے سے حقیقی لوکل سیلف گورنمنٹ حاصل ہو سکتی ہے اور کیا یہ کونسل دیہات کی تعلیم حفظان صحت اور زراعت کا انتظام اور اُن میں ترقیات کر سکتی ہو اور دیہاتی زندگی کی ضروریات سے آگاہ ہو سکتی ہو ان کاموں کو تو گاؤں والے ہی اچھی طرح کر سکتے ہیں مسٹر گاندھی

فرماتے ہیں کہ کونسلوں کو بائیکاٹ؟ اگر ایسا کیا گیا تو کونسلوں میں ایسے نااہل پہنچ جائیں گے جو کاشتکاروں کے حال سے مطلقاً آگاہ نہ ہونگے۔ اگر لبرل ہوم رول لیگ [illegible] اور قوم پرست پارٹی کے لوگ کونسلوں میں نہ جائینگے تو پھر کونسلوں [illegible] یورپین۔ عیسائی اور جو حکم ہندو اور مسلمان داخل ہو جائیں گے اور مسٹر گاندھی [illegible] مقدر کی باگ ان نااہلوں کے ہاتھ میں آیندہ ۳ سال کے لئے دیدیں گے اور مسلمان قوم باہر بیٹھے ہوئے گورنمنٹ کو پریشان کرنے کی تدابیر سوچتے رہیں گے

ہندو اخبار کے وہی مضمون نگار صاحب ہم سے یہ ضمانت چاہتے ہیں کہ کونسلوں میں ہندوستانیوں کے جذبات اور ہندوستانیوں کی رائے کی توہین نہ کی جائے۔ دفتری حکومت والے توہین نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ جلسوں میں گورنمنٹ کی مخالفت [illegible] اور مخالفانہ تقریریں کرنے سے گورنمنٹ کے کام میں کچھ خرابی نہیں آسکتی ہے لیکن لیجسلیٹیو کونسل میں اگر ممبران استقلال کے ساتھ کوئی رائے قائم کریں گے تو گورنمنٹ اُس کی خلاف ورزی نہیں کرسکتی ہے۔ تارکین موالات ہمیشہ آفیشل میجارٹی کے زمانہ کی روایتیں بیان کرکے استدلال کرتے ہیں کہ منتخب شدہ میجارٹی کے زمانہ میں بھی وہی واقع ہوگا لیکن اس صورت میں کہ حالت بالکل بدل گئی ہے پس لامحالہ نتیجہ کا بھی تبدیل ہونا ضروری ہے کونسل سے باہر رہنے والے حضرات کو کونسل کے ممبران سے زیادہ قوت کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟ اور صرف تعلیمی مباحث کو دلیل ٹھہرایا جاتا ہے لیکن قانون سازی کے مباحث کو تعلیمی کس طرح بتا سکتے ہیں؟ تارکین موالات ریپ ڈین ونکل ہیں جو ہمیشہ گزری ہوئی باتوں کا دُکھڑا رویا کرتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۶۰۰ رائے دہندگان میں سے ۱۸۲۶ نے رائے دی لیکن معاملہ تو اُس وقت صاف ہوتا کہ ۶۰لاکھ رائے دہندگان سب رائے دیتے یا سب نے رائے دینے سے انکار کیا ہوتا۔

ہم کو حسب ذیل دلیل دیکھکر سخت مایوسی ہوئی جس میں درج ہے کہ:۔

"ممبران کی تعداد بڑھا دینے سے کیا ہوتا ہے کیونکہ رزرولیوشن پیش کرنے اور مباحثہ کی اجازت مل گئی ہو لیکن قانون صرف اُس صورت میں بن سکتا ہو کہ حکام منظور کریں۔ ریفارمروں کو اس سے زیادہ اختیار حاصل نہیں ہو"

لیکن غالباً یہ معلوم نہیں ہو کہ حکام کو منتقل شدہ شعبہ جات سرکاری سے کوئی تعلق نہیں ہو۔

ایک اور تارک موالات فرماتے ہیں کہ قومی خودداری کی وادرسی حاصل کرنے میں چونکہ سب ممبران کو ناکامی ہوئی اور اسی وجہ سے ترک موالات کی تجویز پیش کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، لیکن واقعہ یہ ہو کہ جدید اختیارات سے پیشتر ناکامی ہوئی تھی اور وہی صاحب موجودہ منتخب شدہ ممبران کی میجارٹی کو بھی بارہا آزمائی ہوئی کارروائی بتاتے ہیں، لیکن کم از کم کچھ وقت تو ان ممبران کی آزمائش کے لئے ضرور دینا چاہیئے اور بہترین اصحاب کو کونسلوں میں بھیج کر دیکھنا چاہیئے کہ کیا نتیجہ مرتب ہوتا ہو جس طرح کہ اور ملکوں کے قابل آدمی اپنی کونسلوں میں قوم اور ملک کی فلاح کے کام کیا کرتے ہیں۔ لیکن ان صاحب کو تو ان معاملات سے کچھ سروکار ہی نہیں ہو۔

کونسلوں کو بائیکاٹ کرنے کے متعلق زبردست ایثار کرنا بیان کیا جاتا ہو اور جو لوگ ممبر ہونا چاہتے ہیں اُن کو خودغرض بتایا جاتا ہو حالانکہ صداقت اسکے بالکل برعکس ہو۔ اگر کوئی بڑا وکیل قومی خدمت کے لئے وکالت کو ترک کر دے تو یہ تو ایثار ہے نہیں لوگ اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اُن لوگوں کے ایثار کی تعریف کی جاتی ہے جو کچھ بھی نہیں کرتے ہیں۔ وہ تمام طلبہ جو ترک موالات کے لئے بڑا غل غپاڑہ مچاتے ہیں اپنی تعلیم کیوں ترک نہیں کرتے تاکہ ایثار کا نمونہ پیش کریں۔

حقوقِ انسانی

نیو انڈیا

مقلدین گاندھی کے مظالم

دفتری حکومت کے غیر محدود اختیارات کے زمانہ میں ملک کے حقوق کی اتنی پائمالی نہیں ہوئی تھی جس قدر کہ مسٹر گاندھی اور اُن کے مقلدین کے ہاتھ سے آج کل ہو رہی ہے وہ ایسا ظلم پھیلا رہے ہیں جس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر وہ گورنمنٹ کو معطل کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو گئے تو اُس وقت ہم کو کیسی سختیاں اور مظالم برداشت کرنا پڑینگے۔ نہایت شرمناک مناظر دکھائی دیئے جنہوں نے کلکتہ کانگریس کی وقعت کو خاک میں ملا دیا۔ جب کہ مسز اینی بسنت کی تقریر پر غل غپاڑے مچائے گئے اور مسٹر گاندھی کی نوازش سے اُن کو لب کشائی کی اجازت ملی اور مسٹر جمنا داس دوارکا داس کی تقریر پر ہلڑ مچا دیا گیا۔ مسٹر گاندھی نے اس میں دست اندازی نہ کی اور صاحب صدر حاضرین جلسہ پر اپنا کچھ قابو اور اثر نہ رکھتے تھے۔ اور پھر اس کا اتباع چھوٹے جلسوں میں بھی کیا گیا۔ چنانچہ مراد آباد کے جلسہ میں کلکتہ کی پیروی ہوئی بلکہ وہاں سے بھی نمبر بڑھ گیا جلسہ میں اس قدر غل، غپاڑہ، ہنگامہ اور ہلڑ برپا تھا کہ صاحب صدر نے کئی مرتبہ خموش رہنے کا حکم دیا لیکن کسی نے نہیں مانا اور مسٹر گاندھی بھی تقریر نہ کر سکے آخر کار عاجز آکر صاحب صدر نے کہا کہ اگر آپ لوگ اس قدر ہنگامہ کرینگے تو میں کرسی صدارت کو چھوڑے دیتا ہوں۔ اب خموش ہو جائیے اور مسٹر بانکے بہاری لال ورما کی تقریر سُن لیجئے۔

اگر گورنمنٹ ہر ایسے مقرر کی زبان بندی کردے جو اس کے خلاف گفتگو کرے تو گورنمنٹ کو اس قدر ظالم بتایا جائے گا جس کے شور سے آسمان بھی گونج جائے گا۔ گورنمنٹ کی ایسی کارروائی اور لوگوں کی حرکت میں کیا فرق ہے جو شور و غل مچا کر کسی ایسے شخص کو بولنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں جس کے خیالات سے وہ متفق نہیں ہوتے ہیں۔ آزادی تقریر کے متعلق جلسوں میں عموماً ظالمانہ حرکت کر رہے ہیں گورنمنٹ اپنے متعلق ظالم بے رحم اور بے ایمان وغیرہ ناشائستہ الفاظ سنتی ہے اور مسکرا کر رہ جاتی ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتی ہے۔ کسی مقام پر آزادی تقریر کے متعلق حکام کوئی دارو گیر نہیں کرتے ہیں لیکن مسٹر گاندھی کے چیلوں اور حواریوں نے دفتری حکومت کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اور جبریہ اپنے احکام منواتے ہیں اور ان کی ظالمانہ حرکات زمانہ قدیم کے احکام کی کارروائیوں سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہیں اب تقریر کرنے کی آزادی کسی جلسہ میں اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ روحانی حکومت والوں کی رائے کا اتباع نہ کیا جائے۔

ہندوستانیوں کی قدیم تہذیب خود ضبطی مہربانی اور حسن سلوک اب بالکل غائب ہو گئے ہیں اور ان میں مشرقی جلسوں کی بیہودگی آگئی ہے اور اب زیادہ عرصہ نہ گزرے گا کہ مقررین اور اُن لوگوں کے ساتھ جو حاضرین جلسہ کے جذبات سے متفق الرائے نہ ہونگے اشتدادی ترک موالات ہونے لگے گا ابھی تو اشتدادی ترک موالات تقریر ہی تک محدود ہے پھر عملاً ظاہر ہو جائے گا۔ یقیناً مسٹر گاندھی تو خود اس کی ذمہ داری قبول نہیں کرینگے بلکہ یہ کہکر علیحدہ ہو جائینگے کہ میں نے تو غیر اشتدادی ترک موالات کی نصیحت کی ہے۔ لیکن جو تجویز کہ پیش کی گئی اُس کا نتیجہ جب نقض امن ہے تو یہ الفاظ کہدینا بے معنی ہے کہ ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

جس طرح کہ ترک موالات کی تحریک بالغ آدمیوں کو تقریر کی آزادی سے باز

رکھنے کی کوشش کرتی ہے اس طرح یہ نابالغ بچوں کو تعلیم سے محروم کرنے کی فکر میں ہے لیکن خوش قسمتی سے والدین جو ترک موالات کے زبردست حامی ہیں اسپیکروں کو بولنے نہیں دیتے اور غل شور مچاتے ہیں وہ خود حامی موالات ہیں اور انہوں نے اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں سے اُٹھا لینا گوارا نہیں کیا اور اپنی ضد سے اُنہوں نے اپنے بچوں کو اس مصیبت سے بچا لیا ہے فی الحقیقت یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے اگرچہ نمایندگی کے حق کو نیشنل کانگریس ۱۸۸۵ء سے طلب کر رہی ہے لیکن یہ حضرات اس کے حقوق کو پائمال کر رہے ہیں۔ لوگوں کو یہ ترغیب دی جاتی ہے کہ شہریت کے فرائض ترک کر دیں اور اپنے ملک کی حکومت میں شرکت کرنیکے حق سے دست برداری دے دیں اور جلسے کر کے اور وفد بھیج کر لوگوں کو یہ نصیحت کی جاتی ہے کہ انسانی آزادی کے حقوق سے دست کش ہو جائیں اور ووٹ شمار کرنیکے مقامات کے راستوں میں پہرے لگا دیئے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو وہاں جانے سے روکدیا جائے اور رائے دینے کا جو حق اُن کو حاصل ہے اُس سے اُن کو محروم کر دیا جائے۔

استشدادی حرکات کی دادرسی کے حق پر بھی حملہ کیا جاتا ہے اگر کوئی شخص ڈاکہ ڈالے کسی کو مارے پیٹے یا مار ہی ڈالے تب بھی سرکاری عدالت میں چارہ جوئی نہ کی جائے قانونی عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے تاکہ مظلوم وہاں جاکر فریاد کرتا تو بجا ظالم کے خلاف شہادت تک نہ دے سکے۔

مسٹر گاندھی نے حقوق انسانی کے خلاف اس جہاد کا جھنڈا بلند کیا ہے یہ سیدھا راستہ غداری اور بدامنی تک پہونچتا ہے۔ ہم نے مسٹر گاندھی کے پروگرام کی دیگر خرابیاں ابھی نہیں بیان کی ہیں مثلاً اُس میں یہ تجویز بھی درج ہے کہ پولس اور فوج سے درخواست کی جائے کہ وہ ملازمت چھوڑ دیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہماری سرحد غیر محفوظ ہو جائے شاید اُن کو اپنے دوست مسٹر شوکت علی کی یہ رائے پسند آگئی ہے کہ افغان

نیچے لوگ اور نیک مسلمان ہیں اور اس طرح وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے شہروں کو لٹیروں کے رحم پر چھوڑ دیں اگر وہ اپنی تجاویز میں کامیاب ہوگئے تو فوجی حاکم ہی ہم کو بچا سکتا ہے اور آزادی کی تمام اُمیدیں جو بار آور ہونا شروع ہوگئی ہیں پائمال ہوکر رہ جائیں گی۔ اس وقت ضرورت تو یہ تھی کہ کونسلوں میں نہایت قابل اصحاب بھیجے جاتے جو وہاں پر قابلیت سے کام کر کے دکھا دیتے لیکن مسٹر گاندھی ہندوستان کی آزادی کے دشمن۔ مسٹر ہنڈیم وغیرہ کی رائے پر خود عمل کر رہے ہیں اور اس نازک موقع پر لوگوں کے جذبات مشتعل کر رہے ہیں جس طرح کہ مدراس کے غیر برہمنوں نے کیا تھا۔ کیا اہل ہند اس عمیق غار میں گرنے کے خطرہ سے آگاہ نہ ہو جائیں گے جس کی طرف وہ راستہ بھول کر جا رہے ہیں۔

ہذیان سرائی

مسز اینی بسنت صاحبہ

دشمنان تعلیم کے کارنامے

مدرستہ العلوم علی گڑھ میں جو ہنگامہ برپا کیا گیا تھا وہ رفع ہو گیا اور ٹرسٹیوں کے استقلال اور صاحب مجسٹریٹ ضلع کے تدبر سے کالج کی عمارات سے خطرہ رفع ہو گیا۔ ٹرسٹیان نے صاحب مجسٹریٹ ضلع سے درخواست کی تھی کہ جو املاک ہماری قوم نے ہمارے سپرد کی ہیں اُن کو مسٹر محمد علی اور اُن کے غدار طلبا نقصان پہونچانے کے درپے ہیں۔ اس سے قبل مسٹر محمد علی نے بہت کچھ ہذیان سرائی کی تھی وہ فرماتے تھے کہ میں احکام الٰہی کی تعمیل کر رہا ہوں اور ٹرسٹیان کی منت سماجت پر وہ عمارات کالج سے نکلنے پر راضی

نہیں ہوئے تھے۔ پروفیسر ہکسلے نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ بعض لوگ خداوند عالم کے متعلق اس قسم کی باتیں کرتے ہیں گویا اُس کے ساتھ چائے پیتے اور گپ کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح بعض تارکینِ موالات ہذیان سرائی کیا کرتے ہیں لیکن جب صاحب مجسٹریٹ ضلع نے سواری اور بار برداری کا بندوبست کر کے مسٹر محمد علی سے کہا کہ یہاں سے چلے جائیے اُس وقت احکام الٰہی ختم ہو گئے اور مسٹر محمد علی نے ایک سرکاری آفیشل سے موالات کی اور بورڈنگ چھوڑ کر چلدئیے اس واقعہ سے یقیناً ہمارے نوجوان بہت کچھ سبق حاصل کرینگے کہ ان کو ایسے لوگوں کی ہدایت پر عمل نہیں کرنا چاہیے جو سرکاری حکام کے آتے ہی کان دبا کر چلدیتے ہیں۔ اس لئے اُن کو تارکین موالات سے کسی قسم کی امداد کی توقع ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ اُن کے پاس صرف زبانی جمع خرچ ہی وہ بچوں کو تباہ کرنے کے درپے ہیں اُن کی امداد کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ جدید یونیورسٹی (نیشنل) کا افتتاح ۲۸ ر اکتوبر کو ہونے والا تھا لیکن مضمون لکھنے کے وقت یعنی ۲ ر نومبر تک ہم کو اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی ہی۔ مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیے بہت سے جلسے کیئے گئے اور دعائیں مانگی گئیں۔ ۲۸ ر اکتوبر کو نماز سے فارغ ہو کر مسٹر حسرت موہانی نے یہ تحریک پیش کی کہ علی گڑھ کالج کی عمارات کو نیشنل یونیورسٹی بنا دیا جائے اور کسی صورت میں بھی عمارت کو نہ چھوڑا جائے۔ جیسا کہ پیشتر بیان کر دیا گیا ۳۱ ر اکتوبر کو عمارات کالج خالی کر دی گئیں۔ مسٹر حسرت موہانی نے یہ بھی فرمایا کہ ٹرسٹیان چونکہ ترکِ موالات کے مخالف ہیں اس لیے وہ مسلمان نہیں ہیں اور اس وجہ سے وہ ٹرسٹی نہیں رہے اور اُن کے احکام کی پابندی ہم پر ضروری نہیں رہی، لیکن سوال یہ ہی کہ ان صاحب کو قطعی فیصلہ کا اختیار کس نے دیدیا کہ ٹرسٹیان کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کر دیں؟

۲۹ ر اکتوبر کو ایک جلسہ میں مسٹر محمد علی نے ٹرسٹیان کی بے حد مذمت اور اہانت کی اور بیان کیا جاتا ہی کہ اُسی جلسہ میں یہ آوازیں سُنائی دیں کہ ڈاکٹر ضیاء الدین کو

مار ڈالو، اگر خدانخواستہ اُن کے اشتعال سے ایسا قتل واقع ہوگیا تو کیا مسٹر محمد علی اس کے مجرم ہونے سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں ؟

جدید یونیورسٹی کے افتتاح کے واسطے لوگوں کو مدعو کیا گیا کہ بے حد جوش و خروش اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ یہ لوگ تباہ کرنا جانتے ہیں۔ بنانا نہیں جانتے شور و غوغا تو بہت کچھ مچاتے ہیں لیکن کوئی دانشمندانہ کام نہیں کرتے ہیں۔ ہذیان سرائی کا دوسرا نمونہ نیشنل یونیورسٹی کا قائم ہونا ہے۔ یہ جدید یونیورسٹی ۲۹ راکتوبر کو قائم ہونے والی تھی اور اُمید یہ تھی کہ اتحاد ثلاثہ (مسٹرز گاندھی۔ محمد علی۔ شوکت علی) کالج کی عمارات اور املاک پر جبریہ قبضہ کرلیں گے اور ہرگز خالی نہ کریںگے اور اسی میں جدید یونیورسٹی قائم کر دیں گے ان لوگوں کا جبریہ قبضہ تو کالج کی عمارت پر نہ ہو سکا کیونکہ مسلمان اس کے ٹرسٹی تھے اور اُنھوں نے قبضہ نہ ہونے دیا اس لیے قومی یونیورسٹی نمبر ا تو قائم نہ ہو سکی۔ دوسری قومی یونیورسٹی الہ آباد میں یکم نومبر کو قائم ہونے والی تھی اور اُس کے واسطے مسٹر موتی لعل نہرو نے اپنا خوشنما مکان دیدیا تھا لیکن صرف ایک خالی مکان سے یونیورسٹی نہیں بن سکتی ہے۔ یونیورسٹی قائم کرنے کی گفتگو محض جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے ہوتی ہے اور لوگوں کو اس واقعہ سے لاعلم رکھنا مدنظر ہوتا ہے کہ یہ سب زبانی جمع خرچ ہے کچھ کام تو ہوتا ہی نہیں۔ تباہ کن تحریک کا دوسرا حملہ ہندو یونیورسٹی پر ہونے والا ہے مسٹر گاندھی فرماتے ہیں کہ میں ان سب درسگاہوں کو فوراً تباہ کر دینے کی تجویز سوچ رہا ہوں، کس وجہ سے؟ سنٹرل ہندو کالج اور اسکولوں کو کبھی ایک پیسہ بھی سرکاری امداد کا نہیں ملا۔ اب یونیورسٹی کو گورنمنٹ نے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی امداد دی ہے اور اس میں بھی کوئی شرط نہیں لگائی ہے۔ اس نے آخر کیا قصور کیا ہے جو اس کو تباہ کرنا مقصود ہے۔ یہ یونیورسٹی مادر وطن کی محبت و الفت۔ خدمت اور ایثار سکھانے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اس لیے دشمن ایک ایسی درسگاہ کو تباہ کرنے کے کیوں درپے ہیں جن میں

اُنھوں نے کسی قسم کی اعانت نہیں کی ہے۔

مسٹر گاندھی اُن طلبا کے لیے جدید اسکول اور کالج کیوں نہیں قائم کرتے ہیں جن کو اپنے والدین اور اُستادوں کی نافرمانی کرنا اُنھوں نے سکھایا ہے۔ ہم اُن کی تعلیم اور اسکولوں کا بندوبست دیکھنا چاہتے ہیں موجودہ تعلیم کی تو وہ بے حد مذمت بیان کرتے ہیں جس نے گوکھلے۔ فیروزشاہ مہتہ۔ رانا ڈے۔ تلنگ طیب جی۔ واچا۔ سری نواس شاستری۔ سپرو۔ چنتامنی۔ راماسوامی آئر وغیرہ جیسے سیکڑوں قابل نمونے تیار کیے ہیں جنھوں نے کانگریس کو تیار کر کے موجودہ حالت تک پھونچا دیا ہے۔ چونکہ تعلیم نامکمل اور ناقص ہے اس لیئے اُس کو اپنے نمونوں سے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور سرا وڈوائر جیسے حضرات نے تعلیم یافتہ حضرات سے جس طرح نفرت ظاہر کی ہے وہی اُس کی خوبی کی بڑی شہادت ہے مسٹر گاندھی خود اس تعلیم کا ایک نمونہ ہیں اگرچہ اُنھوں نے تحمل اور آزادی کا سبق اس تعلیم سے نہیں سیکھا ہے۔ تعلیم کے اصلاح کی نہ کہ اُس کو ترک کرنے کی ضرورت ہے لیکن مسٹر گاندھی نے تو اس کی اصلاح کے واسطے کچھ کیا ہی نہیں ہے۔

مسٹر گاندھی کو تازہ شکایت حکام سے یہ ہے کہ وہ گائے اور سور کا گوشت کھاتے ہیں اور اس طرح وہ ہندو اور مسلمانوں کے جذبات کو تکلیف پھونچاتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی جدید جرم نہیں ہے۔ مسٹر گاندھی نے تمغہ قیصر ہند اُس گورنمنٹ سے لینا کیوں قبول کیا تھا جو ایسی مکروہ غذا کھاتی ہے اور نہایت زور شور کے ساتھ اس گورنمنٹ کو فوج کی بھرتی میں کیوں مدد دی تھی؟ چونکہ مسلمان بھی مثل انگریزوں کے گائے کا گوشت کھاتے ہیں اس لئے اُن سے اسی قدر تنفر کرنا چاہیے۔

مسٹر گاندھی ان مسلمانوں اور ہندوؤں کی قومی درسگاہیں کس وجہ سے برباد کرنا چاہتے ہیں جو اُن کے لیے سرمایہ ناز ہیں؟ وہ ہندو مسلمانوں میں یہ کہکر

نہ مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں عداوت کا تخم کیوں بوتے ہیں؟ وجہ یہ ہی کہ تحریک ترک موالات ناکام ثابت ہوگئی اور وہ اپنی شکست کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صرف ایک مثال پنڈت موتی لعل نہرو کی ہی جن کی معقول آمدنی تھی اور انہوں نے وکالت ترک کردی کتنے خطاب یافتوں نے خطابات واپس کئے؟ کتنے آنریری مجسٹریٹوں نے استعفیٰ دیا؟ کس قدر ممبران نے کونسل کی ممبری ترک کردی؟

ہم عصر لیڈر نے لکھا ہے کہ صوبہ متحدہ میں ۹۸ ممبریاں ہیں جن کے لیے ۳۰۱ اُمیدوار ہیں۔ ہر ایک ممبری کے لیے ۴ غیر مسلم اُمیدوار ہیں اور ۳۷ مسلمان اُمیدوار ۲۹ ممبریوں کے لیے کوشش کر رہے ہیں لیجسلیٹو اسمبلی میں ۱۵ ممبریوں کے واسطے ۵۲ اُمیدوار کوشش کر رہے ہیں۔ کونسل آف اسٹیٹ کی ۵ ممبریوں کے لیے ۱۲ اُمیدوار ہیں۔ الہ آباد خلافت کانفرنس منعقد ہو کر ۵ مہینے گزر گئے لیکن پہلی منزل میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی ہی۔ بالغ آدمیوں میں اپنی تحریک کو ناکام دیکھ کر اب مسٹر گاندھی نابالغ بچوں کی زندگی تباہ کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ ان واقعات کی وجہ سے کیا ہم گورنمنٹ ہند اور پراونشیل گورنمنٹوں سے یہ درخواست کریں کہ اُن کو ان واقعات سے مشتعل نہ ہونا چاہیے؟

مسٹر محمد علی گورنمنٹوں کو اشتعال دلا رہے ہیں کہ اُن کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ وہ قومی شہید کا رتبہ حاصل کر لیں اور اس تحریک کی ناکامی کی وجہ اُن کی گرفتاری مان لی جائے۔ اگر اُن کو اسی حال میں رہنے دیا گیا تو تحریک کا ناکام رہنا لازمی ہے وہ اپنی ہذیان سرائی سے مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا کر رہے ہیں اور برگزیدہ مسلمانوں کو ناراض کر رہے ہیں کیونکہ وہ بچوں کو اپنے والدین سے بغاوت کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں کہ جن کالجوں میں والدین نے ان کو تعلیم کے لیے داخل کیا ہی اُن کو مسٹر محمد علی کے اغوا سے

چھوڑ دیں - وہ کانگریس کو تباہ کر کے لڑکوں کو اُن ہی کے حال پر چھوڑنا چاہتے ہیں - لڑکوں سے سیکڑوں وعدے کئے جاتے ہیں اور ایک بھی پورا نہیں ہوتا ہے وہ یہ کہکر کہ جب ہم تلوار اُٹھالیں گے، ملک کے امن واماں میں، رخنہ اندازی پیدا کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں - مسٹر محمد علی کو اُن ہی کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ اپنی تحریک کو وہ خود بدنام اور برباد کر رہے ہیں جس مکاری کا وہ جال بچھا رہے ہیں اُس میں کسی گورنمنٹ کو پھنسنا نہ چاہیے کیونکہ اس سے وہ بچ جائیں گے اور اُن کا اثر قائم رہے گا - اگر اُن کی حالت پر اُن کو چھوڑ دیا گیا تو اپنے بے شمار خطوط اور تقریروں کے جال میں وہ خود پھنسکر رہ جائیں گے اور اُن کی ساری تحریک کا حشر نہایت افسوسناک ہو جائے گا - اس کی زوال اس تحریک کا خود خاتمہ کر دے گا اس لیئے سخت گیری سے کام لے کر اپنے سر بدنامی لینے کی ضرورت نہیں ہے -

جن اُمور کے لئے اہل ہند نے جانفشانیاں اور قربانیاں کی تھیں اُن کو حب الوطنی اور اعلیٰ سیاسیات کا بہانہ کر کے یکے بعد دیگرے غارت کیا جا رہا ہے - اعلیٰ سیاسیات کے معنی ہم کو تو معلوم نہیں ہوئے لیکن اُس کے اثرات صاف نظر آ رہے ہیں اور یہ اثرات پیدا کرنے والوں کے بعد بھی عرصہ تک قائم رہیں گے کیونکہ وہ نوجوانوں کو ایسی نازک عمر میں خراب کر رہے ہیں جب کہ اسکول میں اُن کا کریکٹر درست ہوتا ہے اور کالج کے طلبا اور نوجوان گریجوایٹوں کی جوانی میں ایسی کجی پیدا کی جا رہی ہے جو اس زمانہ میں قطع درست

ہو گی نہیں البتہ جب یہ لوگ با اختیار ہونگے اُس وقت اس کے نتائج ظہور میں آ جائیں گے ۔

قومی درسگاہوں کی تربیت کا اثر

گزشتہ صدی کے آخر ایام کے ہندوستانی بچوں اور لڑکوں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ نہایت خموش، اطاعت شعار اور کھیلوں سے متنفر تھے لیکن مدرسۃ العلوم علی گڑھ اور سنٹرل ہندو کالج بنارس میں ایسے نمونے تیار کئے گئے جو صاف گو۔ دلیر۔ شجاع۔ مہذب ملک سے محبت اور اُس پر ناز کرنے والے تھے لیکن اسی کے ساتھ اپنے حاکم کے مطیع۔ تندرست اور متحمل مزاج تھے علی گڑھ اور بنارس کے اولڈ بوائز ایسے ہیں جن پر ہر ایک ملک کو نازاں ہونا چاہیئے۔ ان کے ہمعصر سرکاری کالجوں کے طلبا بھی زمانہ کے اثرات سے بے حد متاثر ہوئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ۳۰ سے ۵۰ سال تک کی عمر کے ہندوستانی تعلیم یافتہ ملک کی اُمید اور قوت ہیں۔ وہ بہادر بلا ظلم کے۔ طاقتور بلا گستاخی کے۔ مذہبی بلا تعصب کے اور خلیق بلا غلامی کے ہیں۔ گورنمنٹ کالجوں میں زیادہ تر اعلیٰ قسم کے انگریز پروفیسر تھے جو اپنے شاگردوں سے محبت کرتے اور اُن کی عزت کرتے تھے اور اسی کے ساتھ ان کے شاگرد بھی اُن کی تعظیم و تکریم کرتے اور اُن سے دلی اُلفت رکھتے تھے۔ سب کام نہایت خوبی سے ہوتے رہے۔ دورانِ جنگ میں اتحادیوں نے قوموں کی آزادی اور اُن کے حقوق کو تسلیم کرنے کا اور ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء کو اپنی پالیسی کا اعلان کیا کہ ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ قائم کرنا ہمارا مقصد ہے جو کہ رعایا کی عین تمنا ہے اس کے باعث رعایا کی تحریک کی رفتار میں ترقی ہو گئی۔ ہوم رول یعنی سلطنت کے ماتحت جمہوری حکومت دونوں کا متحدہ مقصد قرار پایا۔ اور سب باتیں نہایت درست معلوم ہوتی تھیں لیکن ۱۹۱۸ء کی اسپیشل کانگریس منعقدہ بمبئی میں ہم کو معلوم ہوا کہ سر میکاپیل اوڈوائر کی ظالمانہ حکومت تعلیم یافتہ ماڈریٹ پالیٹشن پر اُن کی سخت گیری

اور ادنیٰ طبقوں کو بیرحمی کے ساتھ جبریہ فوج میں بھرتی کرنے سے رعایا کے دلوں میں نفرت کا بیج بو دیا جو کسی وقت عملی شکل میں ضرور ظاہر ہوگا۔ پھر اوائل ۱۹۱۹ء میں رولٹ بل آیا جس نے رعایا کو اور بھی زیادہ ناراض کر دیا کیونکہ اُن کو یہ گمان نہ تھا کہ مصیبت کے وقت گورنمنٹ کا ساتھ دینے اور جنگ میں خدمات انجام دینے اور اس کی شکر گزاری کے اظہار کے بعد بھی ہم کو یہ صلہ ملے گا کہ حکام کے ہاتھ میں ایک اور ہتھیار سخت گیری کا دیدیا جائے گا حالانکہ ضرورت تھی کہ اس قسم کے قوانین منسوخ کر دیئے جائیں جن کے باعث آزادی کے حامی ہمیشہ حکام کے رحم و کرم پر رہتے ہیں اس وقت مسٹر گاندھی نے پہلی کارروائی یہ کی کہ قانون کی نافرمانی کی ہدایت کی اور اس جھگڑے کو اس وقت تک جاری رکھنے کا وعدہ کیا جب تک کہ رولٹ ایکٹ منسوخ نہ ہو جائے لیکن پنجاب کے واقعات سے یہ وعدہ جاتا رہا اُنھوں نے دو مرتبہ اپنے وعدے کی تجدید کی لیکن گورنمنٹ کے ایماء سے اپنی تحریک سے دست برداری دیدی اور اُنھوں نے رولٹ ایکٹ کو قانون کی فہرست میں رہنے دیا اور اپنی کوشش چھوڑ دی۔

وزیر اعظم برطانیہ کے وعدہ کر لینے کے باوجود ترکی سلطنت کا تجزیہ شروع ہونے سے مسلمانوں میں ایک جدید تحریک پیدا ہو گئی اور علی برادران نے ایک نیم مذہبی اور نیم سیاسی تحریک گورنمنٹ ہند کے خلاف پھیلانی شروع کر دی جس کا کوئی تعلق گزشتہ شکایت سے نہ تھا۔ مسٹر گاندھی اُن سے جا ملے اور اُنھوں نے ترک موالات کی نئی تحریک پیش کر دی۔ یہ تحریک غیر استشدادی تھی اور اس میں صرف روحانی قوت سے کام لینا تھا اس تحریک میں سخت کلامی بھی ممنوع قرار دی گئی تھی امرتسر کانگریس میں اُنھوں نے اپنا جو اصول بیان کیا تھا ہز مجسٹی شہنشاہ معظم کے ارشاد پر اس سے بھی وہ دست بردار ہی ہو چکے تھے اور جہاں پر کہ وہ گورنمنٹ سے موالات کرنے کے حامی تھے اور اتحاد کی غرض سے اُنھوں نے فیصلہ کر لیا اور رزولیوشن منظور کر لیا جس کے

متضاد ہی [illegible] ہو سکتے تھے - فوراً ہی خلافت ایجی ٹیشن شروع ہو گیا اور مئی کے آخر میں آل انڈیا نیشنل کانگریس نے کلکتہ میں ایک اسپیشل اجلاس کرنے کا فیصلہ کر دیا اور ترک موالات کو قوی کرنے کے لیئے مظالم پنجاب کو مسئلہ خلافت میں ملا دیا گیا - یہ تحریک خوب پھیل گئی اور پراونشیل اور ضلع وار کانفرنسوں میں اور بالآخر اسپیشل کانگریس میں منظور ہو گئی اور اس میں پہلی منزل زیادہ وسیع کر دی گئی اور مسٹر گاندھی کی پوری تجویز منظور کر لی گئی -

اشتدادی حرکات

اسی اثنا میں مسٹر گاندھی نے آل انڈیا ہوم رول لیگ پر اپنا قبضہ کر لیا جس نے اپنا کام از سرِ نو شروع کر دیا تھا - آپ نے اس کا نام اور اس کے مقاصد بالکل تبدیل کر دیئے اور اب یہ اعلان کیا ہے کہ خلافت - مظالم پنجاب وغیرہ جملہ امور جن کے خلاف تحریک ترک موالات شروع کی گئی ہے سب سوراج کا ضمیمہ ہیں گورنمنٹ کو مفلوج کرنے کا خیال اب ترقی کر کے اس کو نیست و نابود کرنے کی حد تک پہنچ گیا ہے - گورنمنٹ یا تو ملک رعایا کے سپرد کر دے یا اس ملک کو خالی کر دے - عدم اشتداد میں سے لفظ عدم معدوم ہو گیا ہے اور گورنمنٹ کے متعلق شیطانی جیسے سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں - مسٹر گاندھی بیان کرتے کہ پھر ہم تلوار اٹھائیں گے اور وہ اپنے مقلدین کو بدامنی پھیلانے سے منع نہیں کرتے ہیں جب لوگوں نے بدامنی پھیلائی مسٹر گاندھی نے روزہ رکھا اور [illegible] کو معاف کر دیا - تقریر کرنے کی آزادی [illegible] جہاں اُن کے پاس کافی تعداد اپنے مقلدین کی ہوتی ہے وہاں ہر ایک مخالف کو بولنے سے جبراً روک دیا جاتا ہے - جلسہ کرنے کا استحقاق بھی جاتا رہا جس مقام پر جلسہ میں اُن کی تحریک کی قلعی کھولی جاتی ہے وہاں پر اُن کے مقلدین جلسہ کو درہم برہم کر دیتے ہیں - رائے دینے کا حق بھی چھین لیا گیا کیونکہ جو لوگ اس استحقاق سے کام لینا چاہتے ہیں

اُن کو قتل۔ ڈاکہ۔ کاروبار کی بربادی۔ برادری سے اخراج اور دانہ پانی بند کرنے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ کسی کو اپنے لیے غذا پسند کرنے کا بھی حق نہیں دیا جاتا چاہیئے کی دُکانیں توڑی جاتی ہیں اور لوٹ لی جاتی ہیں۔ لوگوں کی آزادی کے خلاف یہ تحریک ترک موالات ایک گہری سازش ہے جس میں نہایت غیر ذمہ دار بیچے۔ نوجوان آوارہ گرد اور بدمعاش لوگ امن پسندوں کو پریشان کرنے کے لیئے شامل ہیں۔ اس سازش کے گرو گھنٹال مسٹر گاندھی اور اُن کے خاص حواری شوکت علی اور محمد علی ہیں۔ مسٹر گاندھی کا ہر لفظ ایک قانون ہے اور خوف کے مارے سیلاب میں بزدلانہ اطاعت پیدا ہوتی جاتی ہے جس کی پیخ کرنے کے لیے ہوم رول لیگ نے اُن کو بیدار کرنا شروع کیا تھا۔ اس جدید ظلم کے دور میں جرأت رخصت ہو رہی ہے۔

تعلیم پر حملہ

نوجوانوں کی تعلیم پر جو حملہ کیا گیا ہے وہ سخت مہلک اور تباہی کا باعث ہوگا بالخصوص اُن درسگاہوں پر چھاپہ مارنا جو ہندوستانیوں کے زیر اہتمام ہیں مثلاً مدرسۃ العلوم علی گڑھ بنارس ہندو یونیورسٹی۔ خالصہ کالج۔ مسٹر گاندھی یہ کہنے میں مطلق پیس وپیش نہیں کرتے ہیں کہ ان درسگاہوں کو ضرور تباہ کر ڈالنا چاہیئے خواہ کچھ ہی نتیجہ کیوں نہ ہو۔ ان درسگاہوں میں ابھی تک نوان غارت گردوں نے زک اُٹھائی ہے۔ من جملہ ۴۲ ٹرسٹیان کے صرف ۳ ٹرسٹیان علی گڑھ کالج کی تباہی کے حامی تھے۔ مسٹر محمد علی نے کالج کی عمارات پر اپنا ناجائز قبضہ قائم رکھا۔ غالباً اس اُمید پر کہ اشتعال پیدا ہو کر زبردستی اُن کو نکال دیا جائے کیونکہ طلبا کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ جب تک تم کو یہاں سے بے دخل کرنے والے اپنے کاندھوں پر جبریہ اُٹھا کر نہ لے جائیں تم کالج کی عمارتوں سے نہ جانا اور وہ چاہتے تھے کہ اشتدادی کارروائی کے لیے اشتعال دلائیں خود تو اشتدادی حرکات اوّلاً

استعمال کی تھیں لیکن جس وقت کہ صاحب مجسٹریٹ ضلع نے دخل دیا تو ان کی یہ سازش ناکام ثابت ہوکر رہ گئی ۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ ارکین بنارس ایسے ہی استقلال سے کام لیں گے ۔ پنڈت مدن موہن مالوی صاحب کے خیالات ترک موالات کے متعلق دیکھکر حیرت ہوئی غالباً ان کے متعلق غلط خبر شائع کی گئی ہے جب میں بمبئی میں تھی تو مجھ سے بھی باصرار کہا گیا تھا کہ میں مسٹر گاندھی کی تعریف کروں۔

تمام عمر آزادی کے لیئے جنگ کرنے کے بعد میں مسلمہ ظلم اور غاصبانہ احکام نویسی کی حمایت نہیں کرسکتی ہوں ۔ میں نے رمن دیوتا کو کبھی سجدہ نہیں کیا ہے اور نہ اب کرنا چاہتی ہوں۔

زبان بندی

نیو انڈیا

ہر ایک انقلابی تحریک کی خصوصیت زبان بندی ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ ایک ظالمانہ حرکت ہے ۔ خود مختار بادشاہ آزادی تقریر کو سخت قوانین سے پامال کرتے ہیں اور انقلاب پسند خوف دلا کر روکتے ہیں ۔ مسٹر لٹن اور اُن کے مقلدین ایسے مردوزن کو جان سے مار دیتے ہیں جو اُن کی گورنمنٹ کے خلاف کچھ کہتے یا لکھتے ہیں ۔ مسٹر گاندھی کے چیلے مقررین کو عل۔ غپاڑے کی وحشیانہ قوت سے کام لیکر خموش کردیتے ہیں اس کے بعد فی الحقیقت وہ دھینگا مشتی پر اُتر آتے ہیں جیسا کہ بمبئی میں دیکھا گیا کہ جب بمبئی تھیٹر سے نکل کر چند لوگ مسز بسنت کو اُن کی گاڑی تک پہنچانے گئے تو انہوں نے آدمیوں کو خوب مارا پیٹا ۔ اب چند ہی روز بعد ہم دیکھ لیں گے کہ تقریر ۔ خیالات اور آزادی

افعال سے نفرت کرنے والے سخت نقصانات پہنچانے لگیں گے اُس مجمع میں نہ صرف
ادنیٰ طبقہ کے لوگ تھے بلکہ اخبارات اُن کو بدمعاش کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں
اگرچہ اُن میں سے بعض فیشن ایبل لباس پہنے ہوئے تھے لیکن ان کی کمینہ حرکت سے اخبارات
نے ان کو بدمعاش لکھا ہے۔ نہایت تعجب خیز یہ واقعہ ہے کہ بجز دو چار متفرق طلبا کے
لڑکوں نے اسکول اور کالج بالکل نہیں چھوڑے ہیں۔ وہ صرف زبانی جمع خرچ سے
اس تحریک کے حامی ہیں دل سے اس کے معتقد نہیں ہوئے ہیں۔

اخبار ٹائمس میں کسی صاحب نے تحریر کیا ہے کہ مسز بسنت ۱۹۱۷ء میں تو گورنمنٹ
کی نافرمانی کی حامی تھیں اب اس تحریک کی کیوں مخالف ہیں لیکن اخبار ٹائمس نے
اس اعتراض کی خود تردید کی ہے کہ اُس زمانہ سے حالات میں بہت کچھ تبدیلی واقع
ہوگئی ہے یہ درست ہے۔ مسٹر لائڈ جارج نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ کھلے دروازہ پر دستک
دینا احمقانہ حرکت ہے، مسز بسنت نے بند دروازہ پر دستک دی تھی اب چونکہ دروازہ
کھول دیا گیا ہے اس لیئے وہ اس کے اندر جاتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مسز بسنت
نے نظربندی کے حکم کی نافرمانی نہیں کی بلکہ فوراً تعمیل کردی اور اُس وقت مسٹر گاندھی
نے اُن کے اس فعل پر اعتراض کیا تھا وہ ہوم رول کی دعوے دار تھیں اور لارڈ
پینٹ لینڈ کا ظالمانہ حکم نہ مانا بلکہ نظربندی کے حکم کی تعمیل کرکے خود تکلیف برداشت
کی اسی طرح ان کو شہر بدر ہونے کا جو حکم دیا گیا تھا اُس کی بھی تعمیل کردی۔ ظالمانہ حکم کی
مخالفت کرکے انھوں نے قانون کے احترام کو قائم رکھا اور خود تکلیف برداشت کیں
تاکہ عام طور پر قانون کی نافرمانی کرنے کا خیال پیدا نہ ہونے پائے اور جاہل لوگ قانون
کی نافرمانی نہ کرنے لگیں اور جنوبی افریقہ میں مسٹر گاندھی نے بھی اس پر عمل کیا تھا۔
اور مسز بسنت اور اُن کے رفیقوں نے یہاں بھی ایسا ہی کیا۔ اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ
۲۰ راگست ۱۷ء کے اعلان میں وزرا کا فیصلہ شائع ہوا۔ اگر مسز بسنت خود دستر[illegible]

[illegible] ہندوستان کا ہوم رول کا دعویٰ تسلیم
ہونے میں بہت تعویق ہو جاتی - یہ بیان بالکل غلط اور سراسر جھوٹ ہے کہ مسز بسنٹ نے
طلبا سے یہ خواہش کی تھی کہ میرے لیئے تم اسٹرائک کر دو - بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ جب
اُن کی زبان بندی ہوگئی تو اُن کے نمایندوں نے طلبا کو یہ نصیحت کی کہ تم کوئی حرکت نہ کرنا
اور جس پالسی کی اُنہوں نے تم کو تعلیم دی ہے اُسی پر عمل کرتے رہنا -

ہم کو نہایت افسوس ہے کہ مسٹر نارٹن نے جن کی خدمات سے سب واقف ہیں جب
گزشتہ دوشنبہ کو گوکھلے ہال میں تقریر کی تو اُن کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کیا گیا
مسٹر گاندھی چونکہ طالب علموں کو نافرمانی کی تلقین کرتے ہیں اس لیئے فطرتاً وہ ظالم بن گئے
ہیں اور اپنے بزرگوں پر حکمرانی کرنا چاہتے ہیں - اس لیئے مورد الزام طلبا نہیں بلکہ
خود مسٹر گاندھی ہیں - ہندوستان کی حالت نہایت قابل افسوس ہونے والی
ہے کیوں کہ جب یہ لڑکے با اختیار ہو جائیں گے اُس وقت بھی ان میں تحمل نہ ہوگا
جیسا کہ اس وقت نہیں ہے -

مسٹر گاندھی نے پونا میں ایک تقریر کی جس میں ذاتوں کی تقسیم کی تو حمایت کی
لیکن چھوت کے مسئلہ پر سخت اعتراض کیا اور برہمنوں کی یہ حرکت شیطانی بتائی غالباً
اُن کو معلوم نہیں کہ یہ برہمن ہی ہیں جنھوں نے اچھوت ذاتوں اور غیر برہمنوں کی حالت
درست کرنے کے لیئے مدت تک کوشش کی ہے - بالخصوص مغربی کنارہ کے علاقہ میں
اور اب یہ لوگ برہمنوں ہی پر ظلم کرنے کی تدابیر کر رہے ہیں خود برہمنوں کی مذمت
کرنے کی مثال قائم کر کے اور غیر برہمنوں کے جذبات مشتعل کرنے کے بعد مسٹر گاندھی
نے غیر برہمنوں سے کہا کہ برہمنوں کو بُرا نہ کہنا لیکن نصیحت سے مثال بہتر ہوتی -

اس نوٹ کا ایک عمدہ نتیجہ تو یہ نکلا کہ بمبئی میں ایک جدید تحریک شروع ہوگئی
سورت میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں سر چمن لعل سیتل واد ممبر

لیجسلیٹو اسمبلی آنریبل مسٹر پرشوتم داس ٹھاکر داس (شریف بمبئی) اور مسٹر جمنا داس دوارکا داس ممبر لیجسلیٹو اسمبلی نے نان کواپریشن کے خلاف تقریریں کیں جن کو حاضرین جلسہ نے نہایت دلچسپی کے ساتھ سُنا ان اصحاب کا دیگر مقامات پر بھی تشریف لے جانے کا ارادہ ہی ہم ان کی کامیابی کے دل سے آرزومند ہیں۔

ترک موالات اور مزدوری پیشہ جماعت

نیو انڈیا

ہڑتال کے خطرات

مزدوری پیشہ جماعت کے متعلق ہماری پالیسی سب کو معلوم ہی کہ ہم ہڑتال کرنے یا کام چھوڑنے کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ ہم مصالحت کے طرفدار ہیں اور فریقین کی طرف باہمی مصالحت کا انتظام ہو جاتا ہی اور نان کواپریشن کے متعلق بھی پبلک کو ہماری رائے معلوم ہی۔ مسٹر گاندھی کی تحریک میں ملک کے امن وامان کے لیئے ہم کو بڑے خطرے نظر آتے ہیں۔ ایک خاص بات کی طرف ہم حکام اور تمام اشخاص متعلقہ کو توجہ دلاتے ہیں جو ہم کو بمبئی وغیرہ میں خود نظر آئی تھی۔ کہ:

ہڑتالیوں اور کام چھوڑنے والے مزدوروں کی تعداد تمام ہندوستان میں بڑھتی جاتی ہی ہزاروں بیکار اور پریشان حال مزدور سڑکوں پر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اشخاص متعلقہ ان لوگوں میں ایک نہایت خطرناک تحریک پھیلا رہے ہیں۔ ہندوستان میں انتخاب کے وقت ایک قسم کی بے چینی پیدا ہو جاتی ہی لیکن آج کل انتخاب کے زمانہ

سے کہیں زیادہ بے چینی پھیل رہی ہے۔ کاریگروں اور مزدوروں میں تکلیف وہ بے چینی پھیلا دینا نہایت خطرناک حرکت ہے جس نے حالت کو نہایت نازک بنا دیا ہے۔ بمبئی۔ کلکتہ۔ جھانسی، مدراس اور دیگر مقامات پر ہزاروں بے کار مزدور مارے مارے پھرتے ہیں اور وہ آسانی کے ساتھ تارکین موالات کے جال میں آسکتے ہیں جو ہمیشہ اسی قسم کے شکار کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔

ہم کو سر دست کسی ہڑتال کے جائز اور ناجائز ہونے سے بحث نہیں ہے ہم صرف موقعہ کی خطرناک حالت گورنمنٹ کو بتائے دیتے ہیں کہ مزدوروں میں نہایت تیزی کے ساتھ سیاسی تحریک پھیلائی جا رہی ہے۔ علاوہ اس کے کہ مزدوروں کے لیڈران میں اکثر حضرات زبردست تارکین موالات ہیں۔ تمام بڑے شہروں کے مزدور مسٹر گاندھی کی پرستش کرتے ہیں کیوں کہ وہ مسٹر گاندھی کے تحریک کی اندرونی کیفیت سے واقف ہی نہیں اس حالت میں کارخانہ داروں کی سخت غلطی ہے اگر وہ اپنے یہاں کے مزدوروں کو آوارہ پھرنے کی اجازت دیں۔ مثلاً بمبئی کی گزشتہ ہڑتال کے متعلق ہم کو اطلاع ملی تھی کہ تارکین موالات اپنی تحریک بڑی خوبی سے پھیلا رہے ہیں اور بڑی خرابی یہ تھی کہ استبداد کے حامی ترک موالات کے نام سے اس تحریک کو پھیلا رہے تھے۔

کوئی خاص ہڑتال خواہ جائز ہو یا ناجائز ہم کو اس سے کچھ سروکار نہیں ہے لیکن ہم صرف اس قدر بتا دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ آئندہ مزید ہڑتالوں اور کام چھوڑنے کی گورنمنٹ اجازت نہ دے۔ مثلاً ہمیں کون بتا سکتا ہے کہ بمبئی میں ہڑتال کرنیوالے پوسٹمین اپنے کام کے علاوہ۔ کیا سوچتے اور کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ملابار اور مدراس کے مزدوروں میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ کارخانہ داروں پر گورنمنٹ کا خاص اثر ہے اور ہماری رائے یہ ہے کہ ابتدا ہی میں گورنمنٹ کو دست اندازی کر دینی چاہیے خواہ گورنمنٹ مزدوروں کی حامی

ہی کیوں نہ بھیجی جائے تاکہ مناسب مصالحت ہو جائے۔ بہرحال انتخاب کا زمانہ ختم ہونے تک گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اس بات کی نگرانی کرتی رہے کہ مزدور بیکار نہ ہونے پائیں چونکہ مزدوروں کے متعلق ہندوستان کی حالت ہم کو نہایت مخدوش معلوم ہوتی ہے اس لیئے ہم اُمید کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اس کی جانب فوراً توجہ فرمائیگی۔

ہندو یونیورسٹی پر حملہ

نیو انڈیا

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ جب اُن کی مشہور و معروف روحانی قوت سے اپیل کیا جاتا ہے تو نارکین موالات ایسے معرانظر آتے ہیں۔ ہم کو اخبار ہندو سے معلوم ہوا ہے کہ بنارس ہندو یونیورسٹی نان کوآپریشن سوسائٹی کے سکرٹری نے بھولی بھالی اور آسانی سے یقین دلانے والی اطلاع پبلک کو دی ہے کہ بنارس ہندو یونیورسٹی کی پُرزور دعوت پر جس نے اپنے نمایندے غازی پور روانہ کئے تھے ڈاکٹر انصاری اور جواہر لعل نہرو ۲۰ ار نومبر کو بنارس پہونچ گئے،

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔ ھٰذا بھتانٌ عظیم۔ ہندو یونیورسٹی نے ہرگز غارت گروں کو مدعو نہیں کیا۔ غالباً مرقومہ بالا کمیٹی نے دعوت دی تھی اور پرنسپل کا یہ فرض ہے کہ اس شرمناک داغ۔ (بنارس ہندو یونیورسٹی نان کوآپریشن سوسائٹی) کو فوراً ہندو یونیورسٹی سے دور کر دے۔ مسٹر بھگوت پرشاد کالج اسٹوڈینٹ کو اطلاع دینی چاہیئے کہ ایک گمراہ طالب علم اپنی احمقانہ حرکت کو چھپانے کے لیے ہندو یونیورسٹی کا نام نہیں لے سکتا ہے مسٹر گاندھی کے چیلے ایسی دیدہ دلیری سے ملک کو دھوکہ دیا کرتے ہیں۔ ہم کو اخبار لیڈر

سے جس کے اڈیٹر مسٹر شری پرکاش ہیں معلوم ہوا ہی کہ چند طلبا نے کالج کے احاطہ میں جلسہ کرنے کے لیے پرنسپل سے اجازت مانگی تاکہ دشمنانِ تعلیم کی تقریریں سنیں مگر پرنسپل نے یہ درخواست نامنظور کی۔ لیکن حملہ کرنے والا دشمن صرف نمک حراموں ہی کی وساطت سے قلعہ میں داخل ہو سکتا ہی۔

ڈاکٹر انصاری نے بیان کیا کہ "یہ یونیورسٹی کسی معنی میں بھی قومی نہیں ہی کیونکہ لوکل گورنمنٹ کے افسر اعلیٰ کی بلا منظوری وہ انگلی بھی نہیں اُٹھا سکتی ہی" یہ سفید جھوٹ ہے۔ یونیورسٹی کا سارا انتظام ایک کورٹ کے متعلق ہی جس کے جملہ ممبران بجز اپنی بسنت کے ہندو صاحبان ہیں۔ گورنمنٹ رعایا سے وصول کر کے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی امداد یونیورسٹی کو دیتی ہی اور اس کے امداد کے لیئے کوئی شرط نہیں کی گئی ہی۔

سنٹرل ہندو کالج کو کبھی ایک پیسہ بھی سرکاری امداد نہیں ملی جو ہندو یونیورسٹی کا جزوِ اعظم ہی۔ ڈاکٹر انصاری نے یہ بالکل غلط بیان کیا کہ ہندو یونیورسٹی جیسی درسگاہوں کے وسیلہ سے گورنمنٹ رعایا پر حکمرانی کرتی ہی مسلم یونیورسٹی کو چارٹر ملنے سے پیشتر ہندو یونیورسٹی عدیم المثال تھی۔

بابو شیو پرشاد گپتا نے فرمایا کہ "طلبا یا تو ہندو یونیورسٹی کی قومی بنا دیں یا اس کو چھوڑ کر چلدیں" کیا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ اس سلسلہ میں قومی بنانے کے کیا معنی ہیں؟ صرف قانون اور اُس کو گورنمنٹ کا تسلیم کر لینا ہی کسی درسگاہ کو قومی بنا سکتا ہے یقیناً عمارتیں تو طلبا کی ملکیت ہو نہیں سکتی ہیں کیونکہ قانون اُن کا محافظ ہی۔ اس لئے اگر اراکین یونیورسٹی طلبا کو چلے جانے کا حکم دیدیں اور اس کے بعد وہ ٹھہرے رہیں تو وہ مداخلت بیجا کے جرم کے مرتکب ہو سکتے ہیں جس طرح کہ مسٹر محمد علی کو معلوم ہو گیا جب مجسٹریٹ ضلع علی گڑھ نے اُن کی پوزیشن بیان کی نہایت خوشی کا مقام ہی کہ جس بدامنی کی خواہش کی گئی تھی وہ ابھی موجود نہیں ہی۔ کیا لوگ پرائے مال پر قبضہ کر سکتے ہیں

اور تارک موالات کو اُس وقت اپنی غلطی معلوم ہوگی کہ دوسروں کا مال غصب کر لینا جائز ہے یا نہیں جب اُس سے زیادہ زبردست تارک موالات اُس کے مال پر جبریہ قبضہ کرلے گا۔ مسٹر گاندھی کو چاہیئے کہ اول پولس کا انتظام درہم برہم کردیں قبل اس کے کہ اُن کے چیلے ڈکیتی اور قزاقی کا پیشہ شروع کریں اور اُس وقت تک کے لیئے اُنکو مسٹر محمد علی کی مثال کی پیروی کرنی چاہیئے اور یونیورسٹی کے احاطہ سے نکل جانا چاہیئے۔

گورنمنٹ پر جن اعزازات کی آزادی کے ساتھ بھرمار ہوئی تھی اُس میں پنڈت موتی لعل نے گورنمنٹ کو قابل نفرت بتاکرا وراضافہ فرمادیا۔

اس زمانہ میں پنڈت مدن موہن مالوی صاحب فراش تھے اور کسی سے نہیں مل سکتے تھے جب کہ اُس درسگاہ پر حملہ ہوا جس کی اُنھوں نے شاندار خدمت انجام دی ہیں لیکن بنارس میں علی گڑہ سے بھی زیادہ ناکامی حاصل ہوگی۔

احمد آباد تک میں مسٹر گاندھی کی تحریک کو برائے نام کامیابی حاصل ہوئی ہے اور گورنمنٹ کو مقررہ تعداد سے زیادہ طلبا کے داخل ہوجانے کے قواعد کو مجبوراً آسان کردینا پڑا تا کہ اُن طلبا کو داخلہ کا موقع مل جائے جنھوں نے ایسی درسگاہوں کو چھوڑ دیا ہے جنھوں نے سرکاری امداد یا سرکاری الحاق سے قطع تعلق کرلیا ہے اس لیے مسٹر گاندھی کو اس قدر کامیابی ضرور ہوئی کہ اُنھوں نے طالب علموں کو قومی درسگاہوں سے نکال کر سرکاری مدرسوں میں داخل کرا دیا۔

یہ بات بھی ظاہر ہے کہ تارکین موالات اخباروں کو جو خبریں روانہ کرتے ہیں وہ معتبر نہیں ہوتی ہیں۔ اخباروں میں ستارہ کا جو حال شائع ہوا ہے اُس کے برعکس ہم کو پرائیوٹ خط سے اطلاع ملی ہے اور یہ مسٹر گاندھی کے دورہ کی ناکامی کی دلیل ہے کہ اُن کی آتش بیانی بڑھتی جاتی ہے۔

اڈیٹوریل نوٹ اخبار نیو انڈیا

وعدے

برطانی وزیراعظم نے وعدہ کیا تھا کہ تھرس سلطنت ٹرکی میں شامل رہے گا اس کی خلاف ورزی کرنے سے اُن پر گالیوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ اتحاد ثلاثہ یعنی مسٹر گاندھی اور بیسرز شوکت علی و محمد علی مسٹر لائڈ جارج کی غلط بیانی کو بار بار بیان کرنے میں کبھی نہیں تھکتے ہیں لیکن جب پرنسپل صاحب مدرسۃ العلوم علی گڑھ نے مسٹر گاندھی کو اُنکا وعدہ یاد دلایا کہ علی گڑھ کالج کے طلبا کو ورغلانے کی کبھی کوشش نہ کی جائیگی تو انھوں نے فوراً اپنی رائے تبدیل کر دی اور فرمایا کہ طلبا کو ضرور اتیار کرنا چاہیئے اس لیے ایفائے وعدہ مسٹر لائڈ جارج کے واسطے تو لازمی ہے لیکن مسٹر گاندھی پر اُس کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ محبت آدمی کو اندھا کر دیتی ہے لیکن جو شخص کہ خود وعدہ شکنی کر چکا ہو اُس کو ہرگز یہ استحقاق حاصل نہیں کہ دوسرے وعدہ شکن کی وہ مذمت کرے کیا مسٹر گاندھی اس کو سچ سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ سیاسیات کی خاطر طلباء کو ضرور قربان کر دینا چاہیئے۔

طلبا میں مسٹر گاندھی کا پروپیگنڈا

مسٹر گاندھی نے ولسن کالج کے طالب علموں کے نام جو مختصر سا خط اس غرض سے لکھا تھا کہ مقاطعہ تعلیم کا مسئلہ حل کرنے میں اُن کو اس سے مدد ملے۔ اس خط میں اس امر کا امکان موجود ہے کہ اُن کے ارادہ کے غلط معنی قصداً بیان کر دیئے جائیں۔ (بقیہ)

تارکین موالات نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اس وقت انتشار ذہنی کی تمدیدی کی اجازت نہ دینی چاہیئے مسٹر گاندھی کو امید ہے کہ وہ قومی درسگاہوں کے ذریعہ سے طرز تعلیم کی اصلاح کرنا چاہتے اور مقاطعہ تعلیم بتدریج ہونا چاہیئے - اور محولہ بالا خط میں گورنمنٹ کے متعدد قصور بیان کرنے کے بعد مسٹر گاندھی نے فرمایا ہے کہ " مجھکو یہ کہنے میں مطلق تامل نہیں ہے کہ ایسے اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانا گناہ ہے جن میں سرکاری انتظام ہو یا جو سرکاری زیر نگرانی میں ہیں " اور جس مسئلہ پر کہ ہم کو اُن کی رائے سے اختلاف ہے بالآخر اُس کی بابت فرماتے ہیں کہ جب تک ہماری دادرسی نہ ہو جائے اُس وقت تک کے لیئے ایسی تعلیم کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اس تعلیم سے تو جاہل رہنا ہی اچھا ہے "

مسٹر گاندھی کا سفر پنجاب

بمبئی کرانیکل کے نامہ نگار کی تحریر سے مسٹر گاندھی کے سفر پنجاب پر قدرے روشنی پڑتی ہے وہ لکھتا ہے کہ جن حضرات نے اپنا دین و ایمان تک مسٹر گاندھی کے ہاتھ میں دیدیا ہے - اُن میں بھی برائے نام جوش پایا جاتا ہے - دسہرہ کے دن وہ لاہور پہونچنے والے تھے لیکن اسلامیہ کالج کے پرنسپل نے علی گڑھ کے واقعہ سے سبق حاصل کر کے خلاف معمول طلبا کو چھٹی دیدی نامہ نگار نہیں بتا سکتا ہے کہ اس کی وجہ ہندو مسلمان کا اتحاد تھا یا پرنسپل نے مسٹر گاندھی کو یہ موقع نہ دینا چاہا کہ وہ اعلیٰ سیاسیات کے سبز باغ اُن کے طلبا کو دکھا سکیں لیکن اس کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ اسلامیہ کالج کے طلباء کی زیادہ تعداد مسٹر گاندھی کی تشریف آوری کے وقت لاہور میں موجود نہ تھی اور اُن کی اعلیٰ سیاسیات سے صرف چند طلبا نے فائدہ اُٹھایا جو لاہور میں موجود تھے اور نامہ نگار موصوف اس کو یقین نہ کر سکا جس کا عقیدہ اس تحریک کے متعلق نہایت عمیق اور غیر متزلزل تھا - مسٹر گاندھی نے اپنے فقروں کو طرز تعلیم کو ناقص بتانے - سوراج ' کو

نجات اور قربانی کا راستہ بیان کرنے اور کانشنس کے معاملات وغیرہ کی طرف جکر دینا کیا۔ نامہ نگار کی تنقید اس تقریر کے متعلق سبق آموز ہی۔

"طلبا کے روبرو جو دلیل مسٹر گاندھی نے بیان کی اُس کی منطقی قابلیت خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ طلبا کو اعلیٰ سیاسیات کا مطلب سمجھانے کی اُنھوں نے تکلیف گوارا کی اور ہم کو یہ شبہ گزرتا تھا کہ ایک ہی فقرہ کو نیا جامہ پہنا کر ستیا گرہ کا اصول بتایا جاتا تھا جس کے سمجھنے سے حاضرین جلسہ قاصر تھے ہم کو اس کا یقین نہیں ہو کہ مسٹر گاندھی نے کسی معقول دلیل سے طلبا کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہو اُنھوں نے صرف اس قدر کارروائی ضرور کی ہو کہ طالب علموں کے خیالات پر اپنا قبضہ کر لیا ہو"

یقیناً مرقومہ بالا رائے جو مسٹر گاندھی کے ایک عقیدت مند کی ہو اس سے اُن کی ستائش نہیں نکلتی ہی۔

کروڑوں جانیں

مسٹر گاندھی نہ صرف یہی کہتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ شیطانی سلطنت ہو اور مظالم پنجاب کے متعلق اُس کو معافی مانگنی چاہیئے اور مسئلہ خلافت کی ناانصافی کی دادرسی کرنی چاہیئے جو اُس کے قابو کی بات نہیں ہو ورنہ رعایا کا اولین فرض یہ ہوگا کہ اس کو تباہ کر دے اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر حصول سوراج کا مجھکو یقین دلایا جائے تو میں کروڑوں جانیں قربان کر دینے کو تیار ہوں۔ کروڑوں کے معنی کم از کم دو کروڑ کے تو ضرور لیئے جا سکتے ہیں اس لیئے کم از کم دو کروڑ جانیں قربان کرنے کے لئے وہ تیار ہیں۔ چند روز ہوئے کہ اُنھوں نے فرمایا تھا کہ اگر مسٹر شوکت علی تلوار اُٹھائیں گے تو میں ہمالیہ پہاڑ کو چلا جاؤں گا، کوئی تعجب کا مقام نہیں اگر نوجوان لڑکے جوش میں آکر خبطی ہو جائیں جب کہ اُن کے بزرگ ایسی خبطی باتیں بیان کرنے لگیں۔ ہم نے سُنا تھا

کہ وہ اس قسم کی باتیں اپنے احباب کے روبرو بیان فرمایا کرتے تھے لیکن اخبارات میں اُن کا شائع ہونا پسند نہ کرتے تھے۔

واقعاتِ حاضرہ

سر چمن لعل سیتل واد

ایسوسی ایڈ پریس کے نامہ نگار نے سر چمن لعل سیتل واد سے ۶ نومبر کو ملاقات کر کے ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت کے متعلق اُن کی رائے دریافت کی۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ گزشتہ چہار شنبہ کے جلسہ میں مسز اینی بسنت صاحبہ تقریر کرنے سے روک دی گئیں اور اس کی پیشتر ہی سے توقع تھی چونکہ علانیہ یہ دھمکیاں دی جاتی تھیں کہ مسز بسنت کو تقریر نہ کرنے دینگے جلسہ میں بہت سے اصحاب ایسے تھے جو اس کارروائی کو پسند نہیں کرتے تھے اور مسز بسنت کی تقریر سننے کے خواہاں تھے اور جلسہ میں گڑبڑ ڈالنے والوں کی رائے سے اتفاق کرنے سے اُنہوں نے صاف انکار کر دیا۔ مجھکو نہایت مسرت ہوئی کہ تارکین موالات نے اپنی حرکات صاف طور پر ظاہر کر دیں کیونکہ اُن کی اس حرکت سے ترک موالات کے خطرات اور تباہ کن نتائج نمایاں ہو گئے۔

ہم بہت روز سے گورنمنٹ کی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ پریس ایکٹ قانون جلسہ معاندانہ اور دیگر قوانین کے ذریعہ سے تحریر اور تقریر کی آزادی کو سب کرنا چاہتی ہے۔ لیکن گزشتہ چہار شنبہ کے جلسہ میں ظاہر ہو گیا کہ مسٹر گاندھی چند ماہ کے اندر جس سوراج کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اُس میں تو تقریر کی آزادی بالکل سلب ہو جائیگی۔ مجھکو تعجب ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی اُن لوگوں پر فخر کرتے ہیں جو اُن کی جے بولتے ہیں اگرچہ اس میں کوئی

تعجب خیز بات نہیں ہوتی ہے اور جن لوگوں نے مکانات میں آگ لگائی اور بے گناہوں کو ۱۹۱۹ء کے ہنگامہ میں قتل کر ڈالا انھوں نے یہ ظالمانہ حرکتیں گاندھی کی جے بول کر کی تھیں اس میں شک نہیں کہ ترک موالات اس ملک کو تباہ کر ڈالے گا لیکن مجھکو یقین کامل ہے کہ بالآخر لوگ عقل اور سمجھ سے کام لیں گے۔ یورپین اور ہندوستانیوں کے درمیان اور آپس میں دلی نفرت پیدا کی جا رہی ہے۔ اور ریفارم اسکیم میں رعایا کو سلطنت کے نظم و نسق میں بہت کچھ اختیارات دیدیئے گئے۔ ان سے انکار کرنا سخت حماقت ہے۔ مسٹر گاندھی کے پروگرام کے صرف اس حصے پر کسی قدر ضرور عمل ہوا ہے کہ کونسل کو بائیکاٹ کیا گیا ہے اور درحقیقت اس میں کچھ ایثار نہیں ہوا کیونکہ تارکین موالات کونسل میں اپنا وقت اور محنت صرف کرنے سے بچ رہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کے جلسہ میں لالہ لاجپت رائے وغیرہ نے کونسلوں میں مزدوروں کی نیابت کے رزولیوشن اور گورنر صاحب بمبئی کی خدمت میں وفد بھیجنے کی حمایت کی۔ وکلاء کے وکالت چھوڑنے کی تحریک کو افسوسناک ناکامی حاصل ہوئی۔

مقاطعہ تعلیم

پروگرام کی نہایت خطرناک اور مضرت ناک تجویز مقاطعہ تعلیم تھی ریفارم ایکٹ کی رو سے ہندوستانی وزیر کو موجودہ طرز تعلیم کے نقائص رفع کرنے کا بڑا موقعہ حاصل ہو گیا ہے لیکن مسٹر گاندھی موجودہ تمام درسگاہوں کو تباہ کرنا اور لڑکوں کو آوارہ پھرانا چاہتے ہیں جن پر کہ کروڑوں روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ وہ قومی اسکول کالج اور یونیورسٹیاں قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم کو معلوم نہیں ہے کہ اُن کو ابتدائی اور مستقل خرچ کے واسطے کروڑوں روپیہ کہاں سے مل جائے گا۔ مقاطعہ تعلیم کا سب سے زیادہ خراب اثر مسلمانوں پر پڑے گا۔ ابھی چند سال ہی سے اُن کو تعلیم کی ضرورت محسوس ہوئی

ہے اور اُنھوں نے سرگرمی کے ساتھ کوشش شروع کی ہے لیکن اگر مسٹر گاندھی کو اپنی تجویز میں کامیابی ہوگئی تو مسلمانوں کی تعلیم کم از کم ۵۰ سال پیچھے رہ جائیگی۔ مسٹر گاندھی طلبا کو اپنے والدین اور اساتذہ کی نافرمانی سکھانے کے لیے تیار ہیں لیکن یہ حرکت ہندوستانی تہذیب اور بنا ء تمدن کے کس قدر منافی ہے۔ مجھکو یقین کامل ہے کہ ترک موالات کی تحریک کا لازمی نتیجہ فساد اور بدامنی ہے اور سیلف گورنمنٹ کے حصول کو مدت دراز کے لئے معرض تعویق میں ڈال دیگا جو صرف تحمل۔ ڈسپلن اور سخت محنت اور جانفشانی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

مسٹر گاندھی کو اس وقت تک جس قدر کامیابی حاصل ہوئی وہ کو جہ سے۔ کیونکہ دوران جنگ میں گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ یک دل و زبان ہو کر کام کیا پھر یکایک وہ اس قدر کیوں بدل گئے کہ مسٹر گاندھی کے تفرقہ کرنے کے وعظ کو اُنھوں نے سننا گوارا کر لیا گورنمنٹ کو اس کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے اور یہ مسئلہ ضرور ... کھو دینا چاہیے یہ بات ظاہر ہے کہ پنجاب کی حرکات سے ہندوستان کی خودداری مجروح ہوگئی مسئلہ خلافت بُری طرح طے کیا گیا۔ اور دیگر مقبوضات برطانیہ میں ہندوستانیوں کے ساتھ بُرا سلوک ہوا۔ ان سب کی وجہ سے اہل ہند کے دل میں مایوسانہ خیالات پیدا ہوگئے جب تک کہ اصل بناء فساد دُور نہ کی جائیگی ہندوستانیوں کو مسٹر گاندھی کی تحریک کے معنی سمجھنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس لئے ہندوستان اور برطانیہ دونوں کے حق میں یہی مفید ہے کہ جو زخم اہل ہند کو تکلیف دے رہے ہیں اُن کے اندمال کی فکر کی جائے اور باہمی اعتماد از سر نو قائم کیا جائے جس ... سے دونوں مل کر مقصد اعظم کو پورا کر سکتے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ تدبر برطانیہ حالت موجودہ کی طرف توجہ کریگا اور ایسی کارروائی کریگا جس سے متوقعہ نتائج جلد ظہور پذیر ہوں۔

رزولیوشن گورنمنٹِ ہند

گورنمنٹ آف انڈیا گزٹ کی غیر معمولی اشاعت میں ۶؍ نومبر ۱۹۲۰ء کو حسب ذیل رزولیوشن شائع ہوا کہ :۔

گزشتہ واقعات کی وجہ سے صاحب گورنر جنرل بہادر با جلاس کونسل اس امر کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ نہ صرف لوکل گورنمنٹوں اور حکام کی ہدایت کے لیئے بلکہ اہلِ ہند کو مطلع کرنے کے واسطے ترکِ موالات کی تحریک کے متعلق گورنمنٹ کے طرزِ عمل اور پالسی کا اعلان فرمادیں - امپریل لیجسلیٹو کونسل کے موسم بہار کے سیشن میں ہز اکسیلنسی یعنی حضور وائسرائے نے اس پالیسی کو بیان فرمادیا تھا جو اس وقت گورنمنٹ نے اس معاملہ میں اختیار کی تھی - اگرچہ گورنمنٹ کی رائے میں یہ تحریک غیر آئینی ہی اور اس کا مقصد یہ ہی کہ گورنمنٹ کے موجودہ انتظام کو درہم برہم کردیا جائے - اس لیئے اس وقت تک گورنمنٹ نے اس تحریک کے اُن کارکنوں کے خلاف ہر قسم کی قانونی کارروائی کرنے سے گریز کیا ہی جو ترک موالات میں اشتداد سے کام نہیں لیتے ہیں اور ہم نے لوکل گورنمنٹوں کو ہدایت کردی ہی کہ صرف اُن لوگوں کے متعلق قانونی کارروائی کریں جو بانیان تحریک کی مقررہ حدود سے تجاوز کرگئے ہیں اور جنھوں نے اپنی تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے لوگوں کو فساد پر آمادہ کیا یا فوج و پولس کی وفاداری متزلزل کرنے کی کوشش کی ہی - کئی وجوہ سے گورنمنٹ نے یہ پالسی اختیار کی ہی - اوّل اس وجہ سے کہ اس وقت پریس اور تقریر کی آزادی میں دست اندازی کرنے میں گورنمنٹ کو بہت کچھ پس و پیش ہی کیونکہ سلطنت برطانیہ کی ماتحتی میں سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کے لیئے اس وقت ہندوستان بڑی ترقی کررہا ہی - اس ترقی کو تسلیم کرنے کے لیئے

اوّل انتخاب در پیش ہی اور گزشتہ دسمبر کے فرمان سے ہز مجسٹی شہنشاہ معظم کی رائے معلوم ہو چکی ہی۔ ہم نے ہز مجسٹی کے ترحم خسروانہ کی بنا پر سیکڑوں سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور ہم نے بہت سے اخبارات سے ضمانت نہیں لی حالانکہ پریس ایکٹ کی رو سے اُن کو ضمانت دینی ضرور تھی۔ اگرچہ ان مراعات سے کوئی خاص اثر پیدا نہیں ہوا ہی تاہم پریس ایکٹ کے قیود دوبارہ عائد کرنے میں گورنمنٹ تامل کرتی ہی۔

دوسرے یہ کہ گورنمنٹ نے رعایا کے خلاف کارروائی کرنے میں ہمیشہ تامل کیا ہے کیونکہ اُن میں سے بعض لوگوں کی نیت بخیر ہوتی ہی البتہ ادر حضرات اُن کو گمراہ کر دیتے ہیں اور اس خیال کو اس وجہ سے اور تقویت ہو گئی ہی کہ ایسے لوگوں کے خلاف جب فوجداری مقدمات چلائے جاتے ہیں تو اُن کو شہید ملک بننے کا اور لوگوں میں جھوٹی اور غلط ہمدردی پیدا کرنے کا موقع مل جاتا ہی اور ایک ایسی تحریک کے حامیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہی جس میں فی الحقیقت کوئی خوبی موجود نہیں ہی جس سے کہ پبلک اُس کی گرویدہ ہو جائے۔

تیسری اور خاص وجہ یہ ہی کہ بہرحال گورنمنٹ کو اہل ہند کی عقل و سمجھ پر کافی بھروسہ ہی اور گورنمنٹ کو عوام اور خواص کی فہم و فراست سے اُمید ہی کہ وہ تحریک ترک موالات کو خیالی اور خلافِ فطرت اسکیم تصور کر کے نامنظور کر دینگے۔ لیکن اگر کامیاب ہو جائے تو اُس کا انجام وسیع پیمانہ پر بدامنی، سیاسی پریشانی اور اُن لوگوں کی تباہی ہوگا جن کا اس ملک میں کچھ بھی حقیقی فائدہ ہی۔ تحریکِ ترکِ موالات تعصبات اور جہالت سے اپیل کرتی ہی اس میں کوئی مفید بات داخل نہیں ہی۔ ہندوستان کو ستیا گرہ کے حامیوں کا کافی نتیجہ معلوم ہو چکا ہی۔ گورنر جنرل صاحب بہادر باجلاس کونسل اُمید کرتے ہیں کہ ستیا گرہ کا افسوسناک انجام پیش نظر رکھ کر اہلِ ہند ترک موالات کو نامنظور کر دینگے اس کے خاص محرکین نے صاف طور پر کہہ دیا ہی کہ ہمارا مقصد موجودہ گورنمنٹ کو تباہ

کر دینے اور ہندوستان سے گورنمنٹ کی جڑ اُکھاڑ ڈالنے کا ہے اور اپنے مقلدین سے وعدہ
کیا ہے کہ اگر اس تحریک کو تسلیم کرلیا جائیگا تو ایک سال کے اندر ہندوستان خود مختار
اور آزاد ہوجائیگا - اور اگر ان کی توقع پوری ہوجائے تو ہندوستان پر بیرونی حملہ اور
اندرونی بدامنی کا خطرہ پیدا ہوجائیگا - مستقل گورنمنٹ کے برکات، پرسکون امن و امان
اور وہ نتائج جو سو برس کی باقاعدہ ترقی سے ہندوستان کو حاصل ہوئے ہیں اور نیز وہ
ترقیات جو ریفارم اسکیم کی بدولت حاصل ہونے والی ہیں - ہندوستان کی مرفہ الحالی
اور سیاسی ترقیات یہ سب برکتیں چند گمراہ اور غیر ذمہ دار لوگوں کی تبدیلی رائے پر قربان
کی جا رہی ہیں - گورنمنٹ ہند کو اہل ہند کی دانشمندی پر پورا بھروسہ ہے اور یقین کامل ہے کہ
تمام سمجھدار حضرات تحریک ترک موالات کی حمایت سے نفرت کرینگے چونکہ تعلیم یافتہ جماعت
کا زبردست گروہ اس تحریک کو نامنظور کر چکا ہے اور اُس کی رائے میں یہ تحریک ہندوستان
کے لئے بے شمار مصیبتوں کا باعث ہوگی - تعلیم یافتہ اصحاب میں اپنی تحریک کو ناکام دیکھکر
اب تارکین موالات عوام الناس میں اس تحریک کو پھیلانا چاہتے ہیں اور اسکول کے ناسمجھ
طلباء کو اپنا گرویدہ اور حامی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اس میں ہندوستان کے واسطے
دو بڑے خطرے ہیں جنھوں نے گورنمنٹ کو مجبور کیا کہ اس مسئلہ کو ملک کے روبرو اس امید
پر پیش کیا جائے کہ سمجھدار حضرات اس خطرناک تحریک کی توسیع کو روکنے کے لئے زبردست
کوشش کریں - مرقومہ بالا دونوں خطرات میں سے وہ حملہ بہت زیادہ مہلک ہے جو ناسمجھ طلباء
پر کیا گیا ہے جن کو چند سیاسی ضروریات کی خاطر قربان کیا جا رہا ہے - اس تحریک کے
لیڈران کو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ خاندانوں کی زندگیاں برباد ہوجائیں یا لڑکے اپنے
والدین اور اُستادوں کے نافرمان اور مخالف بن جائیں وہ تو صرف اس قدر چاہتے
ہیں کہ اُن کا مقصد کسی ڈھب سے حاصل ہوجائے - ناخواندہ اور جاہلوں سے اپیل کرتے
ہیں تو زبردست خطرہ ہے - اس کا نتیجہ کم از کم ایک افسوسناک جرم کی شکل میں نکل چکا

اور ہم کو یقین ہے کہ مضطرب لیڈران کی سرگرمی جو شہر بہ شہر عوام کو اشتعال انگیز تقریروں اور غلط بیانات سے بھڑکاتے پھرتے ہیں۔ ایک روز یہ انجام بد ضرور دکھائیگی کہ نہایت خطرناک بدامنی اور فسادات برپا ہونگے ان خطرات کا بہترین علاج یہ ہے کہ سمجھدار اور معقول پسند اصحاب اس تحریک کے روکنے میں عملی ہمدردی اور اعانت فرمائیں اور گورنمنٹ اُن سب حضرات سے درخواست کرتی ہے جن کو ہندوستان کی فلاح مد نظر ہے کہ وہ امن و امان قائم رہنے میں امداد دیں اور سب متفق ہو کر اس تحریک کا مقابلہ کریں۔ جاہلوں کے دلوں پر اپنا اثر ڈالیں طلباء کو سمجھائیں اور ترکِ موالات کی خرابیاں اور مضرتیں عام جلسوں میں بیان کریں اور اس بدامنی سے لوگوں کو آگاہ کریں جو ترکِ موالات کا لازمی نتیجہ ہے۔ گورنمنٹ ان حضرات کی کارروائی کو نہایت قدر کی نظر سے دیکھتی ہے جو تمام آزاد خیال اور سنجیدہ مزاج حضرات اس تحریک کے متعلق ملک میں کر رہے ہیں۔ اور گورنمنٹ اُن کو خصوصیت کے ساتھ مبارکباد دیتی ہے کہ تعلیم پر حملہ ہونے کو تمام ملک نے نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ تحریک کے اس جزو کی جیسی مخالفت ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم مسلم یونیورسٹی علیگڑھ - اراکین خالصہ کالج امرتسر - دیگر اسکولوں کے اراکین اساتذہ اور والدین اور خود طلبا کی جماعت نے کی ہے وہ نہایت اُمید افزا ہے اور گورنمنٹ ہند کو صرف سمجھدار ہندوستانیوں سے یہ اُمید ہے کہ وہ اس خطرہ کو رفع کرینگے- اور اسی خیال سے گورنمنٹ نے کوئی سخت گیری کی کارروائی کرنے سے اس وقت تک اجتناب کیا ہے کیونکہ سخت گیری صرف آخر وقت میں کی جاتی ہے جس وقت کہ اگر وہ نہ کی جائے تو جرائم کا ارتکاب ہونے لگتا ہے۔ امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری کو پیش نظر رکھ کر گورنمنٹ کب تک اپنی اِس پالیسی پر قائم رہیگی اِس کا انحصار زیادہ تر اُس کامیابی پر ہے جو سمجھدار حضرات اس تحریک کی توسیع اور

خطرات کو روکنے کے لیے اپنی کوشش سے حاصل کرینگے۔

حاصل کلام

مسز اینی بسنت صاحبہ

اُن کے پھلوں سے تو اُن کو شناخت کریگا

مسٹر گاندھی اور اُن کے دو مسلمان دوستوں نے نفرت کا جو پودا لگایا ہے اُس کے تلخ ثمرات کا مزہ لوگوں کو محسوس ہونے لگا ہے۔ تقریر، جلسہ، ووٹ اور الیکشن کی آزادی پر سخت حملہ کیا جاتا ہے۔ تعلیم میں دست اندازی کی جاتی ہے۔ والدین اور اساتذہ کی نافرمانی کرنے کی کھلے بندوں تعلیم دی جاتی ہے۔ تجارت میں بھی مداخلت کی جاتی ہے۔ چاء کی دکانیں لوٹ لی جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کو شیطانی، ظالم، غیر منصف، بے رحم اور قابل نفرت بتایا جاتا ہے۔ اس کی عدول حکمی کرنا چاہیئے۔ کروڑوں آدمیوں کو اپنی جانیں قربان کردینا چاہیئے۔ غیر استمدادی تحریک کی یہ تعلیم ہے۔ مسٹر گاندھی نے حامیِ امن بنکر اس تحریک کو شروع کیا تھا، لیکن اب وہ تباہ کرنے والے ہوگئے ہیں۔

جملہ حامیانِ امن و امان، آزادی اور ترقی کو متحد ہوکر اس مہلک تحریک کی مخالفت

کرنی چاہیئے جو امن کا وعدہ کر کے شروع ہوئی اور اب کھلی ہوئی بغاوت ہے - ہر ایک قوم ملت، مذہب کے نیک لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس تحریک کی مخالفت کے لیے باہمی اتفاق سے کام لیں جو پُرامن ہونے سے بہت جلد اعلانِ جنگ بن گئی ہے - یہ کام گورنمنٹ کا نہیں ہے بلکہ اہلِ ملک کا ہے کہ جو لوگ گورنمنٹ کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں اُن کا زور شور سے مقابلہ کریں -